ضرورتِ مرشد

ارشاداتِ امیرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت ابو العرب امیر ملت حضرت الحاج الحافظ پیر سید

جماعت علی شاہ محدث علی پوری کی خصوصی تحریریں

حسب الارشاد

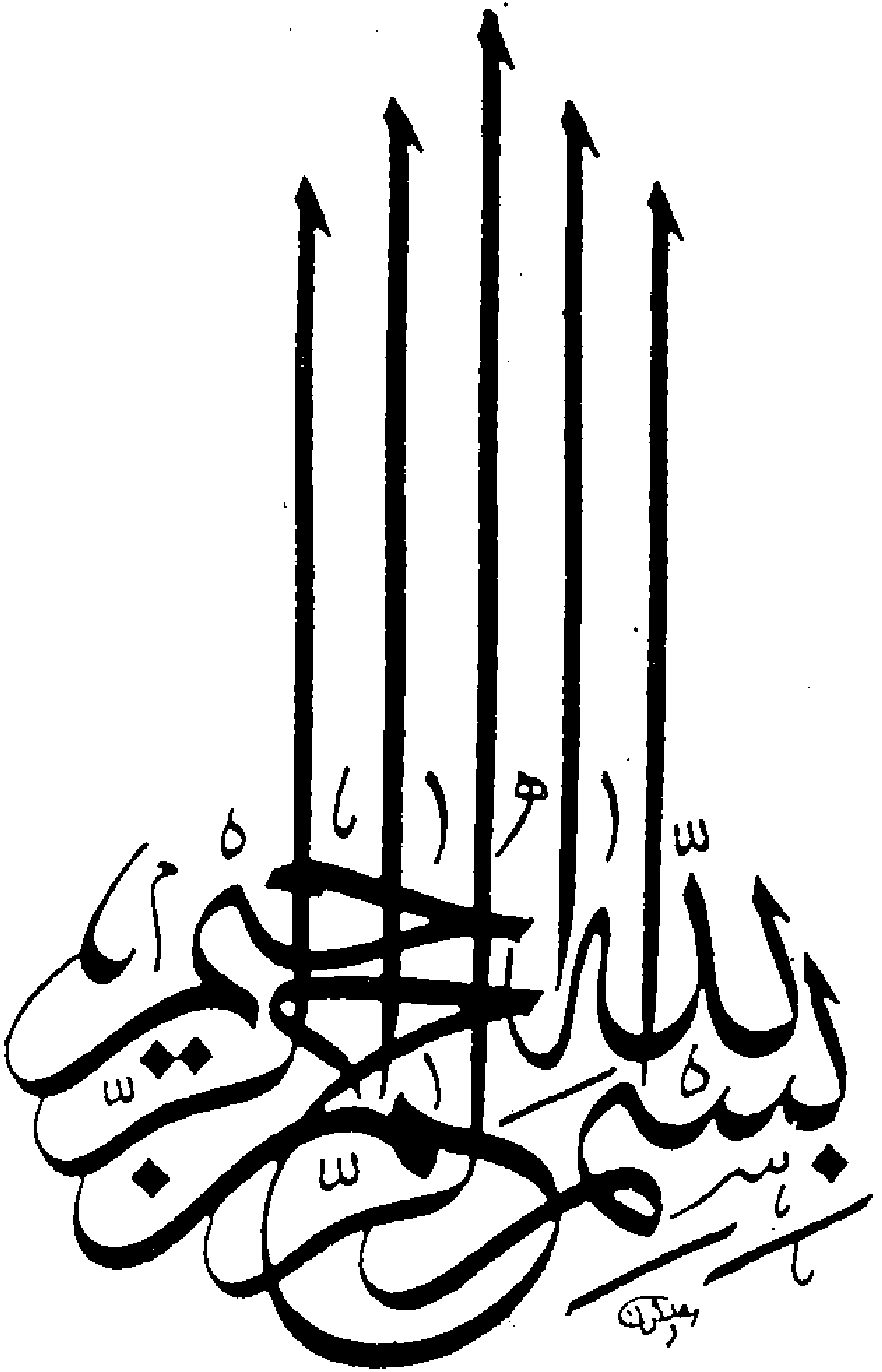
نواسۂ امیر ملت حضور قبلہ حضرت الحاج الحافظ

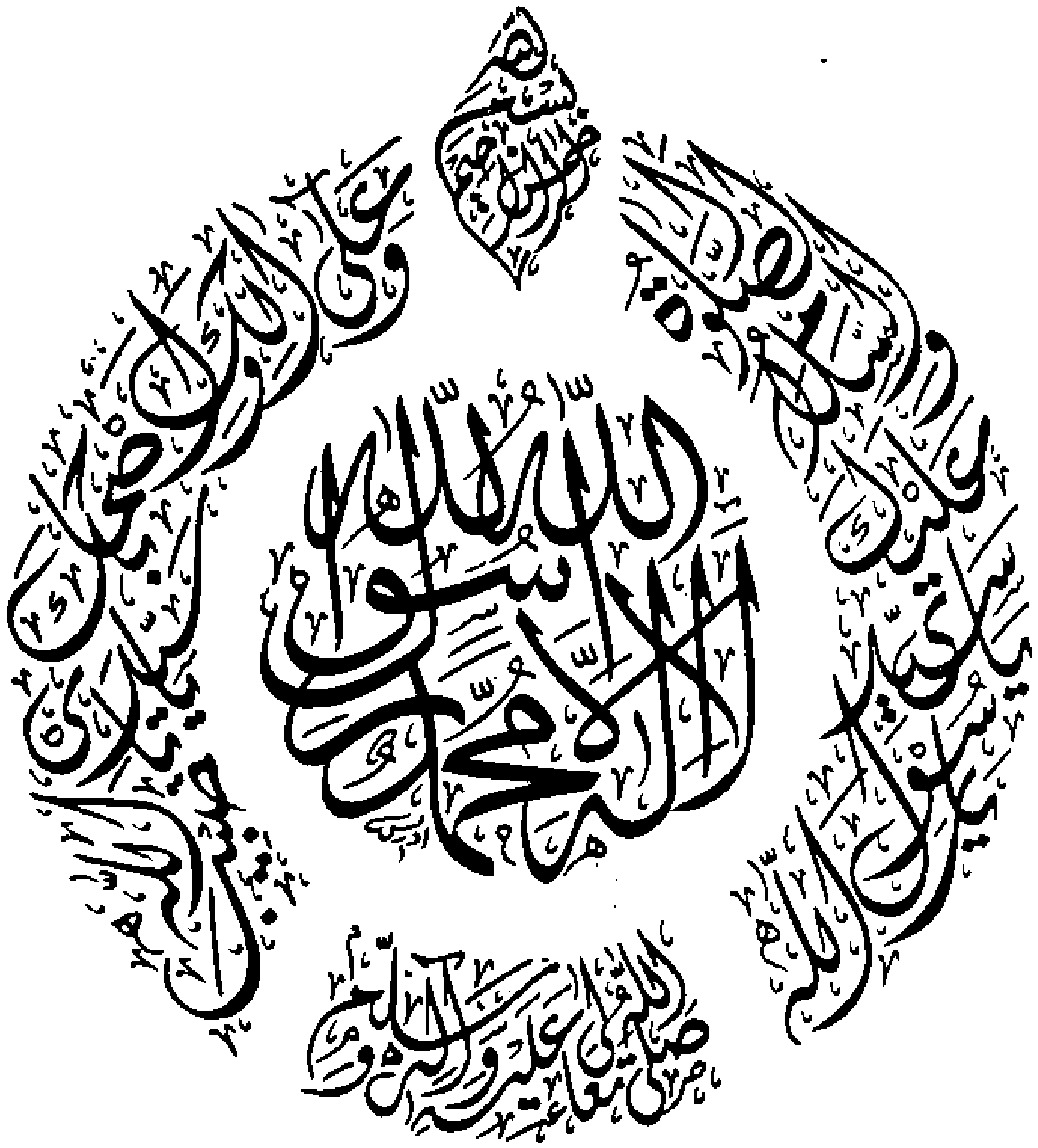
پیر سید افضل حسین شاہ جماعتی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تدوین

صاحبزادہ علامہ عرفان الٰہی قادری

قادری رضوی کتب خانہ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور


بسم الله الرحمن الرحیم



مولای صلِ وسلم دائماً ابداً — علی حبیبک خیر الخلق کلّهم

هو الحبیب الذی ترجی شفاعته — لکلّ هولٍ من الاهوال مقتحم

محمدٌ سید الکونین والثقلین — والفریقین من عُربٍ ومن عجم

فانّ من جودک الدنیا وضرّتها — ومن علومک علم اللوح والقلم

مکتبہ حنفیہ || قادری رضوی کتب خانہ لاہور

ضرورتِ مُرشد

ارشاداتِ امیرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت ابو العرب امیرِ ملت حضرت الحاج الحافظ پیر سید

جماعت علی شاہ محدث علی پوری کی خصوصی تحریریں

حسب الارشاد

جانشینِ امیرِ ملت حضور فخرِ ملت

حضرت الحاج الحافظ پیر سید افضل حسین شاہ جماعتی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تدوین

صاحبزادہ علامہ عرفان الٰہی قادری

حاجی صوفی محمد صدیق حسین جماعتی

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
Hello: 042-7213575, 0333-4383766

نام کتاب	:	ضرورتِ مرشد ارشاداتِ امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ
تحریر وتقریر	:	اعلیٰ حضرت امیر ملت حافظ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ
کمپوزنگ	:	حرمین گرافکس 0302-3799955
اشاعت اول	:	مئی ۲۰۱۳ء بمطابق جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ
صفحات	:	368
زیرنگرانی	:	چوہدری محمد خلیل قادری
تحریک	:	چوہدری محمد ممتاز احمد قادری
ناشر	:	چوہدری عبدالمجید قادری
تعداد	:	1100
قیمت	:	300 روپے

ملنے کے پتے

☆ قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

☆ مکتبہ حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور 042-37213575

☆ سجادہ نشین حضرت الحاج حافظ قبلہ پیر سید ظفر حسین شاہ صاحب۔
آستانہ عالیہ حضرت امیر ملت "علی پور سیداں شریف ضلع نارووال۔

☆ آستانہ عالیہ حضرت خواجہ صوفی اللہ رکھا مرشد و راہنما قلندر" بے ریا و باصفا
ساہو چک شریف ڈاکخانہ بڈیانہ تحصیل و ضلع سیالکوٹ۔
Email:sahochakshrif@yahoo.com +92-301-6113292 +92-526528809

☆ حاجی محمد صادق حسین جماعتی نہال سوئنگ سنٹر صوبیدار بازار ڈسکہ
052-6611254 0300-9619149

☆ حاجی محمد بشیر، حاجی شبیر احمد اتفاق آٹو سٹور لاری اڈہ ڈسکہ
052-6610421-6616168 0300-6100172

انتساب

رابعہ عصر سیدہ طیبہ زاھدہ عابدہ حضرت آپا جی صوفیہ بی بی سرکار

و

شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المتکلمین، شیخ الحدیث والتفسیر زُبدۃ العارفین، مُقتدائے عاشقین، حُجۃ الکاملین وسند الواصلین، جانشینِ امیرِ ملت حضور فخرِ ملت حضرت علامہ الحاج الحافظ القاری مفتی پیر سید محمد افضل حسین شاہ جماعتی رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

جن کے فیضِ خاص نے اس مُشتِ خاک کو سرفراز فرمایا۔

صاحبزادہ عرفان الٰہی قادری عفی اللہ عنہ
خادم درگاہِ عالیہ ساہو چک شریف

نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ومعرفت پیر خانہ

ایتھے بُتاں دی پوجا نئیں ہُندی
ایتھے الف پکایا جاندا اے

ایہہ حلقہ پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم دا
ایتھے دل چمکایا جاندا اے

ایتھے ذکر اللہ دا ہُندا اے
ایتھے غیراں دا نام و نشان نئیں

جیہڑا غیر آوے اس محفل وچ
اونہوں اپنا بنایا جاندا اے

ایہہ حلقہ اللہ والیاں دا
ایدا کملی والا رکھوالا اے

مونہوں منگیاں مراداں ملدیاں نیں
ایتھے کرم کمایا جاندا اے

ایتھے روشن ہندا سینہ اے
ایتھوں نیڑے بہت مدینہ اے

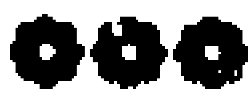
ایتھے پھڑ کے چور اُچکیاں نوں
ابدال بنایا جاندا اے

ایہہ نوری شمع دے پروانے
ایتھے آوندے سارے مستانے

جنہوں پی کے بنے تبریزؒ رومیؒ
اوہو جام پلایا جاندا اے

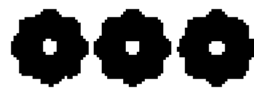
عیباں والیاں نوں ایتھے ملدی پناہ
جنہاں کیتے ساری عمر گناہ

ایس در تے آون والیاں دے
عیباں نوں چھپایا جاندا اے



فہرست





مقدمہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ
لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمِ

السلام اے تاجدارِ پیر مَن — از ضیائے نظرِ تو تنویرِ مَن
دید تو صد عید مَن اے پیرِ مَن — عید چہ تبدیلی تقدیرِ مَن

اصلاح احوال، ضبطِ نفس و ربطِ الٰہی، خداشناسی و خود آگاہی، محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم و عشقِ الٰہی، ظاہری و باطنی تربیت، فکرِ آخرت، عبادت و ریاضت اور جذبہ اطاعت کے حصول اور فروغ کے لیے دل میں ذوقِ جنوں، سوز و گداز، خوف و خشیت اور رقتِ قلب پیدا کرنے کے لیے اللہ سبحانہٗ کے مقرب بندوں کے تذکارِ جلیلہ و جمیلہ از حد ضروری ہیں کیونکہ صرف ظاہری علوم حرام و حلال کو جاننے کے لیے ہیں تشریعی قوانین پر ظاہری عمل سے ہی رقت نہیں ملتی۔ بلکہ اصلی ذوق اور لب لباب حاصل کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات مبارکہ اولیاء و صالحین کے واقعات و حکایات اور پھر اصحابِ دل و اہلِ درد بزرگانِ دین کے سوانح حیات کا تذکرہ، ان کے پند و نصائح اور مواعظ و ملفوظات کا مطالعہ نہایت ہی مؤثر، روح افزاء اور انقلاب آفریں ہوتا ہے۔

کچھ لے کر اُٹھو اہلِ صفا کے در سے
یہ در ہیں قریب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے در سے
ایمان، یقین، سکون، رسالت، توحید
سب کچھ ملتا ہے اولیاء کے در سے

چناچہ اس نفسانفسی کے شور میں ڈوبے ہوئے معاشرہ کی اصلاح و بقاء اور تنظیم وفلاح میں ان مردانِ خدا اور پاکیزہ پُر اسرار ہستیوں کے اثرات واحوال کو قطعاً نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جنہوں نے اپنی ظاہری کرامات، باطنی کمالات، منصب و اختیارات، روشن ضمیری اپنی پر وقار درویشانہ زندگی، اعمال و احوال، علم و عرفان اور اپنی نگاہِ ناز کی تاثیر سے انسانوں کے قلوب واذہان کو متاثر، دلوں کو مسخر اور روحانی اقدار کو منظم کیا۔ جن کے میخانہ اخلاق ومحبت کا دروازہ ہر خاص و عام کے لیے کھلا رہتا ہے۔ مگر اہلِ دل اور مردانِ باکمال ہی ان سے مستفید ہوتے ہیں اور ان کی روحانی قوت وشوکت اور حکومت کا اقرار کرتے ہیں۔

آنکہ خاکِ را بہ نظرِ کیمیا کنند
سگ را ولی کنند مگس راہما کنند

قارئین محتشم! اِنہی پاکباز ہستیوں میں حضرت امیر ملت مجدد دین وملت حضرت قبلہ عالم پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی مبارکہ کسی تعارف کی محتاج نہیں بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تو اس مقام کے

حامل تھے کہ آپ کے مشائخ بھی آپ پر رشک کرتے تھے۔ میرے جدِ امجد حضرت خواجہ صوفی اللہ رکھا قلندر بے ریا و باصفا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امیر ملت کی ۴۲ سال خدمت کی۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سلطان المشائخ حضرت قبلہ باباجی فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ علی پور سیداں شریف تشریف فرما ہوئے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کو شیش محل میں ٹھہرایا گیا اور حضرت قبلہ عالم کو کھوہ پہ خادم نے جا کر بتایا کہ حضور باباجی حضور تشریف لائے ہیں حضرت قبلہ کھوہ سے جب واپس شیش محل کی جانب روانہ ہوئے تو پیچھے اُمتِ محمدی کا ہجوم تھا۔ تو جب حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ شیش محل میں پہنچے تو پیچھے کھوہ تک ہجوم دیکھ کر باباجی فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ اگر آج میرا وقت ہوتا بیعت کرنے کا شاہِ جماعت علی کی بیعت کر لیتا۔

زیرِ نظر کتاب بعنوان ''ضرورتِ مرشد ارشادات امیر ملت'' اُسی ہستی کامل محدث یگانہ کی خصوصی تحریروں اور ملفوظاتِ مقدسہ پر مشتمل ہے۔ یہ پہلے الگ الگ دو کتابیں تھیں۔ جن کو جناب حاجی صوفی محمد صادق حسین جماعتی صاحب نے انجمن خدام الصوفیہ جماعتیہ ڈسکہ کے تحت شائع کرنے کی سعادت حاصل کی جس کی اجازت حضور فخرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی گئی۔

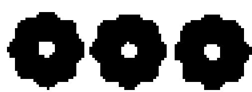
اس سال حاجی صاحب اور راقم ناچیز نے آقائی و مولائی مرشدی وسندی حضرت قبلہ پیر سید افضل حسین شاہ صاحب سجادہ نشین حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ علی پور سیداں شریف کی بارگاہ بیکس پناہ میں عرض پیش کی کہ حضور اِن دونوں کتابوں کو یکجا کر کے حضرت کے مکتوبات مقدسہ بھی اس میں شامل کیے جائیں۔ حضور نے اس درخواست کو پسند فرما کر اجازت مرحمت فرمائی اور راقم کو ۱۷ جون بروز اتوار ساہو چک شریف میں فرمایا کہ ''عرفان کتاب کو خوبصورت کر کے بنوانا اور آئندہ بھی چھپواتے رہنا۔'' اب اس کتاب میں حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات اور

مکتوبات تمام شامل ہیں۔ ہم جناب چوہدری عبد المجید قادری صاحب قادری رضوی کتب گنج بخش روڈ لاہور کے ممنون و مشکور ہیں کہ جنہوں نے اس کو شائع فرما کر ہر خاص و عام تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

راقم الحروف عبد حقیر پُر تقصیر کو امید واثق ہے کہ روزِ محشر داورِ حشر کے سامنے اپنی اس مساعی کو پیش کر کے نجات اور چھٹکارے کی تمنا کر سکوں گا اور دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت ہم سب کو حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظاتِ مقدسہ پر عمل کر کے اپنی زندگیوں کو سعید بنانے کی توفیق عطا فرمائے اور محبت و وابستگی میں استقامت نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

صاحبزادہ عرفان الٰہی قادری عفی اللہ عنہ

۱۶ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ بمطابق ۵/ اگست ۲۰۱۲ء بروز یک شنبہ بوقت نمازِ ظہر آستانہ عالیہ ساہو چک شریف



مژدۂ جانفزاء

از جانشینِ امیرملت وفخرِ ملت حضور سیدی ظفر الملت حضرت علامہ الحاج الحافظ
القاری صاحبزادہ پیر سید ظفر حسین شاہ جماعتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ علی پور سیداں شریف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

حمد بے حد اُس خدائے پاک کو نورِ ایماں جس نے بخشا خاک کو
خاک کو پُر نور سر تا پا کیا قطرۂ ناچیز کو دریا کیا

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

یہ اوراق سنہری حروف کے ساتھ لکھے جانے کے قابل ہیں کہ میرے جدِ اعلیٰ حجۃ الکاملین وسندُ الواصلین حضرتِ امیرِ ملت حضور قبلہ عالم پیر سید جماعت علی شاہ محدثِ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام تر حیاتِ مقدسہ دینِ متین کی خدمت، ذکرِ الٰہی کی کثرت اور فروغِ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر بسر کی اور اپنی اولادِ پاک کو دین کا پکا سچا خادم بنایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال و ارشادات ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں اور علوم تصوف میں نصاب کا حصہ ہیں۔ کتابِ ہٰذا میں علومِ شریعہ، علومِ فقہ اور تصوف پر سیر حاصل کلام قلمبند ہوا ہے۔ یارانِ طریقت کے لیے از حد ضروری ہے کہ وہ اس کا مطالعہ کریں اور اِن احکامات پر عمل پیرا ہوں۔ اِسی میں ہم سب کی بقاء وسالمیت ہے۔

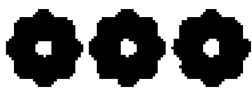
کتاب ہٰذا کو برادرم عزیزم علامہ عرفان الٰہی قادری صاحب نے بڑے خوبصورت اور دل آویز انداز سے عوام الناس اور صاحبانِ طریقت کی خدمت میں پیش کیا ہے کیونکہ بھائی عرفان پر حضور قبلہ فخرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی خاص محبت و عنایت تھی اور ہے۔ اللہ رب العزت مولانا موصوف کے مراتب میں بلندیاں فرمائیں۔

دعا گو ہوں کہ رب کریم بطفیل نبی رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم تمام یارانِ طریقت کے عشق و محبت اور شوق و ذوق میں برکتیں فرمائیں اور مجھے آپ کی خدمت کرنے کی قوت و ہمت عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین!

دُعا گو

حافظ سید ظفر حسین شاہ جماعتی عفی اللہ عنہ

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت امیر ملت علی پور سیداں شریف



تقریظ سعید

از حضرت الحاج الحافظ پیر سید منظر حسین شاہ جماعتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف ضلع نارووال

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجددِ دین و ملت حضرت امیر ملت قبلہ پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر و تقریر انتہائی مؤثر ہے۔ آپ نے فصاحت و بلاغت اور علم و حکمت کے ساتھ جو تصوف کے موتی بکھیرے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ کی ذاتِ مبارکہ نام و نمود، ریاکاری اور روایتی مولویت سے مبرا تھی۔ آپ ایک پیر طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ امیر شریعت، شہسوارِ حقیقت و معرفت بھی تھے۔ آپ کی زبانِ مبارکہ سے ایک ایک نکلا ہوا جملہ نشانِ منزل ہے۔ منزلِ عشق کے مسافر کے لیے وہ زادِ راہ کی حقیقت رکھتا ہے۔

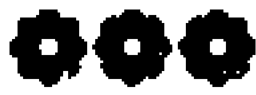
میں اس کتاب کی طباعتِ نو کے سلسلہ میں برادرم عزیزم صاحبزادہ علامہ عرفان الٰہی قادری صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اِن کا مشکور و ممنون بھی ہوں کہ اِنہوں نے خاصی محنت سے ملفوظات امیر ملت اور مکتوبات امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کو یکجا

کر کے عوام و خواص تک پہنچایا اور یہ بڑے اعزاز کی بات ہے کہ حضور قبلہ فخر ملت عرفان الٰہی صاحب سے خاص محبت و شفقت فرماتے تھے۔

اللہ رب العزت مولانا موصوف اور ان کے رفقاء کی خدمت کو بطفیل آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی بارگاہِ اُلویت وصمدیت میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

دُعا گو

حافظ سید منظر حسین شاہ جماعتی غفرلہٗ



تقریظ سعید

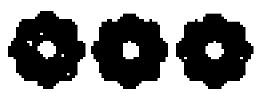
از پیرِ طریقت رہبرِ شریعت حضرت الحاج خواجہ صوفی احسان الٰہی صاحب
دامت برکاتہم العالیہ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ ساہو چک شریف ضلع سیالکوٹ

تمام تر تعریفیں اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کے لیے جو مالک ہے ساری کائنات کا اور جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ کروڑوں درود و سلام ہوں حضور سید عالم صاحب لولاک ختم الرسل حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے اہلِ بیتِ اطہار پر جنھوں نے آقا و مولیٰ کے دین متین کی خاطر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے اور لاکھوں سلامِ عقیدت ہوں ابوالعرب بانی پاکستان سنوسی پاک و ہند سرتاج الاولیاء حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ ستودہ صفات پر کہ جن کی ساری زندگی کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت و عشق کا درس دیتے ہوئے گزری جن کا اُوڑھنا بچھونا عشقِ رسول تھا۔ جنھوں نے شجرِ اسلام کی آبیاری ایسی کی کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ نے گنہگاروں کو صالح، بے دینوں کو دیندار، بے نمازوں کو نمازی، گمراہوں کو مومن اور ناقصوں کو کامل بنا دیا۔ ع

وہ جدھر جدھر بھی گئے کرم ہی کرتے گئے
کسی نے مانگا نہ مانگا وہ جھولی بھرتے گئے

آپ کا ایک ایک ملفوظ مقدس ہم سب کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ یہ کتاب حضور فخرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی کرم نوازی اور اجازت سے سجادہ نشین پیر سید ظفر حسین شاہ صاحب کی سرپرستی میں شائع کی جارہی ہے جو کہ سلسلہ عالیہ کے لیے از حد ضروری ہے اور ایک نادر تحفہ ہے۔ دُعاگو ہوں عزیزم برخوردار عرفان الٰہی قادری اور حاجی صوفی محمد صادق جماعتی کے لیے کہ جن کی کوششوں اور محنت سے مجموعہ عشق و محبت عوام الناس تک پہنچ رہا ہے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو درِ حبیب اور آلِ حبیب کے ساتھ محبت اور غلامی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

دُعاگو
فقیر صوفی احسان الٰہی غفرلہٗ



شجرہ طیبہ

فرمان الٰہی ہے:

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ
ذُرِّیَّتَهُمْ وَ مَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ۔ (پارہ ۲۷)

ترجمہ "اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملایا اور ان کے عمل میں ذرا سی بھی کمی نہیں کی۔"

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب والدین کی جانب سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ اس طرح آپ نجیب الطرفین ہیں۔ آپ کے آباء و اجداد سب کے سب مومن و متقی، صالح و برگزیدہ حیثیت کے حامل تھے اور آیت بالا کے صحیح مصداق۔ گویا آپ کا شجرہ نسب صحیح معنی میں اس آیت شریفہ سے مطابقت رکھتا ہے۔

كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ۔

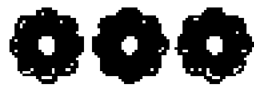
ترجمہ "مثل اس پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ قائم ہے اور شاخیں آسمان میں ہیں۔"

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ اس مقدس اور مستحکم درخت کی وہ پاکیزہ شاخ تھے، جن کا شجرہ نسب ان کے تقدس کی دلیل اور جن کے اعمال صالحہ ان کی علو شان پر شاہد عادل ہیں۔ آپ کی حیات پاک اپنے آباء و اجداد اور بالخصوص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے مکمل اتباع میں بسر ہوئی اور اس آخری دور میں آپ نے اعلائے کلمۃ الحق اور اتباع سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ ایمان افروز اور روح پرور مثال قائم کی کہ باید و شاید۔

ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

ترجمہ "یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہے اپنے فضل سے نوازے۔"

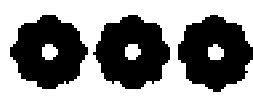


پدری شجرۂ نسب

۱	رسول اکرم و نبی محترم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
۲	سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بنتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم (زوجہ) حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۳	حضرت حسین ابن علی سیّد الشہداء رضی اللہ عنہ
۴	حضرت علی ابن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ
۵	حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ
۶	حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ
۷	حضرت محمد مامون قطب شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

۸	حضرت علی عارض رحمۃ اللہ علیہ
۹	حضرت حسین رحمۃ اللہ علیہ
۱۰	حضرت سید طاہر احمد رحمۃ اللہ علیہ
۱۱	حضرت سیّد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ
۱۲	حضرت سید عارف رحمۃ اللہ علیہ
۱۳	حضرت سیّد خسرو رحمۃ اللہ علیہ
۱۴	حضرت سیّد اسد اللہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۵	حضرت سیّد کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ
۱۶	حضرت سیّد نور اللہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۷	حضرت سید عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۸	حضرت سید شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ
۱۹	حضرت سید خلیل اللہ رحمۃ اللہ علیہ
۲۰	حضرت سید حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ
۲۱	حضرت سید نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ
۲۲	حضرت سید منصور رحمۃ اللہ علیہ
۲۳	حضرت سید جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ
۲۴	حضرت سید علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ
۲۵	حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ
۲۶	حضرت سید امام الدین رحمۃ اللہ علیہ
۲۷	حضرت سید میر احمد رحمۃ اللہ علیہ

۲۸	حضرت سید محی الدین رحمۃ اللہ علیہ
۲۹	حضرت سید حسین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ
۳۰	حضرت سید محمد سعید نوروز رحمۃ اللہ علیہ
۳۱	حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ
۳۲	حضرت سید میر محمد رحمۃ اللہ علیہ
۳۳	حضرت سید میر عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ
۳۴	حضرت سید امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ
۳۵	حضرت سید محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ
۳۶	حضرت سید محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ
۳۷	حضرت سید منور علی رحمۃ اللہ علیہ
۳۸	حضرت سید کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۳۹	امیر ملّت محی السنّت مجدّدِ دوراں قیوم زماں قدوۃ السالکین زُبدۃ العارفین حضرت حاجی حافظ پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ۔



شجرہ طیبہ نقشبندیہ مجددیہ

اے خدا دارین میں خیر الوریٰ کا ساتھ ہو
شافع اعظم حبیب کبریا کا ساتھ ہو

حضرت صدّیق و سلیمانؓ قاسمؒ ذی اتقا
جعفر صادقؒ امام الاصفیا کا ساتھ ہو

بایزیدؒ و بو الحسنؒ بو القاسمؒ و شہ بو علیؒ
یوسف ہمدانیؒ یوسف لقا کا ساتھ ہو

عبد خالق غجدوانیؒ عارفؒ و محمودؒ کا
اور عزیزان علیؒ حق نما کا ساتھ ہو

حضرت بابا سماسیؒ سید میر کلالؒ
شہ بہاؤ الدینؒ شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

خواجۂ عطارؒ و یعقوبؒ و عبید اللہؒ ولی
خواجہ زاہد محمدؒ پارسا کا ساتھ ہو

خواجۂ درویشؒ و امکنگیؒ محمد مقتدا
حضرت باقی باللہؒ با خدا کا ساتھ ہو

اور مجدّد الف ثانی خواجۂ معصومؒ کا
حجۃ اللہؒ اور زبیرؒ اولیا کا ساتھ ہو

خواجہ قطب الدین اشرفؒ شہ جمال اللہؒ ولی
سید عیسیٰؒ شہ فیض اللہ شاہ کا ساتھ ہو

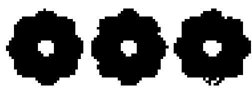
خواجہ نور محمدؒ بابا تیرا ہی فقیرؒ
شہ جماعت علی مقتدا کا ساتھ ہو

میر ملّت، غوث اعظم، اور قیوم زماں
اس مجدّد عصر، صدر اولیا کا ساتھ ہو

عارف کامل ولی و متقی پرہیز گار
شہ محمد حسینؒ شاہ اتقیا کا ساتھ ہو

بہرِ حسنینؓ و علیؓ و سیّدہ خیر النساءؓ
روز محشر شافع روز جزا کا ساتھ ہو

جُملہ یاران طریقت کا بروزِ حشر بھی
نقشبندی سلسلے کے اولیاء کا ساتھ ہو



نشانِ منزل

صاحبزادہ عرفان الٰہی قادری آستانہ عالیہ ساھو چک شریف

ابو العرب امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۳۰ء تا ۱۸۴۰ء کے درمیانی عرصہ میں حضرت سید کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب ۳۸ واسطوں سے رسول اکرم نور مجسم احمد مختار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ اس طرح آپ نجیب الطرفین ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد سب کے سب مومن و متقی صالح و برگزیدہ حیثیت کے حامل تھے۔ آپ کا اسم گرامی سید جماعت علی رکھا گیا لیکن آپ کو سنوسی ہند، ابو العرب اور امیر ملت جیسے مشہور القابات سے ہی زیادہ پکارا جاتا ہے۔ آپ کو آپ کے والد گرامی نے چار سال چار ماہ چار دن کی عمر مبارک میں ابتدائی تعلیم کے لیے مسجد میں بھیج دیا اور آپ نے سب سے پہلے حضرت حافظ شہاب الدین صاحب سے قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد آپ نے لاہور، سہارنپور، کانپور، لکھنؤ اور گنج مراد آباد جیسے دور دراز مقامات پر جا کر تحصیل علم فرمائی اور مشکلات سفر کو سہل جانا اور یہ تمام سفر پیدل یا گھوڑے پر کیے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا قد مبارک درمیانہ تھا۔ موزوں، متناسب اور مائل بہ بلندی، جوانی میں اعضاء سڈول اور مضبوط تھے مگر ضعیفی میں لاغر و نحیف ہو گئے تھے۔ جوانی میں سرخ و سفید تھے۔ پیری میں بھی چہرے کی صباحت و نظارت

قائم تھی۔ سر بڑا، پیشانی کشادہ و بلند اور اس پر نہایت خفیف سجدے کے نشان، گردن بلند اور ناک اُونچی تھی۔ آنکھیں متوسط اور روشن اور پتلی سیاہی مائل، لب پتلے اور دہن متوسط و خوبصورت۔ تبسم میں صرف آگے کے دانت نظر آتے تھے۔ کبھی آواز سے نہیں ہنسے۔ خوش طبعی کے موقع پر بھی تبسم فرماتے تھے۔ کندھے اُٹھے ہوئے اور سینہ کشادہ تھا۔ دانت سفید تھے۔ نوے سال کی عمر تک اتنے مضبوط رہے کہ خود گنا چھیل کر چوستے تھے۔ ہاتھوں کی انگلیاں پتلی، نرم اور دراز تھیں۔ ٹانگیں مضبوط اور توانا۔ میلوں چلتے اور نہ تھکتے۔ عالم ضعیفی میں البتہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے۔

سَر کے بال استرے سے منڈواتے تھے۔ اس لیے کبھی بڑھے ہوئے نظر نہ آئے۔ بائیں ہاتھ پہ چاندی کی انگوٹھی پہنتے تھے۔ جس پر ایک نگینہ ہوتا تھا۔ جسم مبارک اور اعضاء اس قدر قوی و توانا تھے کہ دبانے والے پسینہ پسینہ ہو جاتے بلکہ ایسے میں بھی باتیں کرنا اور مسئلہ سنانا جاری رہتا۔ رفتار درمیانہ تھی۔ مگر تیز رفتار والے بھی آپ سے پیچھے رہ جاتے تھے۔ ریش مبارک سنتِ نبویؐ کے مطابق تھی۔ کبر سِن میں مہندی استعمال فرماتے تھے۔ اس لیے داڑھی خوب سُرخ نظر آتی تھی۔ سنِ کہولت سے آخر عمر تک ہلکا اور خوبصورت عصا راہ چلنے میں ہاتھ میں رکھتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ سفید لباس پسند فرماتے تھے۔ کرتا چکن کا اور شلوار قیمتی لٹھے کی ہوتی تھی۔ سفید تنزیب کا کرتا بھی کبھی کبھی زیب تن فرمایا ہے۔ عمامہ دس گز باریک ململ کا ہوتا تھا۔ پوٹھوہار کا زری کا قیمتی جوتا پاؤں میں ہوتا تھا۔ معتدل موسم میں عدن سے آئی ہوئی بُردِ یمانی اُوڑھتے تھے۔ کبھی مدینہ منورہ سے لایا ہوا کھدر کا لباس بھی جاڑوں میں زیب تن فرماتے تھے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نہایت سادہ غذا تناول فرماتے تھے۔ بارہ مہینے حضور کی غذا مُرغی کا شوربا، پھلکا اور خشکہ ہوتی تھی۔ شہد بہت مرغوب تھا اور اسی طرح لسی بھی۔ دونوں وقت کھانے کے ہمراہ استعمال فرماتے تھے۔ دِن کے کھانے کے ساتھ دہی بھی ضرور تناول فرماتے۔ نہار منہ گرم گرم دُودھ نوش جان فرماتے۔ گرمیوں میں بکری کا اور جاڑوں میں عموماً بھینس کا، جاڑوں میں سرسوں کا ساگ بہت مرغوب تھا۔ کھانے کے وقت مکھن کے ساتھ تناول فرماتے۔ حضرت قہوہ نوشِ جان فرماتے اور وہ بھی ہمیشہ تلخ بغیر شکر چینی کے استعمال فرماتے۔ کالی چائے پیتے کبھی نہیں دیکھا۔ دودھ کی چائے نوش فرماتے تو سبز چائے ہوتی۔ حضور کے قہوہ میں عام طور پر ادرک بھی ڈال دیا جاتا تھا۔ نیز حضرت کی پیالی میں عنبر کی ایک چھوٹی سی ڈلی بھی ڈالی جاتی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بے شمار علوم پر عبور حاصل تھا۔ ایک دفعہ امرتسر سے ایک پٹھان آیا اور اس نے کہا میرے ساتھ چلئے۔ آج ایک مجتہد کے ساتھ آپ کا مناظرہ ہے۔ حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ جب وہاں پہنچے تو مجتہد نے سوال کیا۔ آپ نے کتنے علوم حاصل کیے ہیں۔ آپ نے جواب دیا ستائیس۔ وہ حیران ہو کر کہنے لگا۔ علوم کی تعداد تو اتنی نہیں ہے آپ گن کر بتایئے۔ آپ نے گن کر بتا دیئے۔ تو وہ بولا کہ آپ نے علم صلات بتایا ہے میں نہیں جانتا یہ کیا ہے تشریح کیجئے۔ آپ نے جواب دیا۔ نَظَرَ فِیْہِ، نَظَرَ عَلَیْہِ، نَظَرَ مِنْہُ، دیکھو نَظَرَ کا صلہ تبدیل ہو جانے سے معنی یکسر بدل جاتے ہیں۔

فِیْہِ کی وجہ سے نَظَرَ کے معنی غور کرنا ہوتے۔ عَلَیْہِ کی وجہ سے نَظَرَ کے معنی سبقت کرنا مِنْہُ کی وجہ سے نَظَرَ کے معنی ناراض ہو جانا۔

اس پر وہ مجتہد خاموش ہو گیا اور آپ وہ مناظرہ جیت گئے۔ حضرت امیر

ملت رحمۃ اللہ علیہ کو مع اسناد ڈیڑھ ہزار احادیث زبانی یاد تھیں۔ آپ فرماتے جس کا دل چاہے میرا امتحان کر لے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عقد مبارک آپ کے ماموں سید توکل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر سیدہ امیر بیگم سے ہوا۔ اور ان کے بطن مبارک سے حضرت کے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی متولد ہوئے۔

حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد (جو کے کامل ولی اللہ تھے) سے طریقت میں وافر حصہ حاصل کیا لیکن آپ نے بیعت شہباز ولایت، قطب زماں حضرت بابا فقیر محمد چوراہی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر کی اور خلافت و اجازت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حاصل کی۔ بعدہٗ تمام خاندان ہائے قادریہ، چشتیہ، اویسیہ، رسولیہ کی بھی اجازت عطا کی گئی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد کے ارشاد عالی شان کے مطابق ساری عمر تبلیغ دین اور ترویج سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں صرف کی۔ آپ کے مریدین پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

بڑے علماء فضلاء اور نواب زادوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ مغربی تعلیم حاصل کرنے والوں میں سے بھی لاتعداد آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ جن میں پروفیسر، ڈاکٹر، وکیل، بریسٹر اور اعلیٰ آفیسر شامل ہیں۔ آپ کا شجرہ طریقت ۳۲ واسطوں سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے۔

حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ طریقت بابا فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کا جس قدر احترام فرماتے کہ اس کی بہت کم مثال ملتی ہے۔ جب چورہ شریف حاضری دیتے تو اسٹیشن سے چورہ شریف تک پیدل ننگے پاؤں حاضر ہوتے اور واپس بھی ایسی حالت میں آتے۔ صاحبزادگان اور خدام پیر خانہ کا بے حد احترام کرتے اور

بہت زیادہ ان کی مالی خدمت بھی بجا لاتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بے شمار حج کیے کسی کو بھی ان کی تعداد معلوم نہیں صرف اتنا علم ہے کہ آپ نے سب سے پہلا حج ۱۳۱۰ ہجری میں کیا تھا۔ جب حضور والا حج کے لیے تشریف لے جاتے تو پہلے مدینہ منورہ حاضر ہوتے اور دل کھول کر خرچ کرتے اور آپ کا چہرہ مبارک ہشاش بشاش نظر آنے لگتا۔

حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ تبلیغ و ارشاد کے لیے برصغیر کے دور دراز علاقوں میں تشریف لے جاتے۔ ضرورت کے مطابق کم یا زیادہ قیام فرماتے اور آپ نے تمام مخلوق کو خدا کا پیغام سنایا ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کے جلسوں میں حاضر ہوتے اور ہدایت پاتے۔ قیام گاہ پر ہر وقت زائرین و معتقدین کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ آپ ہر شخص کے ساتھ بہ اخلاق پیش آتے۔ اس کا حال معلوم کرتے اور مناسب پند و نصائح سے نوازتے۔

پنجاب، سرحد، بہاول پور، سندھ، کراچی، یوپی، سی پی، مدراس، بمبئی، میسور، دکن، حیدر آباد، دہلی، بنگال، آسام اور دور دراز علاقوں میں آپ نے بار بار تبلیغی دورے فرمائے۔ یاغستان، افغانستان، سعودی عرب وغیرہ اور برصغیر کی مسلم اور ہندو ریاستوں میں بھی آپ تشریف لے گئے اور ہر جگہ لوگوں کو اسلام سے روشناس کیا۔ ان کے ایمان کو بچایا۔ دین و شریعت کا پابند بنایا۔ غیر مسلموں کو زیور ایمان سے مالا مال کیا اور صراط مستقیم پر چلنا سکھایا۔

ردِ مرزائیت

جب مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو مسلمان بے حد مضطرب ہوئے۔ حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء سے کمال سرگرمی کے ساتھ مرزا کی مخالفت اور تکذیب شروع کر دی۔ جہاں اس کے آنے کی اطلاع ملتی آپ

پہلے وہاں جا کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے اور اس کا جھوٹ ثابت کر دیتے۔ آخر کار ۲۵، ۲۶ مئی کی درمیانی رات کو حضور نے اعلان فرمایا کہ ''میں مرزا کو چوبیس گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں کہ وہ آ کر میرے ساتھ مباہلہ کرے۔'' پھر سب لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ''میں آپ سب کے روبرو اعلان کرتا ہوں کہ خدا کے فضل و کرم سے وہ میرے مقابلے کو نہیں آئے گا۔ کیونکہ میرا نبی سچا ہے۔ اور میں صدق دل سے اس سچے نبی کا غلام ہوں۔ اللہ آئندہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اس جھوٹے نبی سے ہمیں نجات عطا فرمائے گا۔'' جس رات حضرت نے جلسے میں پیشن گوئی فرمائی تھی۔ اسی رات تھوڑی دیر بعد مرزا کو ہیضہ ہوا۔ نصف شب گزرنے تک مرض نے شدت اختیار کر لی۔ کہتے ہیں کہ منہ سے بھی قے میں نجاست برآمد ہوتی تھی۔ آخر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کی صبح مرزا فوت ہو گیا۔

۱۹۰۱ء میں آپ نے ''انجمن خدام الصوفیہ'' قائم کی جس کے مقاصد کی تشریح یوں کی گئی:

۱- اتحادِ جمیع سلاسل تصوف

۲- اشاعت اسلام و تصوف

۳- تردید الزامات خلاف اسلام و تصوف

۴- تردید مذاہب باطلہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں مختلف رسائل بھی شامل ہوتے رہے مثلاً ''رسالہ انوار الصوفیہ'' ''رسالہ مبلغ'' ''رسالہ لمعات الصوفیہ'' ''رسالہ الجماعت'' وغیرہ۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۱۶ء میں علی پور سیداں شریف میں مدرسہ نقشبندیہ قائم

کیا اور ایک عظیم الشان کتب خانہ تیار کروایا۔ جس میں عربی فارسی اور اردو کی ہر علم اور فن کی کتابیں رکھی گئیں اس کے علاوہ آپ نے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، مہسور، قصور، فیصل آباد، سانگلہ ہل، گجرات اور ملک کے بے شمار شہروں میں مدارس قائم کیے اور بے شمار شہروں میں مسجدیں بھی تعمیر کروائیں۔

تحریک قیام پاکستان

۱۹۴۰ء میں قرار داد لاہور پاس ہوئی تو آپ نے اس کی زبردست حمایت کی اور پاکستان کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے سرگرم مبلغ کی حیثیت سے مسلمان پاک و ہند کو بیدار کیا۔ آپ مسلم لیگ کے زبردست حامی تھے اور قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت کے لئے کام کرتے رہے۔ آپ نے اپنے مریدین سے کہہ رکھا تھا کہ میں اس شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھاؤں گا جس نے تحریک پاکستان میں کسی نہ کسی رنگ میں حصہ نہ لیا ہو۔

آپ نے تحریک قیام پاکستان کی تائید وحمایت کے لیے سارے برصغیر کے دورے فرمائے۔

آپ جہاں تشریف لے جاتے وہاں اپنے طور پر جلسے منعقد فرماتے اور ان کے تمام اخراجات کا بوجھ بھی خود ہی برداشت فرماتے تھے۔ مسلم لیگ کے کارکن اور نیشنل گارڈ کے رضا کار دوڑ دوڑ کر حضور کے اتباع اور جلسے کی کامیابی کے لیے سرگرم عمل ہو جاتے۔ چنانچہ آپ کے منعقد کردہ جلسوں کو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی اور مسلم لیگ کو مستحکم و منظم بنانے کا کام کم سے کم وقت میں انجام پایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کو دو جھنڈے عطا کیے ایک سبز دوسرا سیاہ اور کثیر نقد رقم بھی عطا فرمائی اور پاکستان کی کامیابی کے لیے دعا فرمائی۔

حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے قیام پاکستان سے کئی سال قبل لاہور کے

ایک جلسہ عام میں کئی لاکھ کے مجمع عام میں کہا تھا:

"میرا ایمان ہے کہ پاکستان ضرور بنے گا۔ کیونکہ امیر ملت مجھ سے فرما چکے ہیں کہ پاکستان ضرور بنے گا اور مجھے یقین واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک کو ضرور سچا کریں گے۔"

حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کا فیض و ارشاد انسانوں کے علاوہ جنات کے لیے بھی عام تھا۔ چنانچہ آپ نے بُرے اور سرکش جنوں کو راہ راست دکھائی۔ مشرف باسلام کیا اور نماز روزے اور احکام شرعیہ کا پابند بنایا۔

بلاشبہ آپ ایک فرد نہیں بلکہ ایک تحریک تھے کہ جنہوں نے لاکھوں بندگان خدا کو راہ نوردی سے سرفراز فرمایا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک کا حق ادا کر دیا۔

بالآخر آپ کا وصال مبارک ۲۶، ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ بمطابق ۳۰، ۳۱- اگست ۱۹۵۱ء بروز جمعرات و جمعہ کی درمیانی شب گیارہ بجے ہوا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پُر انوار علی پور سیداں ضلع نارووال میں مرجع خلائق ہے۔ حضرت قبلہ جوہر ملت الحاج حافظ پیر سید اختر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مزار شریف کا کام اپنی زیر نگرانی کرایا اور گنبد شریف پر سفید رنگ کی ٹائلیں لگوائیں۔ مزار شریف کی کلس پر ایک کلو وزن سے زیادہ سونا لگوایا۔ برآمدے کے اوپر جالیوں میں قرآنی آیات کندہ کروائیں۔ اسی طرح گنبد شریف کے اوپر بھی جو کہ قابل دید ہے گنبد کے اندرونی حصے پر حضرت معین الملت پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رضا اور خوشی سے سنگ مرمر لگوایا۔ مزار شریف کے برآمدہ کی چھت چونکہ لکڑی کی تھی۔ اس لیے وقت گزرنے کے ساتھ خراب ہو گئی جو کہ حضرت قبلہ فضیلۃ الشیخ فخرِ ملت الحاج الحافظ پیر سید افضل حسین

شاہ صاحب جماعتی سجادہ نشین علی پور سیداں شریف نے تبدیل کروا کے لینٹر ڈلوایا اور اس کے نیچے خوبصورت مختلف رنگوں کی دیدہ زیب ٹائلیں لگوائیں۔ مزار شریف کے اندر فرش سے لے کر گنبد کی اونچائی تک سنگ مرمر کے اوپر شیشے کا کام کروایا اور مسجد نور میں بھی دیدہ زیب ٹائلوں کا کام کروایا جو کہ نہایت خوبصورت اور قابل دید ہے۔ دار العلوم کے کمرے اور بے شمار تعداد میں آستانہ عالیہ پر مہمان خانے تعمیر کروائے جو کہ مہمانوں کے سکون کا سبب ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں حضرت قبلہ عالم امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظاتِ مقدسہ اور خطبات و مکتوبات مبارکہ ترتیب دیئے گئے جو ہمارے لیے سامانِ آخرت اور تزکیۂ قلب کے لیے بہترین مجموعہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت بطفیل نبی مختشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اس کتاب مجموعہ عشق و محبت کو پڑھ کر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

☆ سجادہ نشین اول حضرت سراج الملت الحاج الحافظ پیر سید محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ سجادہ نشین دوم حضرت شمس الملت الحاج الحافظ پیر سید نور حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ سجادہ نشین سوم حضرت جوہر ملت الحاج الحافظ پیر سید اختر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ سجادہ نشین چہارم حضرت فخر الملت الحاج الحافظ پیر سید محمد افضل حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ سجادہ نشین پنجم حضرت ظفر الملت الحاج الحافظ پیر سید محمد ظفر حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی سرپرستی میں تقریبات جلسہ و عرس

مورخہ ۱۰ و ۱۱ رمئی، ۴ جولائی، ۳۰ اگست اور ۱۶ اکتوبر کو منعقد ہوتا ہے۔

منقبت در شان

حضرت امیر ملت حافظ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ

بڑی شان شانِ جماعت علیؒ ہے
کہیں شان ایسی نہ دیکھی سُنی ہے

دو عالم کے سرور کا وارث یہی ہے
جگر گوشۂ فاطمہ اور علیؓ ہے

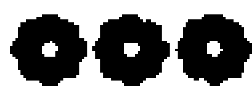
مجدد صدی کا جماعت علیؒ ہے
یہ تجدید و احیائے دین کا دھنی ہے

میری روح میں آج بالیدگی ہے
علی پور سے ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے

علی پور مداوائے بے چارگاں ہے
دو عالم میں ان کی ہی چارہ گری ہے

پریشانیوں کا علاج مکمل
شہنشاہِ حضرت جماعت علیؒ ہے

ہمیں مل گیا کوچہ شاہِ جماعتؒ
غریبوں کو جائے پناہ مِل گئی ہے



حضرت الحاج الحافظ القاری قبلہ فخر ملت

پیر سید افضل حسین شاہ جماعتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام و المسلمین، رئیس المتکلمین، العارف ابنِ عارف، شیخ الحدیث والتفسیر، اُستاذُ العلماء والفضلاء، حُجۃ الکاملین وسند الواصلین، عاشقِ رسول پیر طریقت، رہبرِ شریعت منبعِ رشد و ہدایت، پیکر صدق و وفا، حضور فخرِ ملت حضرت قبلہ الحاج الحافظ علامہ مفتی پیر سید افضل حسین شاہ نقشبندی مجددی جماعتی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸ر جنوری ۱۹۴۲ء بمطابق ۳۰ ذوالحجہ ۱۳۶۰ھ بروز اتوار خانوادۂ امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ میں جوہر ملت حضرت پیر سید اختر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب ۴۲ویں پُشت میں جا کر شفیع معظم نورِ مجسم آقائے نامدار احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت سے قبل سنوسی ہند، ابوالعرب بانی پاکستان حضرت قبلہ عالم حاجی و حافظ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بشارت دی کہ "سید اختر حسین شاہ کے گھر بیٹا پیدا ہوگا اُس کا نام سید افضل حسین شاہ رکھنا۔ صاجبزادہ حافظ قرآن بھی ہوگا اور ساری زندگی قرآن یاد بھی رہے گا اور اللہ کا ولی بھی ہوگا۔" آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش پر آپ کے دادا سراج الملت حضرت پیر سید محمد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۴۰ دیگیں تقسیم کیں۔

حضور فخرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے سات سال کی چھوٹی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ بعد ازاں درس نظامی اور دورۂ حدیث شریف مکمل کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جید اساتذہ محترم مولوی عبدالرشید جھنگوی اور مولینا غلام رسول صاحب پھالیہ وغیرہم

کے زیرِ نگرانی تعلیم مکمل فرمائی۔ اُس وقت سے لے کر تا دمِ وصال قرآن مجید آپ کو یاد رہا اور ہر سال ماہِ رمضان شریف میں نماز تراویح میں قرآن پاک سنانے کی سعادت حاصل کرتے رہے۔ ایک دفعہ سابق صدرِ پاکستان پرویز مشرف نے مشائخ کنونشن منعقد کیا، جس میں ڈی سی او نارووال کے ذریعے سجادہ نشین امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ پیر سید افضل حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت نامہ بھیجا۔ علامہ قاضی محمد یعقوب رضوی صاحب نے حضور فخرِ ملت کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دعوت نامہ پیش کیا اور عرض گزار ہوئے کہ حضور ڈی سی او صاحب نے اصرار کیا ہے کہ آپ ضرور اسلام آباد تشریف فرما ہوں۔ ماہِ رمضان المبارک تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ''میں مشرف کی بات سنوں یا رمضان شریف میں نماز تراویح کے دوران اللہ کا قرآن سناؤں۔ میرے لیے یہ زیادہ اعزاز کی بات ہے کہ میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پہ اللہ کا قرآن سناؤں۔

۱۹۴۹ء میں جب حضرت قبلہ عالم امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ محدث علی پوری نارووال میں جمعہ کی نماز پڑھانے کے لیے تشریف فرما ہوئے تو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نارووال والو! یہ دیکھو اتنی چھوٹی عمر میں میرے پڑپوتے نے قرآن پاک حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور اب یہ تم کو قرآن پاک سنائیں گے اور حضور فخرِ ملت نے حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں ہزاروں لوگوں کے اجتماع میں ٹیبل پر کھڑے ہو کر قرآن پاک سنایا۔ آپ کو اللہ رب العزت نے ظاہری اور باطنی علوم سے بہرہ ور فرمایا تھا۔

حضور فخرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ ایک بلند مقام اور روحانی فیض کا دائمی ذریعہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کتاب و سنت اور اتباعِ حق کا ایسا پیکر تھے کہ زیارت کرنے والوں کے لیے خیر القرون کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالمِ دین، فاضلِ

جلیل، فصیح البیان اور مبلغِ اسلام تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ عظمت و ہدایت کا وہ آفتاب تھے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو ولایت کُبریٰ کے اس عظیم مرتبہ سے نوازا تھا کہ آپ کے مقام کے عرفان سے اہلِ کشف بھی عاجز ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جہاں اللہ رب العزت نے ایسا بے مثال جمال ظاہری عطا فرمایا تھا کہ دیکھنے والے اکثر پہلی نظر میں ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گرویدہ و شیدا ہو کر رہ جاتے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کو حُسنِ سیرت سے بھی نوازا گیا۔ آپ کے حُسنِ صورت و حُسنِ سیرت کی تنویر کی دامن کش اور دلربا گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر خصلت میں بے نظیر و بے مثال تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کریم النفس، شریف الطبع، شیریں کلام، نرم خو، خودار اور خوگرِ صبر و قناعت تھے۔ ہمدردی خلق اور خیر خواہی کا جذبہ قدرت کاملہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ نہایت عالی ظرف، فراخ دل، بلند حوصلہ، صوفی باصفا اور ولی کامل تھے۔ ع

نگاہ میں برق نہیں چہرہ آفتاب نہیں
یہ بات کیا ہے؟ انہیں دیکھنے کی تاب نہیں

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آواز مبارکہ شیریں، پُرسوز اور باوقار تھی۔ یوں متانت (پختگی، سنجیدگی) سے گفتگو فرماتے کہ ایک ایک لفظ گنا جا سکے اور یاد رہ جائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظِ مبارکہ اسی وقت دلوں پر نقش ہو جایا کرتے تھے۔ ع

حق و صداقت کی باتیں یوں پیار سے سناتے رہے
بھٹکے ہوئے بندگانِ خدا کو راہِ حق دکھاتے رہے
قلب کے ظلمت کدے میں شمع وحدت جلاتے رہے
عرفان سب کے دلوں پہ وہ نقش اپنا جماتے رہے

حضور فخرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ بابرکات اسلاف الصالحین کا ایک متبرک نمونہ تھا۔ اسلام کی خدمت جس انداز میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی ذاتِ والا ان صفات کی حامل ہے جو ایک مردِ کامل، رہبرِ شریعت میں ہونی چاہئیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خداوند قدوس نے قبولِ عام اور محبوبیت کی وہ خلعت عطا فرمائی کہ اس کی مثال اس دور میں اگر ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ جہاں کہیں بھی آپ تشریف فرما ہوتے آپ کے وجود سے بڑھ کر دلکش اور جاذب نظر اور کوئی چیز وہاں معلوم نہ ہوتی تھی۔ کسی جگہ بھی آپ کی تشریف آوری کی قبل از وقت اطلاع ہو جاتی تو وہاں آناً فاناً ہزاروں لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ اس خداداد مقبولیت کے احاطہ میں آ کر کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ ع

میرے خواجہ کا جلوہ دیکھنے والوں نے کیا دیکھا
سراپاءِ نورِ محبوب خدائے دو جہاں خواجہ رحمۃ اللہ علیہ

عارفینِ حق ہمیشہ تواضع اپناتے ہیں محبوبانِ خدا اولیائے کرام کے اوصاف حمیدہ سے ایک خاص امتیازی وصف ہے۔ مردانِ خدا میں سے جس قدر کوئی عظیم المرتبت ہو گا۔ اسی قدر وہ متواضع اور منکسر المزاج ہو گا۔ حضور فخرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ فطرتاً نہایت ہی متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ اسی تواضع و انکساری کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ اللہ رب العزت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے زمانہ مبارکہ میں وہ رفعت عطا فرمائی کہ جس کی مثال ملنا اگر ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔ آپ کے مزاج گرامی پر تواضع و انکساری کا اس قدر غلبہ تھا کہ آپ اپنی تعریف و توصیف کسی رنگ میں پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جود و سخا اور فیوض و برکات ظاہری و باطنی کا مرکز تھے۔ آپ کے درِ فیض پر تشنگانِ ظاہری و باطنی، دکھ درد اور آلام و

مصائب کے ہجوم میں گھرے ہوئے لوگوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ ہر شخص اپنی حاجت، آس و مراد اور اپنا دکھ درد پیش کرنے کے لیے حاضر ہوتا اور مکمل توجہ حاصل کر کے اور دامنِ مراد اپنے مقصود سے بھر کر ہی واپس جاتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ عشاق کا مرجع اور ملجا و ماویٰ تھے اور طالبان ازلی تو آپ کے اس طرح والہ و شیدا تھے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر وہ سب دکھ درد بھول جاتے تھے۔ ع

دکھ درد کے ماروں کو غم یاد نہیں رہتے
جب سامنے آنکھوں کے غمخوار نظر آئے

آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی سائل اور حاجت مند کو خالی نہیں جانے دیتے تھے۔ سائل کی ضرورت اور حاجت ہر حال میں پوری فرماتے۔ اپنوں اور غیروں، عقیدتمندوں اور زائرین کا کوئی لحاظ نہ تھا۔ غریبوں کی مدد کرنا آپ کا شعار تھا۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ آپ کی خدمت اقدس میں کوئی چیز بطور نذرانہ پیش ہوتی تو آپ کسی ایسے سفید پوش حاجتمند کو عطا فرما دیتے جو اسی غرض سے حضور کی بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہوتا۔ ع

مرشد دے پاک دوارے تے ہر درد دا دارو ملدا اے
دن رات دُعاواں منگیاں کرو رہوے وسدا دوارا مرشد دا
جہیڑا امان ہے بھکیاں ننگیاں دا جیہڑا دردی ماڑیاں چنگیاں دا
رہوے محشر تک بلندی تے ہر وقت ستارہ مرشد دا

اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مجسمۂ اخلاق و اخلاص بنا کر بھیجا تھا۔ آپ اس قدر مہمان نواز تھے کہ ہر آنے والے کو پہلے لنگر شریف کھانے کا حکم صادر فرماتے اور آپ کے درِ دولت پر چوبیس گھنٹے لنگر عام ہے۔ ع

اے دولتِ عرفان کے منگتو اس در پہ آؤ جس در پہ صدا
دن رات خزانے رحمت کے سرکار لٹایا کرتے ہیں

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علم اور فصیح البیانی کا یہ عالم تھا کہ ایک دن آستانہ عالیہ ساہو چک شریف میں تشریف فرما تھے۔ آپ ارشادات سے نواز رہے تھے کہ مجھے فرمانے لگے ''عرفان! میں نے کبھی تقریر کی تیاری نہیں کی جو بھی آیت مقدسہ اللہ تعالیٰ فقیر کی زبان پر جاری فرمائیں اُس کے مطابق بیان بھی کروا دیتے ہیں'' اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کا یہ عالم ہوتا کہ بڑے بڑے علماء بھی دقیق نکتے سُن کر حیران رہ جاتے اور آپ ہی کے ہو جاتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۰۱۱ء میں راقم سے ماہنامہ مناط الاسلام کا آغاز کروایا اور ۱۷ر جون ۲۰۱۲ء بروز اتوار کو دار العلوم حنفیہ غوثیہ ساہو چک کا افتتاح فرمایا۔ واعظ فرمایا اور یہ آپ کی حیاتِ طیبہ کا آخری جلسہ اور واعظ تھا۔ ع

مرشد کامل عارف عالم علم حقیقت والا
مرشد کامل واقف حاکم حکم شریعت والا

حضور سیدی و سندی، اُستاذی و مرشدی فخر ملت رحمۃ اللہ علیہ حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کی مسند طریقت پر لوگوں کے دلوں میں محبت رسولؐ، محبت آل و اصحاب رضی اللہ عنہم اور تعلیماتِ بزرگانِ دین کو اجاگر کرتے رہے۔ دینِ اسلام کی ترویج و اشاعت میں شب و روز ملک اور بیرونِ ملک مصروفِ عمل رہے۔

جب کوئی آدمی آپ کے حلقہ طریقت میں داخل ہوتا آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کو اطیعو اللّٰہ و اطیعو الرسول، جان جائے تو جائے نماز نہ جائے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پاسداری کا وعدہ لے کر بیعت فرماتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ساری عمر خدمت خلق میں گزاری۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کئی حج کیے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مدینہ شریف سے گہری محبت و عقیدت تھی کہ گھنٹوں دربار رسالت مآبؐ پہ بیٹھ کر زار و قطار عشق رسولؐ میں اشک بہاتے رہتے اور مریدین کو

مدینہ شریف کی حاضری پہ زور دیتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی لا تعداد کرامات اور محبت آموز واقعات ہیں اور ہر مرید و عقیدتمند کے ساتھ نیا اور منفرد کرم فرمائی کا انداز تھا۔ جنہیں عوام اور عقیدتمند ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ آپ نے دربار عالیہ پہ خوبصورت شیشے اور دیدہ زیب ٹائیلوں کا کام کروایا۔ مسجد نور میں ٹائیلیں لگوائیں، درگاہ شریف پہ ۱۰۰ کمرے سے زائد مہمان خانے بنوائے۔ لنگر خانے تعمیر کروائے۔ دار العلوم کے طلباء کے ہاسٹل کی تعمیر کروائی، سینکڑوں لوگوں کو حج و عمرہ اور یتیم بچیوں کی شادی کے اخراجات اُٹھائے۔ ع

کبھی بھول کر بھی نہ اِس کو بھلانا
بہت دلربا ہے نشانِ علی پور

آپ رحمۃ اللہ علیہ ۳۲ سال درگاہِ عالیہ حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین رہے اور لاکھوں لوگوں کو عشقِ رسولؐ اور فیضانِ امیر ملت سے مالا مال فرماتے رہے۔ آخری گھڑیوں میں سیالکوٹ اسلام سنٹر ہسپتال میں زیر علاج تھے کہ اچانک اپنے خدام کو فرمایا کہ مجھے گھر لے چلو، مجھے حضرت صاحب کے پاس لے چلو اور بار بار پوچھتے ابھی چار نہیں بجے رات بھی ہو گئی ہے۔

آخر کار ۱۳ر شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ بمطابق ۴ر جولائی ۲۰۱۲ بروز بدھ ۴ر بج کر ۴۵ منٹ پر آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ آج رات دنیا اپنے حال میں مست اس ایک ضلع نارووال کی مایۂ ناز ہستی کامل، عارف حقانی، درویش صفت، سراپاء رحمت اور عوام و خواص کے سروں پر دست شفقت پھیرنے والے مردِ کامل سے بچھڑ گئی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

سفر آخرت آپ کی پیشانی مبارک پر یہ جملہ جو یدا تھا:

هٰذَا حَبِيْبُ اللّٰهِ مَاتَ فِيْ حُبِّ اللّٰهِ ط

بوقت وصال کلمہ طیبہ حضور کے لبوں پر جاری تھا۔ آپ نے اوپر کی طرف آنکھیں اُٹھائیں اس کے ساتھ ہی آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں لیکن چہرہ مبارک پر ہلکا تبسم تھا اور چہرۂ نورانی چمک رہا تھا جو کہ نورِ مجسم رحمت عالم ﷺ کے عاشقوں کا خاصا ہے۔ ع

نشانِ مردِ حق دیگر چہ گویم
چو مرگ آید تبسم بر لب اوست
(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

شام ۶ بجے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین حضرت صاحبزادہ پیر سید ظفر حسین شاہ صاحب نے پڑھایا۔ جس روز آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا سخت گرمی تھی لیکن جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو ضلع نارووال کے تمام علاقوں میں موسلا دھار بارش ہوئی لیکن سرزمین علی پور سیداں شریف میں ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں اور اچانک موسم ٹھنڈا اور خوشگوار ہو گیا یہ اللہ والوں کی نشانیاں ہیں۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللهِ لَهٗ يَمُوْتُوْنَ بَلْ يَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارِ اِلٰى دَارِ آخِرِهٖ۔

ترجمہ: ''اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ دار بقاء کی طرف نقل مکانی کرتے ہیں۔'' ع

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پاک میں ایک صاحبزادہ صاحب اور ایک

صاحبزادی ہیں۔

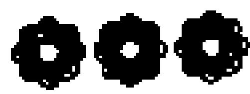
آپ کے جانشین آپ کے لختِ جگر پروردۂ آغوشِ ولایت پیر طریقت ظفر الملت حضرت الحاج الحافظ پیر سید ظفر حسین شاہ صاحب مقرر ہوئے جو کہ مریدین کو حضور فخرِ ملت کی طرح مہربانیوں، شفقتوں اور عنایات سے نواز رہے ہیں۔

یا الٰہی تا بہ ابد آستانِ یار رہے
یہ آسرا ہے غریبوں کا برقرار رہے

حضور ظفر الملت کے صاحبزادے سید نور حسین شاہ صاحب سید رافع حسن شاہ صاحب اور سید محمد اشرف حسین شاہ صاحب بھی محفل میں آ کر قرآن مجید کی تلاوت اور نعت رسول مقبول ﷺ پیش کرتے ہیں۔ ع

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

تراب اقدام الاولیاء خلیفہ مجاز حضور فخرِ ملت احقر العباد صاحبزادہ
عرفان الٰہی قادری عفی اللہ عنہ
خادم درگاہِ عالیہ ساہو چک شریف ضلع سیالکوٹ
چیف ایڈیٹر ماہنامہ مناط الاسلام سیالکوٹ پرنسپل و محتمم
دار العلوم حنفیہ غوثیہ دربارِ عالیہ حضرت خواجہ صوفی اللہ رکھا شاہ رحمۃ اللہ علیہ
یکم رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ بمطابق ۱۲ر جولائی ۲۰۱۲ء بروز شنبہ
بوقت سحری



منقبت درِ شانِ فخرِ ملّت حضرت الحاج الحافظ علامہ

پیر سید افضل حسین شاہ صاحب جماعتی دامت برکاتہم

فقط "شاہ افضل" ہیں شانِ علی پور
ہے روشن انہی سے جہانِ علی پور
فضیلت یہ بخشی علی پور کو رب نے
جہاں ہو گیا مدح خوانِ علی پور
"جماعت علیؒ" کا گھرانہ سخی ہے
بنی ہے سخاوت پہچانِ علی پور
یہی جانشینِ "جماعت علیؒ" ہیں
انہیں لوگ کہتے ہیں جانِ علی پور
محبت نے کھینچا علی پور کی جانب
چلے سر کے بل عاشقانِ علی پور
ہُوا ان پہ پیہم کرم پیشوا کا
حاضر ہوئے قدر دانِ علی پور
جنہیں "شاہ افضل" نے در پر بلایا
وہی پا سکے ہیں فیضانِ علی پور
اسی در کی نسبت سے پہنچے مدینے
ہوئے دل سے جو خادمانِ علی پور

خدا کا ولی ہے مکینِ علی پور
ہے مسحور کن آن بانِ علی پور

کبھی بھول کر بھی نہ اس کو بھلانا
بہت دل ربا ہے نشانِ علی پور

ضرورت رہی نہ اسے پھر ہُما کی
ہُوئے جس پہ راضی سلطانِ علی پور

درِ پیشوا پر پھریں سر جُھکا کر
ہیں شیروں پہ بھاری سگانِ علی پور

بسی ہے ہوا میں مہک پیاری پیاری
کھلے ہیں گُلِ گلستانِ علی پور

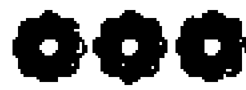
خدا ''شاہ افضل'' کو عمرِ خضر دے
رہے تا قیامت ایوانِ علی پور

علی پور سے ہو کر مدینے کو جائیں
میسر ہوا جن کو خوانِ علی پور

چلو زائرو! اب نگاہیں جھکا لو
کہ وہ آگیا ہے میدانِ علی پور

دُعا یہ کرو شاؔد سجدے میں جا کر
رہے اوج پر خاندانِ علی پور

نتیجہ فکر: محمد ظریف شاد جماعتی، بھلوال (سرگودھا)



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

ضرورتِ مرشد

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَ نَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَ الشَّاکِرِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اما بعد!

خداوند تبارک وتعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَ جَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (پ٦، ع١٠)

ترجمہ ''اے ایمان دارو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف کوئی وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں کوشش کرو تا کہ تم خلاصی پاؤ۔''

اس آیت شریفہ میں خداوند تعالیٰ نے تصریح کے ساتھ وسیلہ کی تاکید فرمائی ہے۔ یعنی ایمان اور اتقا اور جہاد فی سبیل اللہ جیسا ضروری بیان فرمایا ہے۔ ویسے ہی وسیلہ کا پکڑنا بھی ایک ضروری امر قرار دیا ہے بلکہ نجات کا دار و مدار ہی ان چار چیزوں پر رکھا ہے۔ ایمان ہو، اتقا ہو، جہاد ہو، اور وسیلہ، اس کے قرب کے حاصل کرنے کے واسطے بھی ہو، جب تو نجات ہے ورنہ معاملہ مشکل ہے۔ خداوند تعالیٰ کو اپنی مخلوق کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے اور ان پر نہایت درجہ کی

عنایت و مہربانی ہے۔ باوجود ایسے تعلق و الطاف کے پھر بھی ہدایت کا ذریعہ رسولوں اور انبیاء ہی کو ٹھہرایا کیونکہ قدرت نے جہاں اور کائنات کو بغیر قواعد کے نہیں چھوڑا۔ وہاں ہدایت کے محکمہ میں بھی ایسے قواعد جاری فرمائے ہیں کہ ان کی پابندی کے بدون ہدایت کے سلسلہ کا جاری رہنا محال ہے۔ رسول خالق اور مخلوق کے مابین برزخ ہوتا ہے اور اس کو دونوں طرف تعلق ہوتا ہے۔ دل اس کا خداوند کے ساتھ ہوتا ہے اور جسم مخلوق کے ساتھ۔

اِدھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق میں شامل!
خواص اس برزخ کبریٰ میں تھا حرفِ مشدد کا

اس برزخ کا یہ کام ہوتا ہے کہ مخلوق کو خالق کی رضا پر ثابت ہونے کی ہدایت کرے۔ عبادت کے قاعدے سکھائے اور خداوند تعالیٰ اور بندوں کے معاملات میں جو بندوں کی سیہ کاریوں کی وجہ سے پیچیدگیاں واقع ہوگئی ہوں ان کو دور کر کے معاملات صاف کر دے۔ عہد رسالت کے بعد یہ خدمت خلافت کو سپرد ہوئی۔ جس کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء نے بڑی محنت سے نباہا اور قیامت تک یہی خلفاء رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس خدمت کو سرانجام دیتے رہیں گے۔ اسی گروہ کو گروہ صوفیاء کرام پیران عظام یا مرشدان کامل کہا جاتا ہے۔ یہی فرقہ خالق اور مخلوق کے درمیان وسیلہ ہے۔ یعنی قرب الٰہی کے حاصل کرنے کے واسطے ان پیران عظام میں سے کسی ایک کو وسیلہ پکڑنا طالبان حق کے لیے ضروری بلکہ فرض ہے۔

آیت مذکور کی تفسیر میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد سے نقل کر کے وسیلہ سے مراد ذات مرشد لی ہے اور جن لوگوں نے لفظ وسیلہ کے معنی قرآن شریف یا ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اختیار کیے ہیں۔ ان کو شاہ صاحب یوں

جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے اس آیت میں مومنوں کو خطاب کر کے وسیلہ کی تلاش کا حکم فرمایا ہے اور کوئی شخص جب تک قرآن شریف اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے مومن نہیں ہوتا۔ یعنی مومن وہی ہے جو قرآن پاک اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دل سے حق مان چکا ہوگا۔ پس وہ وسیلہ کوئی اور وجود ہوگا جس کی تلاش کا بندوں کو قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد حکم فرمایا ہے اور وہ مرشد کی ذات ہے جو بندے کو مولا سے واصل کر دیتا ہے۔ شریعت پر چلنے کا لوگوں کو حکم کرتا ہے۔ بدی سے روک کر لوگوں کو نیکی کی ہدایت کرتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو دلوں میں قائم کرتا ہے۔ اگرچہ ہادی حقیقی خدا کی ذات ہے۔ وہ جسے چاہے ہدایت کرے۔ مگر یہ بھی اس حکیم کی حکمت ہے کہ دنیا کو عالم اسباب بنا کر ہر اک چیز کو سلسلہ اسباب میں ایسا پابند کر دیا کہ جیسے کوئی بچہ بغیر ماں باپ کے پیدا نہیں ہوتا اسی طرح پیر اور مرید کے تعلق کے بدوں کوئی طالب حق خدا سے واصل نہیں ہو سکتا۔ یعنی جب تک کوئی پیر کامل دستیاب نہ ہو ہدایت کا حاصل ہونا محال ہے۔ یہی قاعدہ دنیا کی ہر ایک چیز پر جاری ہے۔

حضرت مولانائے روم فرماتے ہیں:

ہیچ کس از نزد خود چیزے نشد
ہیچ آہن خنجر تیزے نشد!!
ہیچ حلوائی نہ شد اُستاد کار
تاکہ شاگرد شکر ریزے نشد
مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزے نہ شد

ان تینوں بیتوں کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے آپ کچھ نہیں بن سکتا

جیسے کہ کوئی لوہا خواہ وہ کیسے ہی اعلیٰ درجے کا ہو لوہار کی محنت کے بغیر تلوار نہیں بن سکتا، دوسرے بیت میں یوں فرماتے ہیں کہ تلوار کا بننا تو بڑا کام ہے۔ مٹھائی جو صرف تین چیزوں (گھی، چینی میدہ) سے بنتی ہے۔ یہ بھی کسی حلوائی کی شاگردی کے بغیر نہیں بن سکتی۔ تیسرا بیت جو اس غزل کا مقطع ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مولوی بھی جب تک شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کا غلام نہ بنا یہ بھی مولانائے روم کہلانے کا مستحق نہیں ہوا۔ نتیجہ یہ کوئی بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا کام کسی دوسرے کی مدد کے بغیر اس دنیا میں نہیں ہو سکتا۔ یعنی جب مٹھائی جیسی چیز بھی اُستاد کی مدد کے بغیر اس دنیا میں نہیں بن سکتی تو ایک خاک کے پتلے کا مقرب بارگاہ الٰہی بن جانا پیر کی امداد کے بغیر کیسے ممکن ہے۔ دوسری جگہ مولانائے روم اس طرح فرماتے ہیں:

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر!
ہست بس پر آفت و خوف و خطر
کاندریں راہ بارہا تو رفتہ
بے قلاوز اندراں آشفتہ!

یعنی جن راہوں میں تو ہر روز چلتا پھرتا ہے ان میں بدرقہ کی امداد کے بغیر بھول جاتا ہے تو راہ سلوک جس کو تو نے کبھی نہیں دیکھا اور جس میں نفس اور شیطان جیسے راہزن موجود ہوں اس میں کسی راہنما کی امداد کے بغیر تو کیسے چل سکتا ہے۔ آج کل کا مشاہدہ گواہ ہے کہ اس زمانے میں وہی لوگ زیادہ تر گمراہ ہوئے جن کا کسی سلسلہ پیران عظام سے تعلق نہ تھا۔ جن لوگوں نے کسی خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی پیر کامل کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیا اور خود بخود اس راہ کو طے کر کے پیر بننے کی کوشش کی وہ شیطان کا شکار ہوئے اور اس ہدایت شیطانی کے موافق اور لوگوں کو

بھی گمراہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آئے دن ایک نیا فرقہ جاری ہوتا ہے اور اس فرقہ کے خیالات بھی نئے ہوتے ہیں۔ قرآن پاک اور احکام شریعت کو اپنے خیالات کے موافق بنانا چاہتے ہیں۔ تاویل کے پیرایہ میں تحریف قرآنی کرتے ہیں۔ احادیث نبویہ ﷺ کو اُلٹ پلٹ کر اپنی رائے کے ماتحت بناتے ہیں۔ خود ہادی بنتے ہیں۔ اس طرح سے خود گمراہ ہوتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ مرشد حق کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ان جان و ایمان کے دشمن فریبی راہزنوں سے لوگوں کو بچایا جائے۔

مرشد ایسا ہونا چاہیے جو خود کسی ایسے سلسلہ پیران میں داخل ہو جو سلسلہ جناب رسول اللہ ﷺ تک جا پہنچتا ہو۔ جیسے تسبیح کے دانے ایک دوسرے سے مل کر ایک سلسلہ کا حکم رکھتے ہیں اور سب ایک ہی امام کے پیچھے ہوتے ہیں یا زنجیر کے حلقے جو ایک دوسرے سے پیوستہ ہوتے ہیں یا جس طرح ایک چراغ دوسرے چراغ سے روشن کیا جاتا ہے اور اس دوسرے چراغ سے تیسرا اور تیسرے سے چوتھا یہاں تک کہ اگر ایک ہزار چراغ بھی اس سلسلہ سے روشن کیا جائے تو ہزارویں چراغ کی روشنی میں بھی یہ عام انتقال کمی پیدا نہیں کر سکتا۔ یعنی اس چراغ میں بھی وہی نور پایا جائے گا۔ جو پہلے چراغ میں تھا۔ اسی طرح سے آپ سلسلہ صوفیائے کرام رحمہم اللہ کو بھی تصور کر لیں کہ سیدنا جناب رسالت مآب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے سینہ کا نور سینہ بہ سینہ پیران عظام کے سینوں میں منتقل ہو کر آیا ہوا ہے۔ یعنی جناب حضرت رسول اللہ ﷺ کے سینہ مبارک سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سینہ میں وہ نور منتقل ہوا۔

حدیث شریف:

مَا صَبَّ اللّٰهُ فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا صَبَبْتُهٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ۔

ترجمہ "جو کچھ اللہ نے میرے سینے میں ڈالا۔ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینہ میں ڈال دیا۔

اس پر گواہ ہے۔ وہاں سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے سینہ میں۔ وہاں سے حضرت امام قاسم رضی اللہ عنہ نے لیا۔ غرض اسی سلسلہ سے میرے پیر و مرشد جناب حضرت بابا جی صاحب قبلہ عالم تیراہی رحمۃ اللہ علیہ کے سینہ میں ظاہر ہوا۔ بزرگان دین کا سلسلہ تار گھروں کے دفتروں کا سا ہے۔ سارے بزرگان دین کی روحیں آپس میں تعلق رکھتی ہیں۔ ایک اسٹیشن پر اگر تار ہلا دی جائے تو سب گھروں میں وہ خبر جا پہنچتی ہے۔ یعنی ہر ایک صوفی کی روحانی برق کا تعلق تجلیات الٰہی کے سب سے بڑے دفتر یعنی دربار حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے قائم ہوتا ہے۔ باقی سب تار برقیاں اسی صدر کی شاخیں ہیں۔

یا یوں کہو کہ بجلی کی وہ کل جس میں بجلی پیدا کر کے انسان کے جسم میں پہنچائی جاتی ہے۔ اس کل کو گھماؤ اور ایک آدمی کا ہاتھ اس سے لگاؤ وہ بجلی اس آدمی کے جسم میں اثر کرے گی۔ پھر اس آدمی کے ساتھ دوسرا آدمی اور دوسرے کے ساتھ تیسرا آدمی ہاتھ لگاتے جائیں تو جس قدر انسان اس برقی سلسلہ میں شامل ہوں گے سب کے جسم میں وہی تاثیر موجود ہو گی جو پہلے آدمی کے بدن میں تھی۔ اسی طرح سے جو لوگ برق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں مسلسل ہیں ان کے سینوں میں بھی وہی نور عرفان موجود ہے۔ جو سینہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا۔ پس ضروری ہو کہ جو شخص اس نور عرفان کا طالب ہو وہ صوفیائے کرام رحمہم اللہ کے سلسلہ میں سے کسی سلسلہ کے پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرے ورنہ محروم رہے گا۔ کیونکہ صوفیائے کرام رحمہم اللہ کے سینوں کے بغیر اس نور عرفان کا حاصل ہونا محال ہے۔

اس مضمون کی تائید میں "تفسیر روح البیان" کی مندرجہ ذیل عبارت

کافی شہادت ہے۔

و اعلم ان الاية الكريمة صرحت بالامر بابتغاء الوسيلة و لا بد منها البتة فان الوصول الى الله تعالىٰ لا يحصل الا بالوسيلة و هى علماء الحقيقة و مشائخ الطريقة۔ (قال الحافظ)

قطع ایں مرحلہ بے ہمرہی خضر مکن
ظلما تست بترس از خطر گمراہی

و العمل بالنفس يذيد فى وجودها، و اما العمل وفق اشارة المرشد و دلالة انبياء و الاولياء فيخلصها من الوجود و يرفع الحجاب و يوصل الطالب الى رب الارباب قال الشيخ ابو الحسن الشاذلى كنت انا و صاحب لى قد اوينا الى المغارة لطلب الدخول الى اللّٰه و اقمنا فيها و نقول يفتح لنا غدا او بعد غد فدخل علينا يوما رجل ذو هيبة و علمنا انه من اولياء فقلنا له كيف حالك فقال كيف يكون حال من يقول يفتح لنا غدا او بعد غدا و بعد غد بالنفس لم لا تعقدين اللّٰه اللّٰه فيه تقطنا و تبنا الى اللّٰه تعالىٰ و بعد ذالك فتح علينا فلا به من قطع التعلق من كل دوجه لينكشف حقيقة الحال۔ (الخ)

ترجمہ "واضح رہے کہ اس آیت کریمہ نے وسیلہ کے طلب کرنے کی صاف طور سے تصریح کی ہے جس سے ہرگز چارہ نہیں ہوسکتا

کیونکہ وصول الی اللہ بغیر وسیلہ کے ممکن نہیں اور وسیلہ سے علماء حقیقت اور مشائخ طریقت مراد ہیں اور نفس کی رائے پر عمل کرنا اس کے وجود کو زیادہ کرتا ہے لیکن مرشد کے حکم اور انبیاء اور اولیاء کی دلالت پر عمل کرنے سے نفس اپنے اخلاق ذمیمہ سے خلاصہ حاصل کر لیتا ہے اور حجاب دور ہو جاتے ہیں اور طالب رب الارباب کے ساتھ واصل ہو جاتا ہے۔ شیخ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں ایک رفیق کے ساتھ ایک غار میں طلب خدا کے واسطے گیا اور ہم آپس میں گفتگو کرتے تھے کہ ہمارا کام کل یا پرسوں تک ہو جائے گا۔ ایک دن ایک بارعب آدمی ہمارے پاس آیا اور اس کے چہرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ ولی کامل ہے۔ ہم نے اس کی خدمت میں عرض کی کہ آپ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ اس شخص کے حال کیا پوچھنا جو کہے کہ میرا کام کل یا پرسوں تک بن جائے گا۔ اے نفس تو اللہ کی بندگی اللہ ہی کے واسطے کیوں نہیں کرتا۔ اس سے ہم ہشیار ہو گئے اور اللہ کی بارگاہ میں توبہ کی۔ اس کے بعد ہماری مشکل آسان ہو گئی۔ بے شک برگزیدہ لوگوں کی صحبت میں شرف عظیم و سعادت عظمیٰ حاصل ہوتی ہے۔" (انتہی کلامہ)

دوسری دلیل

یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ۔ (پ ۶، ع ۷)

ترجمہ "اے ایمان دارو! تمہارے پاس خدا کی طرف سے نور اور قرآن آیا۔"

پس قرآن شریف تو ہم علماء ظاہر سے سیکھ سکتے ہیں لیکن وہ نورِ عرفان پیران عظام کی خدمت میں حاضر ہونے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ اس واسطے کسی پیر کی خدمت میں جانا ضروری ہوا۔

تیسری دلیل

قرآن پاک میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ۔

(پ ۲۸، ع ۱۱)

ترجمہ "ہم نے ان پڑھوں میں سے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنا کر بھیجا۔ وہ ان پر ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو قرآن مجید اور حکمت سکھاتا ہے۔"

اس آیت میں تین چیزوں کا بیان فرمایا گیا ہے۔ ایک تو آیت کا پڑھنا، دوسرے لوگوں کو پاک بنانا، تیسرے کتاب اور حکمت سکھانا تو دل کو پاک کرنے کے واسطے ضروری ہے کہ ہم ایسے شیخ کی تلاش کریں اور اس کی خدمت میں حاضر ہوں جس کا سینہ نورِ عرفان سے منور ہو اور کسی پیر کی توجہ سے پاک و صاف ہو چکا ہو۔

چوتھی دلیل

دنیا میں چند روزہ زندگی بسر کرنے کے واسطے انسان کے لیے ضروری

ہے کہ وہ کوئی ایسا نمونہ پیش نظر رکھے جو ہر کام میں اس کی راہنمائی کا نمونہ ہوتا کہ کل اُمور دینی و دنیاوی میں اس کی تقلید کرے۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ اعمال اس کو دیکھ کر بجا لا سکے۔ چنانچہ فقیر پچھلے سال دہلی میں تھا تو مخدومی ومکرمی جناب مولانا مولوی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی کی خدمت میں سوال کیا گیا کہ آیا کسی پیر کے ساتھ بیعت کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ نہایت ضروری ہے۔ پھر محمد زین خان صاحب اپیل نویس پشاور نے عرض کی کہ اس عمل کے ضروری ہونے کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا اس واسطے کہ شیخ مرید کو عملی نمونہ بن کر دکھا دے۔ اس پر انہوں نے عرض کی۔ کیا آپ کو بھی پیر کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں! مجھے بھی ضرورت ہے۔ مثل مشہور ہے کہ ''نصیحت سے مثال بہتر ہے۔'' خداوند پاک کی قدرت کاملہ کون نہیں سمجھتا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا کون قائل نہیں۔ مگر پھر بھی اُستاد اور والدین کا زیادہ ڈر ہوتا ہے۔ ان کا ہر ایک قول اور فعل ہم پر زیادہ اثر پیدا کرتا ہے اور ان سے ڈر بھی زیادہ لگتا ہے کیونکہ نمونہ اور مثال پیش نظر رہتا ہے۔

پانچویں دلیل

قرآن پاک میں ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ٥ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ٥ (پ ۱۹، ع ۹)

ترجمہ ''قیامت کے دن تمہارا مال اور بیٹے نفع نہیں دیں گے۔ مگر اس شخص کو جو ہماری بارگاہ میں سلامت دل لائے گا۔''

اس آیت سے ثابت ہوا کہ قلب دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک قلب سلیم اور دوسرا قلب مریض، عموماً قلب تین بیماریوں میں گرفتار رہوتے ہیں۔ ایک تو بیماری

حدیث النفس ہے۔ یعنی دل خود بخود باتیں کیے جائے۔ جیسے کوئی آدمی ایک جگہ تنہا بیٹھا ہوا خود بخود باتیں کر رہا ہو تو جو آدمی باہر سے آئے گا اس کو ضرور پاگل تصور کرے گا۔ ایسے ہی جو دل خود بخود باتیں کیے جائے اس کو وہ دانا لوگ دیوانہ دل کہتے ہیں۔ یہ دیوانگی ہر ایک شخص میں موجود ہے۔ الا ماشاءاللہ

غور کر کے دیکھو کہ کسی وقت جب انسان تنہا بیٹھا ہوا ہو تو دل کی طرف خیال کر کے دیکھے کہ دل کیسے کیسے خیالات دوڑاتا ہے۔ پس یہی بیماری دل کی ہے۔ حدیث شریف میں اس مرض کے دفعیہ کی تاکید موجود ہے۔ فرمایا:

مَنْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ وَ لَمْ یُحَدِّثْ فِیْهِ نَفْسَه۔

(الخ، مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ "جو شخص دو رکعت ادا کرے اور ان میں اس کا دل باتیں نہ کرے تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔"

اس پر ایک مثال صادق آتی ہے کہ ایک دن میاں شیخ چلی صاحب نماز میں کھڑے ہوئے تھے ان کے دل میں خیال آیا کہ میرے پاس دو پیسے ہیں۔ ان کے انڈے خرید کر بچے نکلواؤں گا۔ اس طرح سے بہت سی مرغیاں ہو جائیں گی تو ان کو بیچ کر بکریاں لوں گا وہ فروخت کر کے گائے لوں گا۔ اس تجارت میں بہت سے روپے پیدا کر کے شادی کر لوں گا۔ دو بچے ہوں گے۔ ایک کا نام عبداللہ رکھوں گا دوسرے کا نام عبدالرحمٰن۔ عبداللہ عربی پڑھ کر مولوی فاضل ہو جائے گا۔ عبدالرحمٰن انگریزی پڑھ کر ایم۔ اے پاس کرے گا۔ عبداللہ عربی لباس رکھے گا اور عبدالرحمٰن انگریزی، اس ادھیڑ پن میں تھا کہ پیٹ میں درد اٹھا تھا کہ وہ خیالی پلاؤ رہا اور نہ وہ نماز۔

اس مثال سے پورے طور سے خیال میں آ سکتا ہے کہ ایک آدمی ایک

وقت میں تین کام کر سکتا ہے۔ رکوع سجود بھی کر سکتا ہے۔ قرآن شریف بھی پڑھ سکتا ہے۔ بچے بھی نکلوا سکتا ہے۔ حقیقت میں شیخ چلی ایک نہیں تھا۔ بلکہ وہ دو تھے۔ ایک وہ جو قرآن شریف پڑھ رہا تھا اور دوسرا وہ جو بچے نکلوا رہا تھا۔ جب تک انڈوں بچوں والا شیخ چلی نہ مر جائے تب تک نماز کامل نہیں ہوتی۔ وہ شیخ چلی والی نماز تو خدا کے ساتھ ٹھٹھا ہے کہ زبان تو اس کی حمد کہہ رہی ہے اور دل بچے انڈے نکلوا رہا ہے۔

بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر!
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر!
مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْتَ مُوْتُوْا۔

ترجمہ "مرنے سے پہلے مر جاؤ۔"

مطلب یہ کہ اس شیخ چلی کو مار ڈالو۔ مگر یہ شیخ چلی نہ تلوار سے مرتا ہے نہ بندوق سے۔ نہ کسی دوسرے ہتھیار سے، بلکہ اس کے مارنے کے واسطے پیر کامل کا ہونا ضروری ہے۔

ہیچ نکشد نفس را جز ظل پیر
دامن آں نفس کش را سخت گیر!

اب واضح رہے کہ شیخ چلی کوئی خاص آدمی نہ تھا۔ بلکہ ہر ایک آدمی اگر غور کرے تو وہ شیخ چلی ہے۔ قرآن پاک میں بھی اس شیخ چلی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ۔ (پارہ ۳۰، سورہ آخری)

نتیجہ یہ کہ جب تک وہ انڈے بچے نکلوانے والا شیخ چلی مر نہ جائے تب تک کوئی عبادت ٹھیک نہیں ہوتی۔

دوسری بیماری دل کے خطرات ہیں اور وہ چار قسم کے ہوتے ہیں۔ رحمانی، ملکانی، نفسانی اور شیطانی، ان نفسانی اور شیطانی خطرات کے دور کرنے کے واسطے بھی کسی پیر کی ضرورت ہے۔ مثلاً کسی آدمی کی نگاہ کسی خوبصورت سے لڑ گئی۔ آنکھیں چار ہوتے ہی اس کی صورت کا نقشہ اس کے دل میں کھنچ گیا۔

ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ
صبر رخصت ہوا اک آہ کے ساتھ!

عاشق بے چارہ ایسا محو نظارہ ہوا کہ دنیا مافیہا کی کوئی خبر نہ رہی۔

در و دیوار ہمہ آئینہ از کثرت شوق!
ہر کجا می نگرم روئے ترا مے بینم

کی حالت ہو گئی۔ اس مرض کے علاج کے واسطے اگر سارے جہاں کے ڈاکٹر اور طبیب جمع ہوں تو شفا محال۔

مریض عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

مگر خداوندِ عالم نے چند مبارک وجود دنیا میں ایسے بھی پیدا کیے ہیں جو اس درد کی دوا کر سکتے ہیں۔ وہی پیران عظام ہیں۔ کامل پیر کی ایک نظر توجہ سے ہی یک لخت وہ سارا خیال دل سے دور ہو سکتا ہے۔ حضرت سید، بھیکھ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ست گر ایسا چاہیے جو صقلی گر سا ہو
جنم جنم کے مورچے پل میں دیوے کھو

تیسری بیماری دل کی انتقاش صور محسوسات ہے۔ مثلاً ایک شخص نے لاہور کی شاہی مسجد دیکھی ہوئی ہے۔ جس وقت اس کے پاس اس کا ذکر کیا جائے

تو فوراً وہ مسجد اُس کی آنکھوں کے روبرو دکھائی دینے لگ جائے گی یا اور کوئی خوبصورت نظارہ اگر اس نے دیکھا ہو تو اس کی شکل بھی ذرا سا غور کرنے سے اس کے روبرو آجائے گی۔ اس بیماری کے دور کرنے کے واسطے بھی ضروری ہے کہ کوئی پیر کامل ہو جو لوگوں کے دلوں سے ایسے خیالات دور کر سکے کیونکہ یہ بھی توجہ الی اللہ میں ایک روک ہے۔

چھٹی دلیل

خداوند تعالیٰ نے اس کارخانہ قدرت میں ہزار ہا امراض پیدا کیے ہیں اور ان کے علاج کے واسطے ہزار ہا ذرائع صحت مقرر کیے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہر شہر میں صد ہا طبیب و ڈاکٹر و ویدک (ہندوؤں کی مذہبی کتاب پڑھا ہوا حکیم) موجود ہیں۔ تو قرین قیاس ہے کہ روحانی اور باطنی بیماریوں کے واسطے بھی ڈاکٹر اور حکیم مقرر کیے ہوں گے۔ ایسے ڈاکٹر یا طبیب خدا رسیدہ لوگ ہوتے ہیں جو پیر یا مرشد کے نام سے تعبیر کیے جاتے ہیں۔ ان روحانی اطبا کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے اب تک برابر جاری چلا آیا ہے۔ پس ہم کو اپنے روحانی امراض کا علاج روحانی طبیبوں سے ہی کرانا چاہیے۔

ساتویں دلیل

قرآن پاک میں ہے:

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔

(پ ۳۰، ع ۸)

ترجمہ "گناہوں کی شامت سے ان کے دلوں پر زنگار لگے ہوئے ہیں۔"

حدیث شریف میں ہے کہ جب آدمی ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہی کا نقطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر جب وہ دوسرا گناہ اس سے سرزد ہوتا ہے تو دوسرا نقطہ پڑ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کثرت کے ساتھ دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس پر کوئی وعظ یا کلام اثر نہیں کرتا۔ جب زنگار زیادہ ہو جاتا ہے تو وہ نہ تو علم سے دور ہو سکتا ہے اور نہ وعظ سے بلکہ علماء ظاہر بھی اس زنگار کے دور کرنے سے عاری ہیں۔ اس کے صیقل کرنے کے لیے کسی مرشد کامل کی توجہ درکار ہے جو اپنی توجہ باطنی سے اس زنگار کو دور کر کے دل کو نورانی اور روشن بنا دیوے۔

مولانائے غنیمت کنجاہی کا قول ہے:

کہ اے بے پیر تا پیرت نباشد
ہوائے معصیت دل مے خراشد

آٹھویں دلیل

حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اولا العزم پیغمبر تھے۔ ان کو علم لدنی سیکھنے کے واسطے خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ قصہ قرآن پاک کے پارہ پندرہ کے اخیر میں موجود ہے چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسرار علم لدنی سے بے خبر تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام کے کشتی توڑنے، لڑکا مار ڈالنے اور دیوار بے اجرت بنانے کے اسرار پر واقف نہ ہونے کی وجہ سے اعتراض کرتے گئے۔ حضرت خضر علیہ السلام بار بار اعتراض سے منع فرماتے گئے لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اعتراض سے باز نہ آئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صاف کہہ دیا کہ آپ اعتراض سے باز نہیں آتے اس واسطے آپ میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَ بَيْنِكَ۔ (پ ۱۶، ع ۱) کہہ کر رخصت کر دیا۔ اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیر کے کاموں پر مرید کا اعتراض کرنا اس کی محرومیت کی دلیل ہے۔ مرید

صادق وہ ہے جو پیر کے حکم کو بے دلیل مان لے۔

مے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزل ہا

چنانچہ جناب بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کے احوال میں لکھا ہے کہ آپ ایک روز مجلس عام میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کوئی چوروں نے آ کر ایک بیل اور ایک بوری غلہ گندم آپ کی نذر کر کے بیان کیا کہ ہم لوگ چوری کو گئے تھے اور تو کچھ دستیاب نہ ہوا صرف ایک بیل پر ایک گون (بوری) گندم لدی ہوئی ملی۔ چونکہ ہم بہت آدمی ہیں اور مال مسروقہ تھوڑا ہے۔ ہر ایک کو پورا نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے ہم وہ مال آپ کی نذر کرتے ہیں آپ نے قبول فرما کر درویشوں کو حکم دیا کہ بیل کو ذبح کر لو، مگر اس کا سر اور چمڑا الگ رکھنا اور غلہ گندم پسوا کر روٹیاں پکوا کر درویشوں کو کھلا دو مگر دو سیر گندم بچا کر رکھ لینا۔ حسب الحکم کھانا تیار ہوا اور درویشوں کو کھلایا گیا۔ مگر ان درویشوں میں سے دو شخص صاحب علم بھی تھے۔ انہوں نے نہ کھایا اور کہا کہ حضرت صاحب نے ستم کیا کہ یہ چوری کا مال درویشوں کو کھلا دیا۔ ہم تو یہ حرام مال نہ کھائیں گے۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو دو شخصوں نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ ہم نے اپنی کھیتی کا چالیسواں حصہ آپ کی نذر کیا ہوا تھا اور ایک بیل بھی آپ کی نیت کا رکھا ہوا تھا۔ آج وہ غلہ اس بیل پر لاد کر ہم آپ کے دربار میں لا رہے تھے کہ راہ میں وہ مال چوروں نے لوٹ لیا۔ اب آپ فرمائیں کہ وہ نذر ادا ہو گئی یا نہیں یا ابھی ہمارے ذمہ ہے۔ آپ نے وہ غلہ جو بچا رکھا تھا اور وہ بیل کا چمڑا اور سر منگوا کر ان کو دکھلایا اور فرمایا کہ یہ پہچان لو یہ غلہ اور بیل تمہارا ہے یا اور کسی کا؟ انہوں نے فوراً پہچان لیا اور عرض کیا کہ بس یہی بیل تھا اور یہی غلہ، آپ نے فرمایا کہ تمہاری نذر ادا ہو گئی ہے۔ تم ذرا دیر کر کے

لاتے، درویش بھوکے تھے۔ چوروں نے جلدی پہنچا دیا۔ بعد ازاں آپ نے ان مولوی صاحبان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ ناحق فقیر پر بدگمانی کر کے بھوکے رہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اپنے بندوں کو حرام کبھی نہیں کھلاتا۔ یہ واقعہ دیکھ کر مولوی صاحبان بہت پشیمان ہوئے معافی کے خواہاں ہوئے۔

اصل میں ایمان یہی ہے کہ بغیر دلیل کے ہو۔ اصحاب عشرہ مبشرہ کو دیکھو کہ جن کو اس مخبر صادق ﷺ نے زندگی میں ہی جنت کی بشارت دے دی تھی۔ ان کا ایمان ایسا مقبول ہوا کہ سارے اصحاب سے ممتاز ہو گئے۔ انہوں نے کون سا عمل کیا تھا؟ صرف یہی کہ نماز کے درمیان حضرت رسول ﷺ نے جب بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف منہ پھیرا تو انہوں نے بھی بلا حجت ساتھ ہی منہ پھیر لیا۔ یہی عمل مقبول ہو گیا۔ شیخ کے حکم پر دلیل طلب کرنا، طالب صادق کی شان سے دور ہے۔ حکم مان لینا ایمان ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں جانے سے بھی، پیر کی خدمت میں حاضر ہونا ثابت ہوا۔

نویں دلیل

دین کا دار و مدار اور نجات کا، محبت حضرت رسول ﷺ پر رکھا گیا ہے۔ وہ محبت نہ تو کتابوں میں مل سکتی ہے اور نہ علماء ظاہر سے، اس کے حاصل ہونے کے واسطے پیر کامل کی صحبت ضروری ہے۔ یہ محبت کا سبق اُستاد روحانی کے سوا کوئی دوسرا پڑھا نہیں سکتا۔

عقل کے مدرسہ سے اُٹھ عشق کے میکدہ میں آ
جام فنا و بیخودی ہم نے پیا جو ہو سو ہو!
مدرسہ میں عاشقوں کے جس کی بسم اللہ ہو
اس کا پہلا ہی سبق یار و فنا فی اللہ ہو!

دسویں دلیل

قرآن پاک میں وارد ہے:

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ۔ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِ۔ (سورۃ عبس)

ترجمہ "قیامت کے دن ہر ایک آدمی اپنے بھائی، ماں باپ اور بیٹی بیٹے سے بھاگ جاوے گا۔"

ہر ایک اپنے حال میں گرفتار ہوگا۔ سب رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ مگر پیر اور مرید کا رشتہ ہے کہ وہاں بھی قائم رہے گا۔ یہ رشتہ روز اوّل سے مقرر ہوا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا اِئْتَلَفَ وَ مَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اِخْتَلَفَ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ "یعنی ارواح ایک لشکر جمع شدہ تھا۔ روز اوّل میں تمام ارواح (جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک پیدا ہوں گے۔"

اکٹھے کیے گئے تھے۔ ان میں جس جس روح نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ ان روحوں کی دنیا میں بھی آ کر ضرور محبت ہوگی اور جن روحوں کی وہاں شناخت نہیں ہوئی ان کی دنیا میں آ کر بھی ہرگز محبت نہ ہوگی۔ اگرچہ وہ دونوں بھائی بھائی ہی کیوں نہ ہوں۔ قیامت کے دن ماں، باپ، بیٹا، بیٹی، بھائی، عورت جن کے رحموں کے تعلقات ہیں وہ سب ٹوٹ جائیں گے۔ مگر روحوں کے تعلقات ضرور قائم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ۔

(پ ۲۵، ع: ۱۲)

سب دوست اس دن دشمن ہو جائیں گے مگر وہ لوگ جو پرہیزگار ہیں وہ اس روز بھی دوست ہی رہیں گے۔ محبت روحانی وہی محبت ہے جو پیر کو مرید کے ساتھ ہوتی ہے اور یہ محبت روحانی حشر کے دن ذریعہ نجات ہوگی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ حشر کے دن کوئی سایہ عرش کے سایہ کے سوا نہ ہوگا۔ اس سایہ میں سات قسم کے لوگوں کو جگہ دی جائے گی۔ جن میں سے دو آدمی وہ ہوں گے جن کی دنیا میں محض اللہ کے واسطے محبت رہی ہو۔ پس اس حدیث کی رو سے پیر اور مرید دونوں زیر سایہ عرش ہوں گے تو ضروری ہے کہ کوئی پیر اختیار کیا جائے جس کی محبت کے ذریعے سے آفتاب حشر سے امان ملے۔

گیارہویں دلیل

قرآن پاک میں وارد ہے:

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ط (پ ۱۹، ع ۲)

ترجمہ "کیا تو نے اس آدمی کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔"

بعض آدمیوں کو کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ایسی محبت ہوتی ہے کہ اس محبت میں محو ہو کر خدا کو بھول جاتے ہیں۔ کوئی زر کا طالب ہے کوئی شیدائے زن، کوئی فرزند پر مفتون، کوئی دیوانہ عزت و ثروت، کسی کو زمین سے عشق ہے اور کسی کو گھوڑی سے، یہ لوگ محبت میں ایسے غرق ہو جاتے ہیں کہ اصل مطلب ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔

عشق بیٹھا ہے دل میں اک بت کا
ہم تو یارو خدا کے بھی نہ رہے

اس پر ایک حکایت یاد آئی ہے وہ ہدیہ احباب ہے۔ ایک دن میرے

اُستاد جناب حضرت مولانا مولوی فیض الحسن صاحب مرحوم سہارنپوری نے فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے ایک درویش سے پوچھا کہ کہئے شاہ صاحب کیسے گزرتی ہے؟ درویش نے جواب دیا جب سے میرا خدا مر گیا ہے بہت اچھی گزرتی ہے۔ اس پر مولوی صاحب سخت برافروختہ ہوئے اور فرمایا کہ خدا واحد قیوم حی لا یموت ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔ تو مرتد ہو گیا۔ کافر ہو گیا وغیرہ وغیرہ! اس پر درویش نے آہستہ سے پوچھا کہ مولوی صاحب! آپ نے قرآن شریف بھی پڑھا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ درویش نے کہا: مولوی صاحب یہ آیت بھی پڑھی ہے:

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَهٗ هَوَاهُ (پ ۱۹، ع ۲)

مولوی صاحب میری مراد تو یہ تھی کہ جب سے میری خواہشیں مر گئی ہیں، میری زندگی بہت اچھی گزرتی ہے۔ اس پر مولوی صاحب سخت نادم ہو کر معافی کے خواستگار ہوئے کہ مجھے اس آیت کے معنی معلوم نہیں تھے۔ توحید اور معرفت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ جل شانہ کو خدائے برحق مان کر اس کے ساتھ دل لگایا جائے اور باقی خواہشات نفسانی دل سے دور کر دی جائیں۔

دل آرا میکہ داری دل درو بند!
دگر چشم از ھمہ عالم فرو بند!

بات تو درست یہی ہے کہ دل ماسوائے اللہ سے پاک ہو جاوے مگر یہ کام یعنی دنیا کی محبت کا دل سے دور کر دینا آسان کام نہیں ہے۔ اس کے واسطے سب سے اوّل ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جس کا دل دنیا کی محبت سے بالکل سرد ہو چکا ہو پھر اس شخص کی خدمت میں رہنا اور اس کی اطاعت کرنا لازمی ٹھہرایا جائے تو دل دنیا کی محبت سے پاک ہو سکتا ہے۔

بارہویں دلیل

قرآن پاک میں وارد ہے:

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ (پ۱۳، ع۱۰)

درحقیقت سب نعمتوں سے بڑی نعمت اطمینان قلب ہے اور وہ سوائے ذکر الٰہی کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ مال و دولت، جاہ وثروت تو دل کی مزید پریشانی کا باعث ہوتے ہیں۔ ع

چندانکہ غنی تراند محتاج تراند

ایک ہندی شاعر لکھتا ہے اور خوب لکھتا ہے:

نہ سکھ گھوڑی پالکی نا سکھ چتر کی چھاتھ
یا سکھ ہر کی بھگت یا سکھ ستیاں ناتھ

یعنی اطمینان میں نے گھوڑے کی سواری میں تلاش کیا نہ ملا، پالکی میں تلاش کیا نہ ملا، تخت شاہی پر بھی اطمینان نصیب نہ ہوا اور ملا تو دو ہی جگہ ملا۔ ذکر الٰہی یا صحبت صوفیا میں، اطمینان کے طالب کو ان لوگوں یعنی صوفیائے کرام کی صحبت کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اطمینان قلب انہیں کے حصے میں دے رکھا ہے۔ ان کے سوا کوئی بھی دوسرا اس اطمینان قلب کا دعویٰ نہیں کرسکتا ان کی خدمت اکسیر اعظم ہے۔

تیرہویں دلیل

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ۔
(پ۹، ع۱۵)

ترجمہ "ایماندار وہی لوگ ہیں کہ جب ان کے پاس اللہ کا ذکر کیا

جائے تو ان کے دل ڈر جائیں۔"

اس آیت سے ایماندار کا نشان یہی پایا جاتا ہے کہ اللہ کی یاد سے اس کا دل متاثر ہو۔ جلال خداوندی اس کے دل کو ڈرا دیوے۔ عظمت الٰہی اس کے دل میں جاگزیں ہو۔ پس ان صفات کا حاصل کرنا مومن بننے کے واسطے ہر ایک آدمی کو ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ یہ صفات انہی لوگوں سے مل سکتی ہیں جو خود ان کے مشتاق ہوں اور ان صفات سے متصف ہو چکے ہوں۔ وہ سوائے پیران عظام کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

چودھویں دلیل

قرآن پاک میں مقربین کا خطاب مقربان بارگاہ الٰہی کو عطا ہوا ہے اور درجہ مقربین کا علماء ظاہر سے نہایت اعلیٰ فرمایا گیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ بادشاہ کے نوکر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو چوکیدار جن کا فرض ہے کہ غل مچاتے رہیں اور لوگوں کو آگاہ کرتے رہیں چور گھروں میں داخل نہ ہونے پائیں۔ یہ چوکیدار اگر چپ رہیں تو مجرم ہوتے ہیں۔ یہ چوکیدار تو علماء ظاہر کو تصور کرو کہ ان کا فرض ہے کہ لوگوں کو وعظ و کلام سنا کر دین کی اشاعت میں ساعی رہیں اگر عالم چپ رہے تو حدیث شریف میں اس کو گونگا شیطان کہا گیا ہے۔

دوسرے خاص نوکر ہوتے ہیں جو راز سے بھی آگاہ ہوتے ہیں اور خلوت خانہ شاہی میں بھی حاضر رہتے ہیں۔ بہت سے پوشیدہ اُمور ان پر واضح ہوتے ہیں۔ مگر ان کو زبان ہلانا بالکل روا نہیں۔ اگر اظہار کر دیں تو ویسے ہی مجرم ہیں جیسے کہ چوکیدار خاموشی پر۔ بقول سعدی رحمۃ اللہ علیہ

ستانند زباں از رقیبانِ راز
کہ تا راز سلطان نگویند باز

یعنی جو راز سے آگاہ نوکر ہوتے ہیں ان کی زبانیں شاہی حکم سے کاٹ لی جاتی ہیں تاکہ راز افشا نہ ہو جائے۔ یہی صوفیائے کرام گروہ مقربین ہیں جن کی زبان خاموش ہے۔ دیکھو جامی کیا فرماتے ہیں:

و ز عالم عشق بے زبانی اولیٰ!
در عالم فقر بے نشانی اولیٰ!

یہ رموز پڑھنے لکھنے میں نہیں آ سکتے:

ایں مدرسہ نیست جائے آواز
از سینہ بہ سینہ مے رسد راز

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں:

ایں علم درسی نہ بود در سینہ بود

یہی علم لدنی یا علم باطن اصل اُصول دین و ایمان ہے۔ بغیر صحبت کاملاں یہ نعمت عظمیٰ نصیب نہیں ہو سکتی۔ یہ حدیث دل ہے:

حدیث سر دل داند و بس
زبان و لب ازاں آگاہ نباشند
پر زباں قفل است در دل راز ہا
لب خموش و دل پر از آواز ہا!

یہ علم معرفت یا نور ایمان صرف صاحب دل کی خدمت سے مل سکتا ہے۔

پندرھویں دلیل

مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ۔ (پ ۱۹، ع ۴)

ترجمہ ''جو کوئی توبہ کرے اور ایمان لائے اور عمل نیک کرے تو اس کے سابقہ گناہوں کو ہم نیکیوں سے بدل دیتے ہیں۔''

اس آیت سے مولا کی اپنے بندوں پر انتہا درجہ کی مہربانی اور عنایت ثابت ہوتی ہے کہ ایک توبہ سے سارے پچھلے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور توبہ از روئے دیانت تو کافی ہے کہ بندہ خدا کو حاضر جان کر اس کے روبرو اپنے گناہ کا اقرار کرے اور اس سے معافی طلب کرے۔ مگر از روئے شریعت ضروری ہے کہ توبہ کا ایک گواہ بھی ہو۔ چونکہ گواہ کی وقعت پر بڑا دارومدار ہے۔ اس واسطے توبہ کا گواہ ایک کامل مردِ خدا ہونا چاہیے اور وہی مرشد ہوتا ہے۔

سولہویں دلیل

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا۔ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔

(پ ۳۰، ع ۱۶)

ترجمہ ''اس نفس کو جس نے پاک کرلیا وہ خلاصی پا گیا۔''

اب نفس کے پاک کرنے کے واسطے اس کے اخلاق ذمیمہ کو دور کرنا ضروری ہے۔ تا کہ وہ نیک اخلاق سیکھے اور نفس بالطبع سختی پسند ہے۔ صلح سے اس کا راہ پر آجانا ممکن نہیں تو کوئی پاک وجود تلاش کرنا چاہیے جس کا نفس پاک ہو چکا ہو۔ اس کی صحبت کو لازم پکڑنا اور اپنی کل خواہشوں کو اس کی خواہش کے ماتحت کر دینا چاہیے۔ نفس اس کی وحشت اور رعب سے دبکا رہے گا اور خباثت کو ظاہر نہ کرے گا۔ بلکہ آہستہ آہستہ اس دوسرے پاک شدہ نفس کی عادات حاصل کرنے لگے گا۔ اس آدمی کو جس کی صحبت میں بیٹھ کر نفس پاک ہوتا ہے۔ مرشد کہتے ہیں اور مرشد کی جس قدر اخلاق ذمیمہ کے دور کرنے میں ضرورت ہے اس سے زیادہ اخلاق حسنہ کے پیدا کرنے کے واسطے احتیاج ہے۔ غرض شیخ کے بغیر انسان کا نہ تو

نفس پاک ہوسکتا ہے اور نہ انسان انسان بن سکتا ہے۔

سترہویں دلیل

هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ۔ (پ ۲۷، ع ۱۷)

اسم ظاہر کا تو علم ظاہر پر ہوتا ہے اور اسم باطن کا تو علم باطن پر۔ علم ظاہر تو علماء ظاہر سے حاصل کر سکتے ہیں مگر علم باطن کہاں سے حاصل کریں۔ وہ علماء باطن سے حاصل ہوسکتا ہے اور وہ لوگ کہ کاشفانِ اسرارِ غیب ہیں۔ محرم راز ہیں، اسرار باطنی سے آگاہ ہیں۔ ان کو علماء باطن بھی کہتے ہیں۔

اٹھارویں دلیل

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

(پ ۱۴، ع ۱۲)

ترجمہ "اور تم کوئی مسئلہ نہ جانتے ہو اور نہ کوئی اور تم کو بتلا سکے تو تم ایسے مسائل اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو۔"

اس آیت سے ظاہر ہے کہ علماء باطن سے سینے میں وہ جوہر ہے جس سے علماء ظاہر و دیگر بنی نوع انسان بے خبر ہیں۔ کیونکہ خداوند نے اس آیت میں اہل علم ذکر نہیں فرمایا بلکہ اہل ذکر کا یعنی ارباب باطن فرمایا ہے اور ارباب باطن کے دل نور عرفان اور علم لدنی کے خزانے ہیں۔ ارباب باطن کو ہی پیران طریقت کہا جاتا ہے۔

انیسویں دلیل

نفس امارہ کا ثبوت قرآن پاک میں موجود ہے۔ اس کی امارگی سے انبیاء علیہم السلام نالاں ہیں۔ پس نفس جو فطرتاً شریر ہے خود بخود شرارت کو نہیں چھوڑ سکتا۔

جب تک اس کا باقاعدہ علاج نہ کیا جائے اور اس کو آہستہ آہستہ مطیع نہ بنایا جائے۔ اس کا علاج کرنے والے لوگ، وہی پیران عظام ہیں جن کے علاج سے یہ نفس امارہ لوامہ اور مطمئنہ کے درجے تک پہنچ جاتا ہے اور شرارتیں چھوڑ کر مطیع فرمان بن جاتا ہے۔ اس کا علاج کریں۔ ان کی خدمت غنیمت جاننی چاہیے۔

بیسویں دلیل

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ۔ (پ ۲۹، ع ۷)

ترجمہ "فرشتے اور روح اس کی طرف ایک ایسے دن میں عروج کرتے ہیں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔"

اس آیت کے حکم سے راہ سلوک پچاس ہزار سالہ راہ ہوئی۔ جس کو طے کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو اعمال صالح اور دوسرا توجہ شیخ۔ اس کی مثال یوں سمجھ لو کہ دریا ہے جس کو ہم نے عبور کرنا ہے۔ اس عبور کے دو قاعدے ہیں۔ ایک تو بذریعہ شناوری کے اور دوسرے سیکھنے اور پھر اس دریائے پچاس ہزار سالہ راہ کو عبور کرنے کے واسطے عمر طویل چاہیے اور اس اُمت کی عمریں ساٹھ اور ستر سال کی ہیں اور ساٹھ سالوں میں ہزارہا مشاغل دنیاوی بھی ساتھ ہیں۔ تو ہم کیونکر اس بیکراں سمندر کو تیر کر عبور کر سکتے ہیں۔ ہم کو وہی دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ یعنی کسی ملاح کشتی بان کے حوالے اپنے آپ کو کر دیں اور جس طرح سے وہ پار لے جانا چاہے، ہم اس میں چون و چرا نہ کریں۔

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی کا یہ راستہ دس سال میں طے ہو جاتا ہے کسی کا بیس سال میں۔ کسی کا ایک سال میں اور کسی کا ایک ماہ میں بلکہ ایک دن ایک گھنٹہ میں بھی طے ہو جاتا ہے۔ مگر عنایت اور توجہ پیر پر سب کچھ

موقوف ہے۔

بے عنایات حق و خاصان حق!
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق!

اکیسویں دلیل

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا۔

(پ۲۲، ع۳)

رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔

(پ۱۸، ع۱۱)

وَ الذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّ الذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ
مَّغْفِرَۃً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ (پ۲۲، ع۲)

خداوند تعالیٰ نے اوّل آیت میں کثرت سے ذکر کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ دوسری آیت میں اس قدر تاکید فرمائی ہے کہ سودا خریدنے یا بیچنے اور دنیا کے کاروبار کرنے میں بھی ہماری یاد سے غافل نہ ہو جانا چاہیے۔ تیسری آیت میں ذاکروں کے واسطے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ علاوہ اس کے بے شمار آیتیں قرآن شریف میں ذاکروں کی تعریف میں بیان فرمائی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ذکر بڑی نعمت ہے اور اس کا حاصل کرنا موجب رضائے خداوندی ہے۔ یہ کیونکر حاصل ہوتا ہے۔ اس امر کا فیصلہ میرے پیر و مرشد قبلہ و کعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت مفصل بیان فرمایا ہے۔

"ذکر نہیں حاصل ہو سکتا جب تک دل نہ ہو اور دل نہیں مل سکتا جب پیر نہ ہو اور پیر نہیں مل سکتا جب تک ارادت نہ ہو۔"

اس فیصلہ میں بھی مرید کی طلب اور شیخ کی ضرورت کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ یعنی ذکر کی حلاوت اور اس کے انوار سے ہرگز دل نورانی نہیں ہو سکتا جب تک کہ کوئی شیخ باقاعدہ ذکر کی تلقین نہ کرے تو شیخ کا ہونا نہایت ضروری ہوا جو کہ دل کو قابل بنا دے۔ پھر اس میں ذکر کا بیج بوئے۔

بائیسویں دلیل

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ (پ ۲۸، ع ۱۴)

ترجمہ "اے ایماندارو ایسا نہ ہو کہ مال اور اولادیں تمہیں اللہ کی یاد سے غافل کر دیں۔"

اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے سب سے زیادہ خطرناک رکاوٹیں جو ذاکر کو ذکر الٰہی میں پیش آتی ہیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو حب مال اور دوسری حب اولاد، ہم جہاں تک دیکھتے ہیں لوگ اولاد اور مال کی دھن میں کچھ ایسے لگے ہوئے ہیں کہ ذکر خدا سے بالکل غافل ہو گئے ہیں۔ اس خسارہ سے وہ شخص جو کسی پیر کی صحبت میں رہ چکا ہو خوب واقف ہوتا ہے غفلت چونکہ ایک خوفناک مرض ہے اس واسطے اس سے بچنے کے واسطے ضروری ہے کہ کسی مرشد کی تلاش کی جائے۔

تیئیسویں دلیل

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ۔

(پ ۲۲، ع ۶)

اگرچہ مفسرین نے اس آیت میں لفظ امانت کی تفسیر میں بہت سی بحث

کی ہے اور مختلف تفسیریں بیان فرمائی ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ مناسب اس کی تفسیر یہی ہے کہ امانت سے معرفت الٰہی مراد ہے جو صوفیائے کرام کے سینے میں ودیعت ہوئی ہے۔

نخوتے دارند کبرے چوں شہاں
خادمی خواہند از اہل جہاں!

وہ امانت یہاں سے حاصل کرنی چاہیے۔

تانباشی پیش شاں راکع دو تو
کے سپارند آں امانت را بہ تو!

یہ علم نیا جاری نہیں ہوا بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اسی طرح چلا آیا ہے اور اس کے عالم بھی ہوتے چلے آئے ہیں اور یہ عالم خدا کی رحمت کے نشان تا دور قیامت زمین پر موجود رہیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تو اس علم نے یہاں تک ترقی کی کہ یہ لوگ دنیا کے سب تعلقات چھوڑ کر اسی کی طرف ہو رہے اور رہبان بن کر پہاڑوں اور جنگلوں میں اپنی عمریں گزار دیں لیکن حضور انور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو درجہ اعتدال پر رکھ کر حکم دیا کہ خدا کی یاد میں بندگان خدا کے حقوق کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے۔ اللہ کو یاد کرو دل سے اور مخلوق کی خدمت کرو جسم سے۔ چنانچہ اب بھی صوفیائے کرام کا یہی دستور العمل ہے۔

از دروں شو آشنا و زبروں بیگانہ وش!
ایں چنیں زیبا روش کم تر بود اندر جہاں

اور جس قدر غوث، قطب، ولی، ابدال، اوتاد آج تک گزرے ہیں، وہ سب کسی نہ کسی کی غلامی کر کے اس مرتبہ اعلیٰ کو پہنچے ہیں۔ پس مرتبہ قرب حاصل کرنے کے واسطے کسی پیر کے ساتھ بیعت کرنا ضروری ہے اور اس کے بغیر

جہالت اور گمراہی ہے۔ ہدایت پانے کا یہی طریقہ مقرر ہے اور یہی قیامت تک رہے گا۔

گم آں شد کہ دنبال رائی نہ رفت

چوبیسویں دلیل

وَ مَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا لَهٗ قَرِيْنٌ۔ (پ ۲۵، ع ۱۰)

حدیث شریف میں ہے کہ شیطان نے دل پر پنجہ مارا ہوا ہے۔ جب کوئی آدمی پیر کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو وہ پنجہ دل سے چھٹ جاتا ہے۔ بعد ازاں جب پیر کی توجہ مرید کی طرف رہے یا مرید کا خیال پیر کی جانب رہے تب تک اس مرید کا دل اس شیطان کے دخل سے محفوظ رہتا ہے۔ چونکہ انسان کے سارے جسم کی اصلاح صرف دل کی اصلاح پر موقوف ہے تو لازم ہے کہ کسی پیر کے ساتھ تعلق پیدا کر کے دل کو پنجہ شیطان سے نجات دی جائے تا کہ دل کی اصلاح ہو جائے۔

پچیسویں دلیل

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔ (پ ۱۱، ع ۴)

ترجمہ "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادق لوگوں کے ساتھ رہا کرو۔"

صادقین سے مراد صوفیاء کرام ہیں۔ ان کی صحبت میں رہ کر ہم خوف خدا اپنے دلوں میں پاتے ہیں۔ گناہوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ قرآن شریف کی اس

آیت میں بھی انہیں لوگوں کی صحبت کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ تفسیر روح البیان میں اس آیت کے ضمن میں مرقوم ہے۔

الصادقون هم المرشدون الی طریق الوصول فاذا کان السالك فی جملة احبابهم و من زمرة الخدام فی عتبة بابهم فقد بلغ محبهم و تربیتهم و قوة ولایتهم الی مراتب فی السیر الی اللّٰه و ترك ما سواه قال حضرة شیخ الاکبر قدس سره الاطهر ان لم تجر افعالك علی مراد غیرك لم یصلح لك انتقال عن هوائك و لو جاهدت نفسك عمرك فاذا وجدت من یحصل فی نفسك حرمته فاخدمه و کن فیها بینا یدیه یصرفك کیف یشاء لا تدبیر لك فی نفسك معه تعش سعیدا مبادرا لا متثال ما یامرك به و ینهك عنه فاِن امرك بالحرفته فاحترف عن امره لا عن هواك و انا مرك بالقعود فاقعد عن امره لا عن هواك هوا عرف بمصالحك منك فاسع یا بنی فی طلب شیخ یرشدك و یعصم خواطرك حتی تکمل ذاتك بالوجود الا لهی و حینئذ تبرك نفسك بالوجود الکشفی الاعتصامی کذا فی مراقع النجوم۔

چوں گزیدی پیر نازک دل مباش
سست و رزیں چو آب و گل مباش

چوں گرفتی پیرہَن تسلیم شو!
ہمچو موسیٰؑ زیر حکم خضرؑ رو
شیخ را کہ پیشوا و رہبر است!
گر مریدے امتحان کرد او خراست

خلاصہ:

اس کا یہ ہے کہ پیر صادق وہ لوگ ہیں جو وصول الیٰ اللہ کے طریق کے راہ نما اور ہادی ہیں۔ اگر سالک راہ حق ان کے مجبوں میں داخل ہو جائے اور ان کے آستانوں کا خادم بن جائے تو اس کو ان کی محبت حاصل ہو جائے گی اور ان کی تربیت میں داخل ہو کر سیر الی اللہ اور ترک ماسوا کے درجہ تک پہنچ جائے گا۔

حضرت شیخ الاکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تو اپنے تمام اُمور کو کسی پاک وجود کے امر کے تحت نہ کرے تو تو ہوا وحرص کے جال سے کبھی رہائی نہیں پا سکتا۔ اگر چہ تو ساری عمر اپنے نفس کو مجاہدہ میں ڈالے رکھے۔ پس اگر تجھے کوئی ایسا وجود مل جائے جس کی تعظیم وتکریم تو اپنے نفس میں پاوے تو اس کی خدمت لازم پکڑ اور اپنے آپ کو اس کے سپرد ایسے کر دے جیسے کہ میت غسال (میت نہلانے والے) کے بس میں ہوتی ہے۔ وہ جس طرح چاہے تجھ میں تصرف کرے تو اپنی سب تدبیریں چھوڑ دے۔ تیرا اس کے ساتھ زندگی بسر کرنا عین سعادت ہے۔ تجھے چاہیے کہ جو وہ امر کرے فوراً اس کی تعمیل کرے اور جس بات سے وہ منع کرے اس سے ہٹ جائے۔ اگر تجھ کو کسب کے لیے حکم کرے تو اس کے حکم سے کسب کرے نہ اپنی خواہش نفسانی سے اور اگر تجھ کو کسب کے ترک کرنے کا حکم دے تو اس کے حکم سے ترک کر نہ اپنی مرضی سے۔ کیونکہ وہ تیری بہتریوں کو تجھ سے بہتر جانتا ہے۔ پس اے فرزند! شیخ کی تلاش میں سعی کرو جو تیری رہنمائی

کرے اور تجھ کو خواطر نفسانی سے بچائے۔ یہاں تک کہ تیرا نفس پاک ہو جائے۔

چھبیسویں دلیل

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ۔ (پ ۲۶، ع ۹)

ترجمہ "اے رسول ﷺ جو لوگ تمہارے ساتھ بیعت کرتے ہیں۔ وہ ہماری ہی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہوتا ہے۔"

سلسلہ میں بیعت کرنے سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی طالب کسی پیر کے ساتھ بیعت کرتا ہے اور پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دیتا ہے تو اس کا ہاتھ سلسلہ میں مسلسل ہو کر جناب رسالت مآب ﷺ کے مبارک ہاتھ میں پہنچتا ہے۔ جب کہ طالب رسول ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دے چکتا ہے تو اس آیت کے حکم سے اس کا ہاتھ خدا کے دست قدرت میں پہنچ گیا۔ یہ ادنیٰ فائدہ پیر سلسلہ کے ساتھ بیعت کرنے کا ہے۔

ستائیسویں دلیل

تَعْبُدُ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاكَ۔

(بخاری شریف)

ترجمہ "اپنے پروردگار کی اس طرح عبادت کر گویا کہ تو اس کو دیکھتا ہے اور اگر یہ مرتبہ تجھ کو حاصل نہیں تو یہ سمجھ لے کہ خدا تعالیٰ تجھ کو دیکھتا ہے۔"

یہ حدیث شریف صحیح مسلم اور بخاری میں موجود ہے۔ شریعت میں اس کو

علم احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس علم احسان کے حاصل کرنے کے واسطے ضروری ہے کہ کسی پیر و مرشد کے پاس حاضر ہو کر ان سے یہ علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ان کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری ہے۔

اٹھائیسویں دلیل

حدیث شریف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

حفظت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و عائین فاما احدھما فبثثت فیکم و اما الاخر لو بثثت فیکم لقطع ھذا لباحوم منّی یعنی مجری الطعام۔

(رواہ البخاری)

ترجمہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو علم لیے۔ ان میں سے ایک تو تمہارے درمیان ظاہر کرتا ہوں اور اگر دوسرا ظاہر کرتا ہوں تو میرا گلا کاٹ لیا جائے۔"

اس حدیث شریف سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک علم باطنی ہے، دوسرا علم ظاہری، علم ظاہری تو عالمان ظاہری سے حاصل کر سکتے ہیں لیکن علم باطنی عالمان باطنی کی خدمت میں حاضر ہونے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ضروری ہوا کہ کسی پیر طریقت کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ علم بھی حاصل کیا جائے۔ اگر چہ اس قحط الرجال کے زمانہ میں بندگان خدا کا ملنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ مگر طلب اور جستجو ضروری ہے۔ جو شخص طالب راہ خدا ہو گا، خداوند کریم اس کو خود رہبر ملا دے گا۔ فقیر کے دل میں ایک دن خیال آیا کہ ایک وہ زمانہ تھا کہ صدہا بندگان خدا یعنی اولیاء اللہ زمانہ میں موجود تھے۔ جہاں طالبان علم باطن چاہتے تھے۔ حاضر ہو کر مستفید ہو سکتے تھے اور اپنی مشکلات کے واسطے دعائیں کرا سکتے تھے اور

اپنی کسی مصیبت کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے دل کی تسلی و اطمینان کر سکتے تھے اور ایک یہ زمانہ ہے کہ لاہور اور امرتسر جیسے بڑے بڑے شہروں میں جن میں قریباً تین لاکھ کی آبادی ہے۔ ایک بھی ایسا متبرک وجود بظاہر معلوم نہیں ہوتا۔ اس کے بعد ایک دن وہ بھی آجائے گا کہ مختلف مقامات میں جو بعض متبرک وجود عالمان علم باطن موجود ہیں ان کا بھی ملنا مشکل ہو جائے گا۔ طالبان راہ خدا کو لازم ہے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر علم باطن حاصل کر کے اور حوادثات زمانہ سے محفوظ رہیں۔ ع

اگر در خانہ کس است یک حرف بس است

انتیسویں دلیل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

علم دو ہیں، ایک وہ علم ہے جو زبان کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور ایک وہ جو دل سے تعلق رکھتا ہے اور فرمایا کہ یہ دوسرا یعنی دل کا علم زیادہ نافع اور ضروری ہے۔ پس زبان کا علم تو عالمان ظاہر سے حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر علم قلب سوائے عالمان باطن یعنی صوفیائے کرام کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس واسطے ان کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری ہے۔

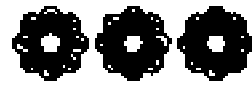
حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علم خوانی ہم طریقش قولی است!
حرف آموزی طریقش فعلی است!
فقر خواہی اور بصحبت قائم است
نے زبانت کار مے آید نہ دست

مختصر یہ کہ علم قلبی یعنی علم باطن صوفیائے کرام کی خدمت میں حاضر ہونے اور ان کی صحبت سے مستفیض ہونے کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ اسی کا نام فقر یعنی علم باطن ہے جس کے واسطے پیر و مرشد کی ضرورت ہے۔

اب میں اس مضمون کو دعا پر ختم کرتا ہوں۔ خداوند کریم اس کو قبول فرمائے اور اس مختصر تحریر کو طالبان خدا کی ہدایت کا ذریعہ بنا دے۔ بحرمت النبی ﷺ و آلہ الامجاد۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدی
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است



تصورِ شیخ

دل کو آئینہ بناتا ہے تصور پیر کا
قلب کی سیاہی مٹاتا ہے تصور پیر کا

ہوتا ہے اس سے میسر دل کو دیدار رسول ﷺ
حق تعالیٰ سے ملاتا ہے تصور پیر کا

دل میں پیدا ہوتی ہے اس سے خدا کی معرفت
جام وحدت کا پلاتا ہے تصور پیر کا

دل کی سب تاریکیاں کافور ہو جاتی ہیں جب
نور کی شمع کو جلاتا ہے تصور پیر کا

رہنما ہوتا ہے یہ طوفان غم میں بالیقین
کام سب بگڑے بناتا ہے تصور پیر کا

پیر کا مجھ کو نظر آتا ہے ہر شے میں جمال
جب میری آنکھوں پہ چھاتا ہے تصور پیر کا

سامنے آتے ہیں وہ اُٹھ جاتے ہیں سارے حجاب
جس گھڑی عاصی جماتا ہے تصور پیر کا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مرید صادق

اگرچہ لفظ مرید ایک ایسا عام فہم لفظ ہے جو روزانہ بول چال میں بے تکلف استعمال میں آتا رہتا ہے۔ لیکن لغت میں مرید کے معنی ارادہ کنندہ کے ہیں۔ بلاتمیز اس بات کے کہ ارادہ کنندہ کا نیک ارادہ ہو یا نہ ہو اور اصطلاح صوفیائے کرام میں تو اس لفظ کے اس قدر وسیع معنے لیے گئے ہیں جن کے لکھنے کے لیۓ ایک دفتر چاہیے۔ حضرات صوفیا کے نزدیک مرید اس شخص کو کہتے ہیں جو سچی ارادت لے کر وصول الی اللہ کی غرض سے کسی شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے آپ کو اس کے ہاتھ پر بیچ ڈالے۔ یعنی اپنی کل خواہشیں اور ارادے شیخ کی خواہشوں اور ارادوں میں فنا کر دے اور تاوقتیکہ اپنے مقصد حقیقی یعنی ذات باری عز اسمہ کو نہ پائے چین سے نہ بیٹھے۔ صوفی دنیا کا ایک مقولہ مشہور ہے۔ اَلْمُرِیْدُ لَا یُرِیْدُ اِلَّا اللّٰہ۔ یعنی مرید وہ ہوتا ہے جس کے دل میں خدا کے سوائے کسی دوسری شے کی خواہش نہ ہو۔ مرید کی دو قسمیں ہیں۔ مرید اسمی اور مرید حقیقی، مرید اسمی وہ ہے جس کو پیر تلقین کرے کہ مذہب سنت والجماعت پر قائم رہو۔ دیکھی اور سنی ہوئی ناجائز باتیں چھوڑ دو اور مرید حقیقی وہ ہوتا ہے جس کو پیر تلقین توبہ و ارادت کے وقت حکم دے کہ تم ہماری صحبت میں رہو اور ہم تمہاری صحبت میں رہیں گے۔ مرید حقیقی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ مرید اور مراد، مرید وہ ہوتا ہے جو مجاہدے

اور ریاضت وعبادت سے پیر کو خوش کرنے کی کوشش کرے اور ہر وقت پیر کی رضا جوئی میں مصروف رہے۔ مراد وہ ہوتا ہے جس کی رضا پیر تلاش کرے اور اس کی لغزش پر بلا مواخذہ اسے مطلع کر دیا جائے۔ اس کی تھوڑی عبادت کو زیادہ قبولیت دی جائے۔ غرض مرید محب ہوتا ہے اور مراد محبوب۔ مرید عاشق ہوتا ہے اور مراد معشوق۔ مرید طالب ہوتا ہے اور مراد مطلوب، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کے سوا کسی دوسری غرض کے لیے پیر کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ وہ فی الحقیقت مرید نہیں ہوتے۔ البتہ بار بار حاضر ہونے سے شیخ کی روحانیت کا فیض ان پر اپنا اثر کرتا رہتا ہے اور رفتہ رفتہ اس سلسلہ وار تاثیر سے اس مرید کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور آخر کار شیخ کی برکت سے وہ شخص بھی حقیقی مرید کہلانے کا حق دار ہو جاتا ہے لیکن اس بوجھ کے اُٹھانے والا یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرنے والا آدمی دھن کا پکا ہونا چاہیے۔ محبوب سبحانی غوث صمدانی امام ربانی قطب الاقطاب مرجع شیخ و شباب، عالی جناب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

”دریں راہ اندکے جنوں ہم درکار است۔“

یعنی اس راستہ میں قدم رکھنے والے کے لیے قدرے جنون کی بھی ضرورت ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ رستے کا کوئی حادثہ یا ملامت کرنے والے کی طعن وتشنیع یا جان وآبرو کا خوف غرض کوئی بڑی سے بڑی روک بھی اس کو اس رستہ سے نہ روک سکے۔ امام العاشقین حضرت سرمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس مضمون کو ایک عجیب وغریب رباعی میں یوں منظوم فرماتے ہیں:

در مذبح عشق جز نکو را نکشند!
لاغر صفتان وحیلہ جو را نکشند

گر طالب صادقی ز کشتن مگریز!
مردار بود کسیکہ او را نکشند

یہی مضمون ایک دوسری رباعی میں حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

سرمد غم عشق بوالہوس را ندہند
سوز پر پروانہ مگس را ندہند
عمرے باید کہ یار آید بکنار
سرمد ایں دولت ہمہ کس را ندہند

مختصر مطلب ان رباعیوں کا یہ ہے کہ عشق کے مذبح ذبح ہونے کے لائق ہمت اور استقلال والے قرار پاتے ہیں۔ پست ہمتوں اور بھگوڑوں کو وہاں یار نہیں ملتا۔

غرض یہ وہ کڑی منزل ہے جس میں راہرو کو دل نہ چھوڑ دینا چاہئے اور اس بحرِ ناپید کنارہ میں کمرِ ہمت مضبوط باندھ کر کود پڑنا چاہئے۔ بلبل شیراز بوستان میں یوں نغمہ طراز ہے:

طلب گار باید صبور و حمول
کہ نشنیدہ ام کیمیا گر ملول
کہ زرہا بخاک سیاہ در کند
کہ باشد کہ روزے مسے زرکند

یعنی مرید صادق اور طالب مولا کو کم از کم مہوس کا سا استقلال تو رکھنا چاہئے جو ایک موہوم اُمید پر اپنا سارا مال و دولت جلا کر خاک کر دیتا ہے اور بار بار کی ناکامی اس کے حوصلے کو پست نہیں کر سکتی اور جس شے کو اپنا مقصود ٹھہرا رکھا

ہے اس سے کبھی منہ نہیں پھرتا۔ اسی طرح امرتسر میں ایک درویش نے فقیر کے پاس آ کر اپنی ایک باطنی مشکل بیان کی اور اس مشکل کے حل ہونے کے واسطے فقیر سے دعا کا خواہاں ہوا۔ مرید وہ درویش کسی دوسرے بزرگ کا تھا۔ فقیر نے اسے ایک وظیفہ بتلا کر رخصت کر دیا۔ دوسرے ہی دن علی الصبح وہ درویش نہایت خوش وخرم فقیر کے پاس آیا اور کہنے لگا: الحمد للہ آپ کی دعا سے خدا تعالیٰ نے آج رات میری وہ مشکل حل کر دی۔ میں آپ کا بڑا مشکور ہوں۔ بڑا ممنون ہوں لیکن کیا کروں خدا تعالیٰ نے مجھے ایک ہی سر دیا تھا۔ جس کو میں ایک جگہ بیچ چکا ہوں۔ دوسرا سر ہوتا تو میں ضرور آپ کی نذر کرتا۔ اس درویش کے اس فقرے پر فقیر عش عش کر گیا۔ باوجود یہ کہ اس کے ساتھ فقیر نے سلوک بھی کیا۔ خدا تعالیٰ نے اس کی مشکل بھی حل کر دی۔ لیکن جس دروازے کو وہ اپنی توجہ کا مرکز ٹھہرا چکا تھا۔ اس کی طرف سے خیال یا توجہ کو سر مو لغزش نہ ہوئی۔

سایہ حق بر زمین فرزند حضرت سید المرسلین ﷺ سراج الہدیٰ خواجہ ارجمند شہنشاہ مشکل کشا نقشبندی بخاری رضی اللہ عنہ اپنے حالات میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دن سر شام میرے دل میں اپنے پیر و مرشد خواجہ عالی جاہ آیت من آیت اللہ محبوب حضرت ایزد متعال سید السادات حضرت خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کا شوق غالب ہوا۔ بے تاب ہو کر گھر سے نکلا اور در دولت کی طرف بے اختیار روانہ ہوا۔ رستے میں حضرت خضر علیہ السلام ملے اور مجھے ایک محبت آمیز لہجہ میں پکارا کہ بہاؤ الدین کہاں جاتے ہو۔ ذرا ٹھہر جاؤ! مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ میں نے توجہ نہ کی اور اپنی رفتار کو بدستور جاری رکھا انہوں نے کئی دفعہ پکارا۔ مگر میں نہ ٹھہرا۔ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ میر کلال قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا بہاؤ الدین آج تمہیں حضرت خضر علیہ السلام ملے

مگر تم نے توجہ نہ کی۔ میں نے نہایت مودبانہ طریق سے عرض کی کہ یا حضرت! جو حضور کے رخِ پرنور کو دیکھ چکا ہو اس کو خضر علیہ السلام سے کیا کام۔ سبحان اللہ یہ ہے مریدی اور یہ ہے ارادت۔

فخر زمان حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مرید صادق وہ ہے جس کو اگر ہزار ذلت اور ہزار رسوائی کے ساتھ شیخ اپنی مجلس سے نکال بھی دے تو بھی اس کے دل میں شیخ کی عظمت و محبت ذرہ بھر کم نہ ہو۔ بلکہ نقصان کی بجائے اس محبت میں اور ترقی ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے شیخ کے حضور بیٹھا ہوا تھا۔ مجلس خوب گرم تھی کہ شیخ نے مجھے نہایت بے عزتی کے ساتھ مجلس سے نکل جانے کا حکم دیا۔ میں نے تعمیل ارشاد کی اور مریدانہ آداب کے ساتھ مجلس سے اُٹھ کر چلا آیا لیکن اس کے بعد میں نے عہد کر لیا کہ جب تک زندہ رہوں گا شیخ کے دروازے پر پڑا رہوں گا اور شیخ کے حکم کے بغیر وہاں سے کبھی غیر حاضر نہ ہوں گا۔ ایک مدت تک میرا یہی حال رہا کہ آستان شیخ پر رات دن حاضر رہتا تھا۔ آخر اس طبیب قلبی نے جب میری یہ استقامت دیکھی تو مجھے اپنے حضور میں طلب فرمایا اپنا مقرب خاص بنایا اور وہ عنائتیں کیں جو حد شمار سے باہر ہیں۔

سراج السالکین حضرت خواجہ محمد صالح بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو شاہ خواجگان خواجہ بلاگردان ہادی عالی جناب حضرت خواجہ بہاؤ الدین والدین المعروف بشاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے مرید با اخلاص اور خاص ہیں۔ اپنی کتاب ''انیس الطالبین'' میں جو انہوں نے اپنے شیخ کے حالات میں لکھی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ میرے پیر و مرشد فرمایا کرتے تھے کہ ابتدائے احوال میں ایک دن مجھے اپنے شیخ و مولانا سیدنا حضرت امیر کلال رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شوق دامن گیر ہوا۔ سردی کا موسم تھا۔ گھر سے نکلا۔ آفتاب مجھے رستے میں ہی غروب ہو گیا اور برف

بھی پڑنی شروع ہوگئی۔ دربار شریف پہنچ کر میں نے آستان بوسی کی اور حجرہ خاص میں قدم بوسی کے واسطے حاضر ہوا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ مزاج شریف کا اس وقت کیا حال ہے۔ پوچھا کون ہے۔ میں نے عرض کیا بہاؤ الدین، شان بے نیازی مجھے تو کچھ ارشاد نہ ہوا خادم خاص کو بلا کر حکم دیا کہ اس کو اسی وقت میری خانقاہ سے باہر نکال دو۔ اس نے فقیر کے مکان کو کیا سمجھ رکھا ہے۔ خادم نے فوراً تعمیل ارشاد کی اور مجھے جھٹ خانقاہ سے پکڑ کر نکال باہر کیا۔ میں نے اپنے نفس کے ساتھ صلاح کی کہ یہاں سے تو تم نکلوا دیئے گئے ہو۔ اب جہاں کہیں چلنا ہو چلو۔ میرے نفس نے چاروں طرف نگاہ کی تو خدائے تعالیٰ کی اس وسیع زمین میں کوئی ٹھکانہ نظر نہ آیا۔ آخر یہی صلاح ٹھہری کہ کہاں کا جانا اور کہاں کا آنا۔ اس آستانہ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔ یہ ٹھان کر میں نے باہر دہلیز پر سر رکھ دیا اور رات بھر وہیں پڑا رہا۔ برف بھی رات بھر نہ تھمی۔ صبح تک مجھ پر برف کا ایک خاصا ڈھیر لگ گیا اور میں سردی سے بے ہوش ہو گیا۔ پچھلی رات جو حضرت اتفاقاً باہر تشریف فرما ہوئے اور آپ نے اپنا قدم مبارک دہلیز پر رکھا تو خدا کی شان آپ کا قدم مبارک میرے ہی سر پر آ گیا۔ حضرت نے درویش کو یاد فرمایا اور حکم دیا کہ چراغ لا کر دیکھو کہ دہلیز پر یہ کیا ہے۔ خادم چراغ لایا تو حضرت کی حق شناس نگاہیں میرے بے ہوش چہرے پر پڑیں۔ اپنے دست خاص سے میرے سر کو اُٹھایا اور خادموں کی مدد سے مجھے اپنے حجرہ خاص میں لا کر لٹا دیا اور میرے جسم کو گرم کرنا شروع کیا۔ مجھے ہوش آئی تو میں حضرت کو اپنے پاس کھڑے دیکھ کر سخت نادم ہوا اور قدموں پر گر کر معافی کا خواستگار ہوا۔ حضرت امیر نے جو جو عنائتیں اور شفقتیں اس وقت مجھ پر مبذول فرمائیں وہ احاطہ تحریر و تقریر سے باہر ہیں۔ حضرت خواجہ محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ جو اس روایت کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ اپنا یہ واقعہ

مجلس خدام میں بیان فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ میں بھی جو صبح اُٹھتا ہوں تو پاؤں کے ساتھ اپنی باہر کی دہلیز کو ٹٹولتا ہوں کہ دیکھوں اس دہلیز پر بھی کسی ارادت مند کا سر تو نہیں۔ افسوس آج تک میری دہلیز پر کسی ارادت مند کا سر نہ پہنچا۔

حضرت ابو العباس ابن مشروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مرید صادق وہ ہے جس کو دنیا و مافیہا میں سے شیخ سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہ ہو۔ یعنی تمام اشیاء سے بڑھ کر شیخ اس کو محبوب ہو۔ کیوں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میری ذات اس کے نزدیک اس کے مال اس کی اولاد اس کی جان یہاں تک کہ دنیا مافیہا سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے اور یہ حدیث شریف سلسلہ وراثت شیوخ کے بارے میں بھی ہے۔ لہٰذا وہ حکم سابق یعنی مرید صادق کے نزدیک شیخ کا تمام دنیا مافیہا سے زیادہ محبوب تر ہونا ثابت ہو گیا۔

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مرید صادق وہ ہے جو اپنے شیخ کے ساتھ کسی قسم کا اختلاف نہ کرے اور شیخ اگر کسی امر کو ظاہر نہ فرمائے تو مرید دریافت کرنے پر اصرار نہ کرے بلکہ مجلس شیوخ و علمائے طریقت میں مرید کو اس طرح اَدب کے ساتھ خاموش بیٹھنا چاہئے کہ دیکھنے والا خیال کرے کہ یہ شخص اہل مجلس کی گفتگو سے بالکل ناواقف ہے اور یہ طریقہ یعنی مجالس شیوخ میں با اَدب خاموش بیٹھے رہنا مرید کو اس وقت تک قائم رکھنا واجب ہے جب تک کہ وہ کاملین کے درجے تک نہ پہنچ جائے اور اپنے شیخ کی طرف سے اس کی مجالس شیوخ میں گفتگو کرنے کی اجازت نہ مل جائے۔ سچ ہے کسی مرید صادق نے کیا خوب کہا ہے:

چو درس عشق میخوانی کتاب نطق را طے کن
کہ ارباب محبت را زباندانی زیاں دارد!

یہی حضرت یعنی داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔ مرید صادق وہ ہے جو اپنے مولا حقیقی کے خوف و حیا کی وجہ سے ایک قدم بھی خواہش نفسانی کے پیچھے نہ چلے۔

سلطان العارفین برہان الکاملین امامُ العاشقین سیدنا حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مرید صادق وہ ہے جس سے عورت کی شہوت بالکل منقطع ہو جائے۔ یہاں تک کہ وہ مرید عورت اور دیوار میں بھی تمیز نہ کر سکے اور اسباب کی اسے مطلق پروا نہ ہو کہ اس کا استقبال کس دیوار نے کیا ہے یا عورت نے۔ یہی جناب ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: مرید صادق کی یہ علامت ہے کہ آداب شریعت میں سے کسی مستحب کو بھی حتی الامکان عمداً ترک نہ کرے۔ ہاں سہواً ادائے مستحب میں قصور ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔

حضرت یونس ابن حسین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نوجوان لڑکوں کی محبت منہیات کی مباشرت اور عورتوں کے ساتھ دوامی موافقت یہ سب مرید کی بربادی کے اسباب ہیں۔ فرمایا جو مرید عزیمت چھوڑ کر رخصت کے درپے ہوتا ہے۔ وہ دعویٰ ارادت میں کاذب ہے۔

حضرت ابو حفص حداد رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ مرید کاذب کی یہ علامت ہے کہ سماع کو حد سے زیادہ دوست رکھے اور سماع سننے کے وقت وہ اس درخت کی مانند ہو جائے جس کا سارا پھل پک چکا ہو اور ایک ہی بار حرکت دینے سے وہ سارے کا سارا پھل گر پڑے۔

حضرت حمدون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مرید صادق کی یہ علامت ہے جب وہ اپنے شیخ کے حضور میں جائے تو شیخ کا رعب و ہیبت اس پر ایسا غالب ہو کہ گویا وہ ایک جابر بادشاہ کے سامنے جاتا ہے اور جب تک حضور میں حاضر رہے۔ ہر دم

لرزاں وترساں رہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مرید صادق وہ ہے جو اِدھراُدھر کی بیہودہ قیل وقال اور محبت دنیا کو ترک کردے۔

حضرت ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مرید صادق وہ ہے جو حالت سماع و وجد میں طریق سنت کو نہ چھوڑے اور جس نے حالت سماع میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے وہ منافق ریاکار اور کاذب ہے۔

حضرت ابن صائع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مرید صادق وہ ہے جو اپنے مولائے حقیقی کے سوائے کسی شخص کے ساتھ مشغول نہ ہو۔ اگرچہ اسے بار بار خطاب بھی کیوں نہ کیا جائے۔

حضرت ابوعلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: جو مرید لہو ولعب سننے کی رخصت طلب کرے وہ کاذب ہے۔

حضرت سقفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مرید صادق کی یہ علامت ہے کہ جب کبھی بازار کی طرف نکلے تو اپنی آنکھوں کو بند رکھے یا اپنے چہرے پر چادر ڈال لے اور چلتے وقت اپنے قدموں کے سوائے دوسری طرف نظر نہ ڈالے۔

حضرت ابن خصیف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: مرید صادق وہ ہے جس کا نفس رخصتوں اور تاویلات رکیکہ کا پابند نہ ہو بلکہ سنت اور عزیمت پر کاربند رہے۔

حضرت نصر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو مرید ہر وقت عورتوں کے ساتھ مجالست اور صحبت رکھے وہ کاذب ہے۔ اس لیے کہ جب شیوخ کاملین کا وجود باقی ہے تب تک امر ونہی حلت وحرمت کا سلسلہ بھی جاری رہے گا اور حلال کو اپنی جگہ اور حرام کو اپنی جگہ قائم رکھنے کا ہر ایک کو حکم دیا گیا ہے۔

حضرت ابوعلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: مرید صادق کی یہ علامت ہے کہ جب

کبھی اس کو اور اس کے شیخ کو کسی دعوت میں مدعو کیا جائے تو مرید شیخ سے پہلے وہاں پہنچ کر بوجہ بے صبری کے کھانا کھائے کیونکہ شیخ سے پہلے وہاں پہنچ کر کھانا کھانا خلاف آدابِ شیخ ہے۔

حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جو مرید داخل ہونے سے پہلے جو لوگوں کے ساتھ صحبت رکھتا تھا۔ بعد داخل ہونے کے بھی انہی پہلے دوستوں کے پاس جا کر بیٹھے اور ویسے ہی صحبت رکھے جیسے کہ داخل ہونے سے پہلے رکھتا تھا تو وہ مرید ارادت میں کاذب ہے۔

فرمایا: جس مرید کو مجاہدے کی عادت نہیں اس کو طریقت سے مس نہیں۔

فرمایا: دونوں جہان کی سعادت حاصل کرنے کے واسطے دوامِ ذکر سے بڑھ کر کوئی رہنما نہیں۔ پس جس شخص کو دوامِ ذکر کی توفیق دی گئی ہے۔ اسے میدانِ ولایت کا علمبردار بنایا گیا۔

حضرت ابو عثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے جو مرید اس امر کی تمنا کرے کہ اس پر حضرت اولیاء اللہ کے احوال میں سے کوئی حال بغیر مجاہدہ کے منکشف ہو جائے تو وہ غلطی پر ہے۔

سراج العاشقین سلطان العارفین سیدنا حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے مرید صادق وہ ہے جو حرصِ نفسانی کو چھوڑ کر تمام مخلوق کو مردہ خیال کرے اور ان پر جنازے کی چار تکبیریں پڑھ دے تا کہ اس کا دل مقصودِ حقیقی کے سوائے کسی دوسری شے کی طرف مائل نہ ہو۔

حضرت سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اے جوانو! عبادات میں خوب کوشش کرو قبل اس کے کہ تم میری طرح بوڑھے ہو جاؤ اور تمہارا نفس مجاہدہ سے جی چرانے لگے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے اول درجہ کے مرید ہیں فرماتے ہیں کہ ہم حضرت سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدے عبادت وریاضت کو اس وقت بھی نہیں پہنچے۔ یعنی بڑھاپے کی حالت میں بھی وہ اس قدر عبادت کرتے ہیں کہ ہم باوجود جوان ہونے کے بھی اس قدر عبادت نہیں کر سکتے۔

حضرت سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مرید صادق کو یہ تین باتیں اپنے اُوپر لازم کر لینی چاہئیں۔ اوّل سخت بھوک کے وقت کھانا کھائے، دوم غلبہ خواب کے وقت سوئے، سوم بغیر ضرورت کے بات نہ کرے۔

حضرت ابن المجید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو مرید اپنے نفس کی بڑائی کرے اور دوسروں پر اس کو ترجیح دے۔ وہ شیطان ہے اور دعویٰ ارادت میں کاذب ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو مرید عام لوگوں کی عادتوں کی طرف میلان ظاہر کرے اور خواہشات نفسانیہ کی طرف جھک پڑے وہ جھوٹا ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ مرید صادق کی یہ علامت فرماتے ہیں کہ اس کا ایک سانس بھی رات اور دن میں یاد خدا کے بغیر نہ گزرے اور فرماتے ہیں۔ مرید صادق ہر حالت میں یاد خدا میں مشغول رہتا ہے۔ اگر چہ وہ اپنے دل میں اس ذکر کی حلاوت محسوس نہ کرے۔

حضرت ابن ابی الحواری رحمۃ اللہ علیہ مرید صادق کی یہ نشانی بتاتے ہیں کہ اگر اس کا شیخ اس کو گرم تنور میں داخل ہونے کا حکم دے تو بغیر چون و چرا اس میں داخل ہو جائے اور داخل ہو کر جل جائے مگر ہائے تک زبان سے نہ نکالے۔ اگر یہ کلمہ اس زبان سے نکل گیا تو وہ کاذب ہے۔

حضرت ابوبکر دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مرید صادق وہ ہے جو تیس سال

تک اپنے بائیں ہاتھ کے فرشتے کو تکلیف نہ دے۔ یعنی اس کے بائیں ہاتھ کا فرشتہ برابر تیس سال تک اس کا گناہ بھی نہ لکھے۔

حضرت ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ مرید کاذب کی یہ علامت فرماتے ہیں کہ وہ مرید اپنے رات کے جاگنے کو شیخ کی نیند سے افضل سمجھے اور مرید صادق کی یہ علامت بتلاتے ہیں کہ شیخ کی ریاکاری کو اپنے اخلاص سے بہتر تصور کرے۔

حضرت ابوتراب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ ارادت میں صادق ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ پھر دن کھانے کے بغیر صبر نہیں کرسکتا تو سمجھ لو کہ وہ جھوٹا ہے۔

حضرت ابراہیم ابن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو مرید رخصتوں کو لازم پکڑے گا وہ تباہ ہو جائے گا۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرید صادق کو یہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ اس کا شیخ اس کے قلب کا جاسوس ہے۔ اس کے دل میں داخل ہو کر اس کے تمام حالات سے واقف ہو جاتا ہے اور اس طرح دل سے ہو کر نکل جاتا ہے کہ خیال میں نہیں آتا۔

حضرت ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مرید صادق کی یہ علامت ہے کہ جب بیٹھے تکیہ لگا کر نہ بیٹھے اور فرماتے ہیں کہ فقراء بادشاہ ہیں جو مرید ان کی صحبت بغیر اخلاص اور صادق کے کرتا ہے اس کو قتل کر دیتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ مرید صادق پر لازم ہے کہ اس بات کو ہر وقت مدنظر رکھے کہ اس کی بے ادبی کی وجہ سے اس کو شیخ کے دل میں اس طرف سے کسی قسم کی ناراضگی پیدا نہ ہو جائے کیونکہ مرید پر ضروری ہے کہ اس کا کوئی فعل بغیر رضاء شیخ کے وجود میں نہ آئے۔ ورنہ سخت اندیشہ ہے۔

حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو مرید اپنے شیخ پر اعتراض کرے وہ شخص دعویٰ ارادت میں کاذب ہے اگرچہ وہ اعتراض مرید کے دل سے زبان تک نہ بھی پہنچے اور جملہ مشائخ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ مرشد اور اُستاد کے عاق کی توبہ قبول نہیں۔ پس جو شخص ان کے ساتھ بیعت کر کے ان پر اعتراض کرتا ہے وہ بیعت سے خارج ہو جاتا ہے اور طریقہ سے نکل جاتا ہے اور سلسلہ مشائخ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔

حضرت ابو عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو مرید شیخ کے حکم پر کیوں کہے وہ کبھی کامیاب نہ ہوگا اور فرماتے ہیں جو مرید ارادت میں صادق ہونے کا دعویٰ کرے اور اس کے شیخ کے پاس بہت سا مال ہو جس کو وہ مساکین میں بانٹ دے اور اس مرید کو باوجود محتاج اور فاقہ کش ہونے کے کچھ نہ دے تو وہ مرید اگر مال نہ ملنے کی حالت سے زیادہ خوش ہو تو صادق ہے ورنہ کاذب اور خیانت کنندہ کیونکہ اس نے اس امر پر بیعت کی تھی کہ شیخ کے ہر فعل پر خوش اور اس کے ہر حکم کے ماتحت رہے گا۔ اب جب مال نہ ملنے کی حالت میں یہ خوش نہیں ہوا تو اس نے عہد صحبت کو توڑ ڈالا۔ اس لیے اس کا شیخ اس کو مال نہ دینے پر تھا تو اس مرید کو دوبارہ توبہ کرنا لازم ہے۔ اس کے شیخ کو اختیار ہے اس کی توبہ قبول کرے یا نہ کرے۔

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس مرید کو اس کا شیخ نماز، روزہ، قرات قرآن درس و تدریس یا کوئی حرف سیکھنے کا حکم دے یا بعض باتوں سے منع کرے اور وہ مرید ان حکموں میں سے کسی حکم کے بجا لانے یا ممنوعات میں کسی امر سے باز رہنے میں کدورت ظاہر کرے تو وہ مرید حضرت خداوند ذوالجلال اور حضرت شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمانبردار ہے۔

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن اپنے کسی روزے دار مرید کو فرمایا کہ آج ہمارے ساتھ مل کر کھانا کھا لو اور روزہ افطار کر دو۔ تمہیں ایک دن کے روزے کا پورا اجر مل جائے گا۔ اس نے انکار کیا۔ آپ نے سال بھر کے روزوں کا ثواب کا وعدہ کیا، وہ پھر بھی نہ مانا۔ آخر آپ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو یہ اللہ تعالیٰ کی رعائت اور عنایت سے دور جا پڑا ہے۔ چنانچہ اس مرید نے وہاں سے نکلتے ہی چوری کی اور اس کا ہاتھ اس جرم میں کاٹ دیا گیا۔

حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جو مرید اپنے شیخ کے دعوے کی تصدیق نہ کرے بلکہ اس کو حقیر اور ذلیل خیال کرے تو وہ مرید شیخ کی تمام برکتوں سے محروم رہ جاتا ہے۔

راقم الحروف کے نزدیک مرید صادق کی یہ تعریف ہے کہ پیر کی رضا کو اپنی رضا پر مقدم رکھے۔ پیر کے فرمان کو فرض کے برابر سمجھ کر اس کے بجا لانے میں سر موفرق نہ کرے۔ اپنی جان و مال اولاد سے اس کے فرمان کو عزیز سمجھے۔ مستحب کو فرض سمجھ کر اس کے ادا کرنے میں کوشش کرے۔ اس کے روبرو اگر اس کے شیخ کی اہانت کی جائے تو اس کو قدر رنج پہنچے کہ اپنی جان تک دینے میں بھی دریغ نہ کرے اور اپنے پیر و مرشد کو ساری دنیا کے مشائخ سے افضل سمجھے۔

بعض اشخاص جو مرید نہیں بلکہ مرید کے لفظ کو بدنام کرنے والے ہوتے ہیں۔ ان کو یہ بری عادت ہوتی ہے کہ آج ایک شیخ کی صحبت میں ہیں تو کل دوسرے شیخ کی مجلس میں اور پرسوں تیسرے شیخ کے حضور ہیں۔ ایسے لوگ طریقت میں کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کو کسی خاص وجود سے ارادت حاصل نہیں ہوتی اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو حضرات مشائخ کی اصطلاح میں بھوند و چیلا کہا گیا ہے۔ ان کا یہ ہر جائی پن ان کی استعدادوں کو برباد کر دیتا ہے اور وہ اس

انڈے کی طرح ہو جاتے ہیں جو دو دن تو ایک مرغی کے نیچے رہے اور دو دن دوسری مرغی کے نیچے اور دو دن تیسری کے نیچے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس بار بار کے ہیر پھیر میں اس انڈے میں بچہ پیدا ہونے کی حالت باقی نہیں رہتی اور اس گردش میں خواہ ہزار برس تک بھی چکر کھاتا پھرے۔ اس میں کبھی بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ اس تحریر سے فقیر کی مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ مرید کو حضرات مشائخ کے حضور میں حاضر ہونا منع ہے بلکہ فقیر کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ایک جگہ ارادت صحیح نہ ہو جائے۔ حضرات مشائخ کرام کی صحبت سے مرید کو فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔ حضرت مولانا غلام نبی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرید نا رسیدہ مثل طفل شیر خوار ہے کہ جب قبل از ختم ایام رضاعت اپنی والدہ سے علیحدہ ہوگا ناقص ابتر رہ جائے گا۔

مرید کو اپنے شیخ کے سوائے کسی دوسرے شیخ کے حلقے میں داخل ہونا یا اس کے ہاتھ پر دوبارہ بیعت کرنا جائز نہیں۔ ہاں البتہ اس صورت میں مجبوری جائز ہے کہ پہلا شیخ دنیا سے رحلت کر گیا ہو یا مرید اس پیر سے اتنے فاصلے پر جا پڑا ہو کہ شیخ کی زیارت کی کوئی اُمید باقی نہ رہ جائے اور مرید بھی نو آموز ہو۔ ورنہ کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ یاد رہے کہ مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں اپنے پیر کے ہی کسی خلیفہ یا اس کے پیر بھائی کے ساتھ تجدید بیعت کر لینا چاہئے اور بصورت مجبوری کسی دوسرے سلسلہ کے شیخ کے ساتھ بھی جائز ہے۔

حضرت خواجہ محمد موسیٰ دہندی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کنز الفوائد میں شرائط مرید حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں:

شرط اول یہ ہے کہ مرید کسی چیز کو شیخ سے پوشیدہ نہ رکھے اور جو کچھ اس کے دل پر گزرے خواہ وہ از قسم خیر ہو یا از قسم شر تمام شیخ کی خدمت میں عرض کر دے تاکہ شیخ اس مرید کے احوال باطنی سے آگاہ ہو کر اس کی حقیقت استعداد پر

واقفیت حاصل کر لے اور اس امراض متعدی کا معالجہ اس کے مزاج کے موافق کرے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ کی کسی بات پر اعتراض نہ کرے۔ ہر چند پیر کی وہ بات بظاہر اس مرید کی سمجھ میں نہ آئے۔ اگر نفس کسی طرح بھی اس بات پر اصرار کرنے سے باز نہ آئے تو مرید کو چاہئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ یاد کرے اور یقین رکھے کہ اس طریق درویشی میں مرید کے لیے کوئی چیز پیر پر اعتراض کرنے سے زیادہ نقصان رساں نہیں اور حضرات مشائخ نے فرمایا ہے کہ مرید کی ہر بیماری کا علاج کیا جا سکتا ہے مگر اعتراض وہ بد بلا مرض ہے جس کا کوئی علاج نہیں اس لیے کہ ہر ایک بیماری میں مرید معذور نہیں ٹھہرتا۔ یہی وجہ ہے کہ جو حجاب اعتراض سے پیدا ہوتے ہیں وہ کسی شے سے دور نہیں ہو سکتے۔ غرض اعتراض نہایت ہی نامبارک شے ہے جو مرید کے مجازی فیض سے سدھ ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور فیض سے مرید کو محروم کر دیتا ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ طلب میں ثابت قدم رہے اور کسی طرح طلب سے ہمت نہ ہارے خواہ سارا جہاں ننگی تلوار اس کے سر پر کھینچ کر بھی اس کو اس کام سے روکے۔

عاشق ثابت قدم آں کس بود کز کوئے دوست
رو نہ گرداند اگر شمشیر بارد بر سرش!

یعنی پختہ کار عاشق وہ شخص ہوتا ہے جس کے سر پر تلواروں کا مینہ بھی برس جائے تو بھی دوست کے کوچے سے منہ نہ پھیرے۔ مرید پر واجب ہے کہ اپنے شیخ کے ساتھ یہاں تک ارادت صحیح کرے کہ اس کو ہر شے ہر شخص یہاں تک کہ اپنی جان سے بھی عزیز سمجھے جیسا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص کامل ایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان

سے اور اس کے مال سے اور اس کے فرزند سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ مرید پیر کے ہر فعل کی اقتداء نہ کرے۔ جب تک شیخ اسے اس فعل کا حکم نہ دے۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ شیخ فعل اپنے مقام خاص کے مناسب حال کرتا ہو اور مرید بھی اندھا دھند وہ کام کر بیٹھے کہ اس کے مقام اور مشرب کے لحاظ سے زہر قاتل ہو جیسا کہ کسی بزرگ نے فرمایا:

تو صاحب نفسی اے غافل میان خاک وخوں میخور

کہ صاحب دل اگر زہرے خورد آں انگبیں باشد

فی الحقیقت اس شعر میں اس خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کے ایک دفعہ زہر ہلاہل کی دو شیشیاں پی لینے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ تفصیل اس قصہ کی اس طرح ہے کہ شام کے ایک بادشاہ نے زہر کی دو شیشیاں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیں اور عرض کی کہ اس زہر میں اس قدر سمیت ہے کہ اس کا ایک قطرہ ہی دشمن کے ہلاک کے لیے کافی ہے۔ اس کو نہایت احتیاط سے رکھیے گا۔ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کا اس نفس سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں۔ یہ فرمایا اور دونوں شیشیاں پی لیں لیکن خدا کی شان ہے کہ حضرت رضی اللہ عنہ کی ذات پاک پر زہر کا کوئی اثر نہ ہوا۔

شاعر کہتا ہے کہ اے شخص تو جو اپنی نفسانی خواہشوں کے جال میں پھنسا ہوا ہے اپنے انداز سے باہر پاؤں مت رکھ وہ صاحب دلوں کا کام ہے جو زہر پی جائیں تو زہر ان کے جسموں میں شہد کا کام دے۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ مرید شیخ کے حکموں کے ظاہر الفاظ پر ثابت قدم رہے اور ان کی ہرگز تاویل نہ کرے تا کہ خدا تعالیٰ اس مرید کے صادق عقیدے کی برکت سے اس کو مدارج حقائق تک ترقی بخشے اور دقائق اور معانی کے سمجھنے کی

قابلیت اسے عطا فرمائے۔

چھٹی شرط یہ ہے کہ شیخ نے مرید کو ذکر توجہ مراقبہ رابطہ وغیرہ جو کچھ ارشاد فرمایا ہو مرید اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے عمل کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اگرچہ مشائخ نے اس دوسرے عمل کی بہت خوبیاں اپنی تصنیفات میں درج کی ہوں کیونکہ مرید کی بھلائی اس عمل میں ہے جس کا اس کے شیخ نے اپنے نور فراست سے اس کی استعداد کو ملاحظہ فرما کر اسے حکم دیا ہے اور شیخ کیف راست انوار الٰہی میں ایک نور ہے۔ جس کے ذریعے معلوم کی ہوئی باتیں کبھی غلط ثابت نہیں ہوتیں۔ جیسا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مومن کی فراست سے بچتے رہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھ لیتا ہے۔

اِتَّقُوْا مِنْ فَرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ الْحَاضِرِ۔

ساتویں شرط یہ ہے کہ مرید اپنے آپ کو سب سے نالائق تر خیال کرے اور اپنا کسی شخص پر کوئی حق نہ ٹھہرائے اور نہ اپنے اوپر کسی کا کوئی ایسا حق ثابت کرے جس کا ادا کرنا اس پر واجب ہو اور اعتقاد رکھے کہ کون و مکان میں اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی شے (از خود) موجود نہیں تاکہ اس عقیدے کی برکت سے وہ اس مقام پر پہنچ جائے کہ محسوسات کا حجاب اس کی بصیرت کے آگے سے اُٹھ جائے اور حضرت خلیل علیہ السلام کے مستانہ وار یہ کلمات اس کی زبان پر جاری ہو جائیں:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ
حَنِیْفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔ (پ۷، ع۱۵)

یعنی میں نے اپنا منہ اس ذات عز اسمہ کی طرف یک رخہ ہو کر کر لیا ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

حضرت اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ جب کبھی کسی مرید کو تلقین

کرتے تو اسے ارشاد فرماتے کہ آج سے ہم اور تم دونوں برادر طریقت ہو گئے۔ ہماری ایک نصیحت سن رکھو۔ اس دنیا کو ایک نیا گنبد سمجھ لو اور خدا تعالیٰ کا اس قدر ذکر کرو کہ غلبہ توحید میں حق ہی حق رہ جائے اور تم درمیان سے اُٹھ جاؤ۔ خواجہ خواجگان خواجہ بلاگردان حضرت شہنشاہ نقشبند رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اسماعیل اتا کے اس قول سے عجیب توحید کی خوشبو آتی ہے۔

آٹھویں شرط یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ کے احکام میں سے کسی حکم میں خیانت نہ کرے اور شیخ کے احترام میں انتہائی کوشش صرف کر دے اور جس ذکر کا شیخ نے اسے حکم دیا ہو دل و جان سے کوشش کرے اسے انجام تک پہنچائے اور جس وقت ذکر کے سوائے شہوانی یا کوئی دوسرا خطرہ اس کے دل پر گزرے تو فوراً ذکر کی طرف رجوع کرے اور اپنے نفس کو ہدایت کرے کہ ایک وقت میں دو مخالف باتوں پر مشغول ہونا ممکن نہیں تاکہ غفلت طاری نہ ہو اور وہ مذموم خطرہ پھر دل میں نہ گزرے۔ اسی مشق کو جاری رکھے یہاں تک کہ ذکر کی بدولت غفلت کا ازالہ ہو جائے۔

نویں شرط یہ ہے کہ مرید کو دونوں جہاں میں کسی شے کی ہوس اور خواہش نہ ہو۔ جس وقت مرید کے دل میں کسی شے کی ہوس یا خواہش پیدا ہو گئی۔ اس وقت وہ مرید نہیں ہو گا بلکہ طالب ہوا ہو گا۔ حضرات مشائخ کرام فرماتے ہیں: مرید کو اپنے شیخ کے قبضے میں اس طرح رہنا چاہئے جیسے میت غسل دینے والے کے قبضے میں ہوتی ہے کہ جس طرح وہ چاہتا اسے حرکت دیتا ہے۔ پس مرید پر یہ واجب ہے کہ جو کچھ شیخ اس کے حق میں بہتر فرمائے وہ بھی اسی کو بہتر سمجھے اور اپنے شیخ کے کلام کو کسی طرح رد نہ کرے۔ اگرچہ حق اسی کی جانب ہو اور شیخ کی خطا کو اپنے صواب سے بہتر سمجھے۔

دسویں شرط یہ ہے کہ شیخ جس شخص کو مرید پر فضیلت دے اگر چہ وہ شخص علم میں اس مرید سے کمتر بھی ہو تو اس کا تابعدار رہے اور اعتقاد رکھے کہ میرے شیخ کا انتخاب سب انتخابوں سے افضل ہے اور میرا شیخ کل مشائخ سے اکمل۔ اگر اپنے شیخ کی نسبت یہ اعتقاد نہ رکھے گا تو اس کا دل خواہ مخواہ کسی زیادہ کامل شیخ کی تلاش میں رہے گا اور یہ تلاش اس میں کبھی نسبت ذوقیہ پیدا نہ ہونے دے گی۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ امیر قاسم قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مولانا زین الدین ابوبکر تابادی کی ملاقات کو گیا۔ ان کی مجلس میں ایک شخص بیٹھا تھا جو رسمی شیخوں میں سے کسی شیخ کا مرید تھا۔ حضرت مولانا نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تو اپنے شیخ کے ساتھ زیادہ محبت رکھتا ہے یا حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ۔ اس شخص نے کہا کہ اپنے شیخ کے ساتھ۔ حضرت مولانا نے غصہ سے فرمایا: کتے تو اپنے شیخ کو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر ترجیح دیتا ہے اور ایسے خفا ہوئے کہ غصہ سے بیٹھ نہ سکے۔ اُٹھ کر گھر تشریف لے گئے۔ میں اور وہ شخص دونوں حیران بیٹھے رہے۔ لحظہ بھر کے بعد وہ شخص بھی اُٹھ کر چلا گیا اور میں اکیلا رہ گیا لیکن سخت فکر مند ہوا الٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔ مولانا نے اس شخص کی نسبت ایسے سخت کلمات کیوں کہے۔ تھوڑی دیر کے بعد مولانا نے باہر تشریف لا کر پوچھا، شخص کہاں گیا۔ میں نے عرض کی وہ تو اسی وقت چل دیا تھا۔ حضرت مولانا نے فرمایا آؤ اس سے عذر خواہی کریں۔ حضرت مولانا اور میں دونوں اس شخص کی تلاش میں نکلے۔ وہ رستے میں مل گیا اور کہنے لگا آپ نے کیوں تکلیف فرمائی۔ میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کو تھا۔ اس وقت آپ سخت غصے میں آگئے۔ میں کوئی جواب نہ دے سکا۔ اب میں اپنے اس جواب کے معنی عرض کرتا ہوں۔ توجہ سے سنئے۔ پچاس برس سے میں حضرت

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب پر ہوں اور مجھے اس پابندی مذہب نے ایک گناہ سے بھی نہ روکا۔ اب چند روز سے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تو اس چند روزہ ملازمت نے میرے دل کو سب گناہوں کی طرف سے ٹھنڈا کر دیا اور میں نے اپنے دل میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف میلان پاتا ہوں۔ اگر اس حالت میں میں نے اپنے شیخ کے ساتھ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی نسبت زیادہ محبت رکھنے میں ناجائز کام کیا ہے تو میں اپنے قول سے استغفار کرتا ہوں۔ حضرت مولانا نے کئی بار آنکھوں کو بوسہ دیا اور بہت سی عذر خواہی کے بعد فرمایا کہ بھائی تو حق پر ہے۔ میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔

مرید کو چاہئے کہ فضول کلام و فضول نظر سے پرہیز کرے۔ کیونکہ یہ باتیں حضرات مشائخ طریقت کے نزدیک مکروہ ہیں اور حضرت مولانا غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ طالب صادق وہ ہے کہ جس کو محبت مرشد اور اتباع خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم غالب ہو۔

نیز فرمایا کہ قدر طالب میں شکست و عاجزی زیادہ ہوتی ہے۔ اسی قدر فیض اس پر زیادہ وارد ہوتا ہے۔

امام العارفین حضرت بابا داؤد خاکی رحمۃ اللہ علیہ جو خلیفہ اکبر حضرت مخدوم حمزہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اپنی کتاب شرح ورد المریدین میں فرماتے ہیں کہ آداب مرید میں یہ بات بھی داخل ہے کہ مرید ہر وقت اپنے دل کو شیخ کے دل کے مقابل رکھے اور شیخ کے دل سے فیض کا منتظر اور مدد کا خواہاں رہے کیونکہ فتوحات غیبی اوّل شیخ کے دل کے دریچہ سے مرید کے دل میں پہنچتے ہیں۔ جیسا کہ مشہور ہے:

من القلوب الی القلوب روزنت۔

یعنی دلوں سے دلوں کی طرف راہ ہوتے ہیں۔ حقیقت اس کی یہ ہے کہ

بے چارہ مرید پہلے بے شمار حجابوں میں گرفتار ہوتا ہے اور وہ اللہ سبحانہ کی طرف ہرگز توجہ نہیں کرتا۔ اس لیے کہ وہ عالم شہادت میں داخل ہے۔ پیوند ارادت مضبوط ہونے پر مرید کی توجہ شیخ کے دل میں آسانی کے ساتھ پہنچ جاتی ہے اور شیخ کا دل چونکہ متوجہ حضرت الٰہی ہے اور ہر لحظہ غیب سے شیخ کو دل میں فیضان ربانی پہنچتا رہتا ہے۔ اس واسطے مرید جس قدر توجہ شیخ کے دل کی طرف کرے گا۔ اسی قدر فتوحات غیبی مرشد کے دل سے مرید میں پہنچتے رہیں گے۔ اسی طرح مرید کے دل میں شیخ کے واسطہ سے فیضان جاتا ہے کہ بغیر واسطہ کسی کے فیض ربانی اسے پہنچنے لگتا ہے اور حضرت ممدوح الشان اس امر پر اس قدر زور دیتے ہیں کہ ایک جگہ فرماتے ہیں: یہ شرط جملہ شرائط مرید سے زیادہ مشکل ہے اور جس قدر زیادہ مشکل ہے اس قدر زیادہ فائدہ مند بھی ہے۔ اگر اس شرط میں نقصان واقع ہو جائے۔ راہ کمال بالکل ایسی بند ہو جاتی ہے کہ کوئی عبادت اس کو نہیں کھول سکتی اور اگر اس شرط میں نقصان واقع ہو تو باقی شرطوں میں جو نقصان واقع ہو جائے شیخ کے دل کی حمایت کی برکت سے اس نقصان کی تلافی ہوسکتی ہے۔ اگر خدانخواستہ مرید کی ارادت فاسد ہو جائے یا رابط قلب میں نقص واقع ہو جائے تو کل جنوں اور انسانوں کے اعمال سے اس کی اصلاح نہیں ہوسکتی ہے کیونکہ حضرات مشائخ کرام کا مسلمہ ہے کہ شیخ کی ولایت مرید کا قلعہ ہے اور مرید کی ارادت اس کی دیواریں ہیں۔ اگر مرید کی ارادت میں نقصان واقع ہو جائے تو قلعہ کی دیواریں گر جاتی ہیں اور شیاطین کا لشکر حملہ کر دیتا ہے۔ حضرت ممدوح الشان مرید صادق کی آٹھ شرائط بیان فرماتے ہیں:

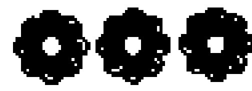
وحدت و ذکر وضو نفی خواطر ربط قلب
صمت و تقلیل و رضا کاندر سلوک انصر شد

یعنی وحدت تنہائی دوام ہمیشہ باوضو رہے۔ نفی خواطر ربط قلب با شیخ، خاموشی تقلیل یعنی کم کھانا، کم سونا، کم بولنا، خدا کی رضا پر راضی ہونا۔

اب اس مضمون کو فقیر ختم کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ مجھ کو اور باقی سب یاران طریقت کو مرید صادق بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ (پ ۱، ع ۱۵)

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

آداب المریدین

جب کوئی شخص کسی سے مرید ہو جائے تو اس کو (اپنے پیر و مرشد یا شیخ کے متعلق یہ یقین ہونا چاہیے) کہ اس کا پیر دنیا میں سب سے اعلیٰ ہے اس لیے اس کا جتنا بھی احترام کرے کم ہے۔ خلوص دل سے پیر کی یہ عزت ہی اَدب ہے جو مرید پر فرض ہے اور اَدب کا ترک کرنا گناہ عظیم ہے۔

اَدب کے اظہار کے دو طریقے ہیں:

جو بیعت شریف پڑھائی گئی ہے۔ اس کو ہمیشہ یاد رکھے اور اس کے معنی اور مطلب پر غور کرتا رہے۔ اس بیعت پر عمل پیرا ہو سنت نبوی کی پیروی اور پیر و مرشد کے بتائے ہوئے سبق کی پابندی مرید پر لازم ہے۔ جب کبھی پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہو تو باوضو ہو۔ نظر نیچی رکھے اور حضوری قلب کے ساتھ درود شریف کا ورد کرتا رہے۔

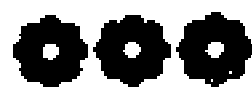
جب تک پیر خود دریافت نہ کرے مرید کوئی بات نہ کرے پیر و مرشد کے سامنے اَدب سے بیٹھے۔

پیر و مرشد جب کچھ کہہ رہے ہوں تو خاموشی اور پوری توجہ کے ساتھ ان کے ارشادات سنے جائیں اور جب تک پیر و مرشد خود کوئی بات دریافت نہ کریں مرید اپنی زبان سے کچھ نہ کہے۔ حاضرین میں جس سے پیر و مرشد دریافت فرمائیں صرف وہی شخص اس کا جواب دے۔ کوئی دوسرا نہ بولے۔ پیر و مرشد کی

موجودگی میں اُونچی آواز سے گفتگو نہ کرے اور نہ ہی سرگوشی کرے۔ پیر و مرشد کے اہل خاندان کا بھی اتنا ہی احترام کرے جتنا کہ اپنے پیر کا کرتا ہے۔ ظاہر اور باطن میں پیر و مرشد پر کوئی اعتراض نہ کرے اور ان کے کسی حکم کی مخالفت بھی نہ کرے کیونکہ یہ بڑی بے اَدبی اور مرید کے لیے زہر ہلاہل ہے۔ دینی اور دنیوی ہر کام پیر و مرشد کی اجازت سے کرنا افضل ہے۔

اپنی جان و مال اور اپنا ہر کام پیر و مرشد کے سپرد کر دے اور ہر حال میں مطیع و فرمانبردار رہے۔ اپنے اور خدائے تعالیٰ کے درمیان پیر و مرشد کو وسیلہ گردانے تاکہ بارگاہ خداوندی میں اس مرید کی رسائی ہو جائے۔ پیر و مرشد کے رازہائے سربستہ کو چھپائے کسی پر ظاہر نہ کرے اور کسی امر یا بات کو بے فائدہ نہ سمجھے۔ اس طرح پیر کے ہر کام میں سبھی آداب کا خیال رکھے۔ پیر کی چند ساعت کی خدمت سالہا سال کی عبادت سے افضل ہے۔ ذکر، فکر مراقبہ اور مرشد کی ذات بابرکات سے قلبی لگاؤ پیدا کرنا، پیر و مرشد کو اپنے حال سے باخبر جاننا اور ہر گھڑی ان کے خیال میں محو رہنا آداب باطنی میں افضل ترین اور بعض کاملین کے مطابق عین عبادت ہے۔

پیر و مرشد کی صورت کو نگاہ میں بسائے رکھنا اور خیال میں یاد کرنا تصور شیخ ہے۔ یہ بڑی نعمت اور مرید کے لیے ذکر سے زیادہ مفید اور مناسب ہے کیونکہ مرید کے لیے بارگاہ الٰہی سے واصل ہونے کا یہی ذریعہ ہے اور وسیلہ۔ اس انداز سے مرید کا جتنا دلی تعلق مرشد کے ساتھ زیادہ ہو جائے گا۔ پیر کا فیض باطن میں بڑھتا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب مرید اپنے پیر و مرشد کی ذات میں فنا ہو جائے گا تو اپنی منزل مقصود کو پا لے گا۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یارانِ طریقت یا پیر بھائی

قال اللّٰہ تعالیٰ: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔ (پ۲۶، ع۱۴)

ترجمہ ''تمام ایماندار آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''

تمام دنیا میں سب سے زیادہ خوش نصیب وہ مومن لوگ ہیں جو اس مبارک نام سے پکارے جاتے ہیں اور درحقیقت مبارک زندگی بھی انہی لوگوں کی ہے جو اس خطاب سے موسوم ہو چکے ہیں یعنی جن مومنوں کو آپس میں یارانِ طریقت یا پیر بھائی بننے کا اور رشتہ روحانی ومحبت ویک جہتی ایک دوسرے کے ساتھ قائم کرنے کا فخر حاصل ہے۔

یہ وہ رشتہ الفت ہے جو بلا تمیز رنگ وقوم وملک کے سب مومنوں کو ایک رنگ حقیقی واصلی میں رنگ دیتا ہے۔ خواہ وہ ہندی ہوں یا سندھی، ترکی ہوں یا تاتاری، چینی ہوں یا بخاری، عربی ہوں یا قندھاری، افغانی ہوں یا ایرانی اور خواہ پہلے وہ بابی ہوں یا نیچری، بے دین یا لامذہب، ہندو ہوں یا عیسائی، آریہ ہوں یا دہریہ، الغرض اس رنگ کے چڑھنے پر وہ سب آپس میں شیر وشکر ہو کر اس طرح راحت وآرام سے زندگی بسر کرتے ہیں کہ ان میں سے غیریت بالکل اُٹھ جاتی ہے بلکہ حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر ایک دوسرے کو عزیز جاننے لگتے ہیں۔

یہاں پر مجھے ایک بات یاد آئی ہے، ایک دن علی پور سیداں میں جو فقیر کا مولد ومسکن ہے میرے دلی مخلص ومحب واخی فی الدین قاضی حسن الدین صاحب

جو آج کل لداخ متصل تبت میں نائب تحصیلدار ہیں شیخ فضل دین و شیخ دین محمد کو ایک برتن میں کھانا کھاتے ہوئے دیکھ کر بہت متعجب ہو کر یہ کہنے لگے کہ سبحان اللہ والحمدہ کیسی مولا کی شان ہے اور یہ صرف صوفیائے کرام کی صحبت کی تاثیر ہے کہ ایسے وہ شخص جو ایک دوسرے سے سخت متنفر بلکہ ایک دوسرے کے سایہ سے پرہیز کرنے والے تھے وہ دو قالب یک جان ہو کر اپنے مادر زاد بھائیوں سے بھی بڑھ کر عزیز بن رہے ہیں اور ایک دوسرے پر اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہیں۔ وجہ یہ تھی کہ شیخ دین محمد تو پہلے ہندو قوم برہمن کا پنڈت تھا اور شیخ فضل دین پہلے خاک روب یعنی چوہڑا تھا۔

درحقیقت دیکھا جائے تو یہ اسلام کی بڑی خوبی ہے کہ دو کو ایک کر دیتا ہے اور عشق حقیقی کی چاٹ لگا کر سب اختلاف کو مٹا دیتا ہے اور ان کا حال ڈنکے کی چوٹ سے اشتہار کر دیتا ہے کہ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ۔

یہ سب ایمان اور عشق کا ظہور ہے کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے:

بسیار دیدہ ام کہ یکے را دو کرد تیغ!
شمشیر حق بیں کہ دو کس را یکے کند

یہ ایک حال ہے جو صوفیوں کی صحبت اور خدمت کی برکت سے عطا ہوتا ہے۔ اس صحبت کیمیا خاصیت کا وہ رتبہ اور اثر ہے کہ محال کو بھی ممکن کر دیتا ہے۔ یہ تو کہتے ہیں کہ

لعادۃ لا یرد الا بالموت۔

جبل گردد و جبلت نہ گردد

مطلب یہ ہے کہ پہاڑ بدل جائے تو بدل جائے مگر طبیعت نہیں بدلتی۔

مگر......

آہن کہ بپارس آشنا شد
فی الحال بصورت طلا شد
خورشید نظر چو کرد برسنگ
تحقیق کہ لعل بے بہا شد

اسی طرح انسان ناقص جو مثل آہن ہے۔ انسان کامل کی صحبت سے کندن بن جاتا ہے۔ سارا کھوٹ اس کا نکل جاتا ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ خورشید ولایت محمدی ﷺ صوفی کامل عاشق اللہ کی نظر میں یہ اثر ہے کہ نفس امارہ کے سنگین قلعہ پر اگر وہ پڑ جاتی ہے تو اس کو لعل بے بہا بنا دیتی ہے۔ ہر چند کہ چشم ظاہر میں اور ناقص حال میں محال معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آہن سا سیاہ باطن کندن بن جائے یا کوئی پتھر کا دل لعل بے بہا بن جائے مگر اس حال کا ممکن ہونا یا جبلت اور عادت کا بدلنا اگر ہوسکتا ہے تو صرف ایک صوفیائے کرام کی صحبت کی برکت سے ہی ہوسکتا ہے۔ جس کے صد ہا مشاہدے ہم ہر روز اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ صد ہا فاسق اور فاجر ہزار ہا ڈاکو اور راہزن اور بے دین اپنی بد عادتوں کو چھوڑ کر ایک صوفی کی صحبت سے پکے عابد و زاہد و متقی پرہیزگار بن جاتے ہیں۔

وہر آ تجھ کو دکھا دوں میں گلستاں ان کا

ہاں اگر روز روشن میں کوئی شخص اپنی آنکھیں بند کر کے سورج کی روشنی سے انکار کرے تو اس کی ہٹ دھرمی کا کیا علاج۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم!
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

بعض لوگ اپنی خرابی حال سے یہ کہتے ہیں کہ اس زمانے میں ایسے صاحب تاثیر کہاں ہیں۔ اگر ہیں تو ہم کو دکھا دو۔ یہ ان کا کہنا محض غلط خیال اور

خرابی حال کا اثر ہے اگر ان کی آنکھیں ہوں اور استعداد ان کے دیکھنے کی ہو تو یہ صاحبانِ تاثیر ان کو جا بجا نظر آئیں مگر ان کی عقیدت نہیں استعداد نہیں پھر کیا نظر آئیں۔ صوفیائے کرام کا زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور روز بروز ترقی کرتا رہا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تو اس گروہ نے یہاں تک ترقی کی کہ یہ لوگ تارک الدنیا ہو کر پہاڑوں اور جنگلوں میں جا کر رہتے اور مجردانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر بلند آواز سے فرمایا کہ لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ ''اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔''

اس مجردانہ زندگی کو چھوڑ کر عیال داری و معاشرت کا حکم فرمایا۔ اس سے صوفیت اور صفائے باطن کی تکمیل ہوئی۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری متابعت کی۔ اس میں عشق الٰہی ظاہر ہوا۔ اس کی تجلی نے تمام دل اور باطن کو منور کر دیا اور صوفی لقب پایا۔

یہ گروہ صوفیائے کرام قیامت تک قائم رہے گا۔ انہی کی برکت سے زمین و آسمان کا قیام ہے کیونکہ یہی لوگ زمین کی میخیں ہیں۔ جن سے زمین ٹھہری ہوئی ہے اور یہی لوگ آسمان کے ستون ہیں جن کی برکت سے آسمان قائم ہے۔ جس دن زمین پر یہ لوگ نہ ہوں گے۔ اس دن نہ یہ زمین ہوگی نہ آسمان۔ دیکھو حدیث شریف:

وَ بِهِمْ يُرْزَقُوْنَ وَ بِهِمْ يُمْطَرُوْنَ۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انہی پاک وجودوں کی برکت سے تم زندگی بسر کرتے ہو۔ انہی کے وسیلے تم پر بارشیں ہوتی رہتی ہیں۔ انہی کے طفیل سے تم کو رزق دیا جاتا ہے۔ دیکھو قرآن شریف کے نواں پارہ کا اخیر:

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ۔ (پ۹، ع۱۸)

ترجمہ "ہم ان کو عذاب نہیں دیں گے۔ جب تک آپ ان میں تشریف رکھیں گے۔"

کافر بھی اگر بچے ہوئے ہیں تو انہی پاک وجودوں کے طفیل ہے۔

ایک دن لاہور میں ایک شخص نے کسی بزرگ سے پوچھا کہ الزنا یخرج البناء یعنی جس جگہ زنا ہوتا ہے وہ جگہ نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ لاہور کے انارکلی لنڈا ٹبی بازار میں باوجود اس قدر زنا ہونے کے لاہور کئی میلوں تک بڑھ رہا ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ تم رات کو میرے پاس سونا پھر اس کا جواب دیں گے۔ جب آدھی رات گزری تو اس بزرگ نے اُٹھ کر وضو کر کے تہجد کی نماز ادا کی۔ پھر سائل کو فرمایا اُٹھ تو بھی نماز پڑھ۔

جب وہ نماز پڑھ چکا تو فرمایا دیکھ! جب اس نے نگاہ کی تو دیکھا کہ کئی ہزار آدمی تہجد میں کھڑے تھے۔ اس وقت انہوں نے فرمایا اگر پہلی رات اس قدر زنا ہوتا ہے تو پچھلی رات ہزاروں آدمی تہجد بھی پڑھ رہے ہیں۔ لاہور جب دن بدن ترقی کرتا جاتا ہے تو انہی پاک نفوس کی برکت سے ہے جو اس وقت گرم بستروں کو چھوڑ کر اپنے مولا کی یاد میں کھڑے ہیں اگر یہ لوگ نہ ہوتے اور صرف پہلی رات والے ہی ہوتے تو اب تک لاہور کی بیخ و بنیاد اکھڑ گئی ہوتی۔

اور دوسری صحیح مسلم کی حدیث شریف میں وارد ہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ ایک شخص بھی اللہ اللہ کہنے والا (یعنی صوفی) دنیا میں موجود ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ صوفی ہمارے حال پر خود بخود نظر عنایت کیوں نہیں کرتے اور ہمارے پاس آکر کیوں نہیں کہتے کہ آؤ تمہیں سیدھا راستہ یا راہ حق دکھائیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ وہ تو دنیا میں اس لیے پیدا کیے

گئے ہیں کہ لوگوں کو راہ راست دکھلا دیں اور برے کاموں سے ہٹا کر لوگوں کو نیک کاموں کی ہدایت کریں۔ مگر کن کو دکھا دیں، ان کو جو ان کی خدمت میں طالب صادق بن کر ارادت صادق لے کر آئیں۔ آپ اتنا تو خیال فرمائیں کہ بیمار ڈاکٹر یا طبیب کے گھر جاتا ہے یا ڈاکٹر بیمار کے پاس آتا ہے۔ دنیا میں تو قدیم سے یہ قاعدہ چلا آیا ہے کہ بیمار ڈاکٹر یا حکیم کے پاس جاتا ہے اور علاج کی درخواست کرتا ہے۔

اگر کوئی ڈاکٹر یا حکیم گلی کوچے میں یہ آواز دیتا پھرے کہ آؤ میں حکیم اور طبیب ہوں تو ایسے حکیم کو ہر شخص دیوانہ یا پاگل تصور کرے گا اور کہے گا کہ اگر یہ ڈاکٹر یا حکیم ہے تو بیمار خود اس کے پاس چلے آئیں گے۔ اس کو پکارتے پھرنے کی کیا ضرورت ہے اور درحقیقت بات بھی یہی ہے کہ بیمار جب تک علاج کی خود درخواست نہ کرے ڈاکٹر کے خود بخود علاج کرنے سے فائدہ بھی نہیں ہوتا۔ دیکھو اس کے متعلق صوفیوں کے سرتاج حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے کیسا عمدہ اور پرمعنی فیصلہ فرمایا ہے:

آب کم جو تشنگی آور بدست!
تا بیارد آبت از بالا و پست!

یعنی پانی کی تلاش مت کر اور پیاس حاصل کر۔ اگر تمہیں پیاس ہوگی تو نیچے (یعنی زمین سے) اوپر (یعنی آسمان سے) پانی تمہیں مل جائے گا اور جب ایک شخص کو پیاس ہی نہیں تو تم شربت میں برف ڈال کر بھی جبراً اس کے منہ میں ڈالو تو وہ باہر پھینک دے گا کیونکہ اس کو پیاس ہی نہیں اور سخت پیاس کے وقت اگر کسی شخص کو گرم پانی بھی مل جائے تو اس کو آب حیات سمجھ کر پی لیتا ہے حقیقت یہ ہے کہ ایسے اعتراض کرنے والوں کو پیاس ہی نہیں۔ ورنہ پانی بہت ہے یعنی

صوفی تو بہت ہیں طالب ہی نہیں ہیں۔

ایک شخص نے کسی کو خط لکھا کہ کوئی پیر کامل ہو تو بتایئے۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ پیر کامل تو میں بہت بتا دوں گا آپ کا کوئی طالب صادق ہو تو بتایئے۔

میرے قبلہ و کعبہ ہادی مولا حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے دادا صاحب حضرت خواجہ محمد فیض اللہ صاحب تیراہی قدس سرہ کوہاٹ میں حضرت خواجہ آدم بنوری مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت حاجی بہادر رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی مجددی کی مسجد میں حوض کے کنارے تشریف فرما تھے۔ پاس سے ایک شخص شہزادہ میاں نامی نے ٹھنڈی آہ بھر کر با آواز بلند کہا: آہ افسوس مرد کامل کوئی نظر نہیں آتا۔ تین مرتبہ یہی کلمہ کہا۔ چوتھی مرتبہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میاں کامل تو بہت ہیں طالب کوئی نہیں، شہزادہ میاں نے اپنے زخمی پاؤں کے اوپر سے کپڑا کھول کر عرض کی کہ حضرت طالب تو میں ہوں جو تیس سال سے کسی صوفی کامل کی تلاش میں جنگلوں اور پہاڑوں میں دن رات خاک چھان کر پتھروں کی ٹھوکروں سے اپنے پاؤں کو زخمی کر چکا ہوں۔ تب حضرت باباجی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی حالت زار پر رحم آیا اور حجرے میں لے جا کر اس کو پچھلے گناہوں سے توبہ و استغفار پڑھا کر ذکر کی تلقین کی۔ پھر وہ شہزادہ میاں آپ کی صحبت کی برکت سے ایسے کامل ہوئے کہ ہزارہا مخلوق خدا ان کی صحبت سے فیض یاب ہوئی۔

میرے حضرت قبلہ و کعبہ ہادی و مولیٰ روحی فداہ باباجی فقیر محمد قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے اپنی بچپن کی عمر میں اس شہزادہ میاں کو دیکھا۔ ان کی یہ حالت تھی کہ وہ عشاء کی نماز پڑھ کر حبس دم کر کے مراقبہ میں بیٹھ جاتے اور تہجد کی نماز کے وقت دم چھوڑتے اس حبس دم کی وجہ سے ان کی پسلیوں میں

سوراخ ہو گئے تھے۔ جب وہ سردی کے دنوں میں اپنا کرتہ اُتار کر دھوپ میں ڈالتے تھے تو ان کے وہ سوراخ دیکھ کر ان میں انگلیاں ڈال کر خوش طبعی کیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ جن کی فضیلت اور لیاقت کی ساری دنیا کے فلاسفر شہادت دیتے ہیں، کیا خوب فرماتے ہیں:

تا ارادت نیاری چیزے نبری

یعنی جب تک تو ارادت صادقہ لے کر کسی صوفی کے پاس نہ جائے گا کیونکہ مثلاً پانی کا دریا بہہ رہا ہے۔ اس میں سے ہر ایک شخص اپنے اپنے ظرف کے مطابق پانی لے جاتا ہے۔ پیاسا اپنی پیاس کے مطابق پانی پی لیتا ہے مگر ایک شخص کے پاس برتن ہے ہی نہیں وہ پانی کس چیز میں لے گا۔ ایک شخص گرم گرم پلاؤ تقسیم کر رہا تھا۔ برتن والے برتن لے گئے اور پلاؤ لے آئے۔ انہوں نے اس کھانے سے خود بھی پیٹ بھرا اور دوسروں کو بھی دیا۔ ایک شخص نے جس کے پاس برتن ہی نہیں تھا اس کے دیکھا دیکھی اپنے دونوں ہاتھ اس تقسیم کرنے والے کے آگے پھیلا دیئے۔ اس نے پلاؤ گرم گرم رکابی اس کے ہاتھ پر اُلٹ دی۔ گرمی سے اس کے ہاتھ جلے تو اس نے پلاؤ کو نیچے پھینک دیا۔ اب اس بے وقوف نے برتن نہ ہونے کے سبب دو نقصان کیے۔ ایک تو کھانے کو ضائع کیا جو کسی دوسرے بھوکے آدمی کے کام آتا۔ دوسرے اپنا ہاتھ جلا کر چلا آیا۔ ایسے بے وقوف آدمی جن کے پاس اپنا برتن نہ ہو اپنا بھی نقصان کرتے ہیں اور دوسروں کا بھی۔

یاد رہے کہ صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کا گروہ تا دور قیامت قائم رہے گا اور ان کے فیض سے ہمیشہ مخلوق خدا مستفیض ہوتی رہے گی۔ باقی رہی یہ بات کہ صوفی میں کن کن اوصاف و علامات کا ہونا ضروری ہے اور ان کی کیا شناخت ہے فقیر کسی

دوسرے مضمون میں لکھے گا۔ یہ تو میں کہاں کا کہاں جا نکلا۔ اب میں اپنے مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

یاران طریقت یا پیر بھائی کن کو کہا جاتا ہے؟ ان دو شخصوں کو کہا جاتا ہے کہ جو ایک پیر کے ملنے والے اور ہم صحبت ہوں۔ ان کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں یاران طریقت یا پیر بھائی کہتے ہیں اور مبارک خطاب اور پیارا نام یعنی یاران طریقت یا پیر بھائی ہر ایک مومن حاصل کر سکتا ہے۔ خواہ وہ کسی قوم کسی ملک کا ہو۔ پیر کی خدمت میں جانے اور پیر کا ہاتھ پکڑنے اس کے ساتھ نسبت قائم کرنے سے اس شخص کو جو پہلے بالکل اجنبی اور نا آشنا تھا اپنے پیر اور پیر بھائیوں کے ساتھ اس قدر محبت حقیقی اور رشتہ الفت اصلی قائم ہو جاتا ہے کہ اس کو اپنے مادر زاد بھائیوں کے ساتھ اس قدر محبت حقیقی نہیں ہوتی۔ وہ اپنے سب پرانے خیالات اور عادتیں جو اس کا ملکہ راسخہ ہو چکی ہوتی ہیں سب کو یک بارگی چھوڑ کر محبت پیر سے اپنے پیر کے رنگ میں ایسا رنگا جاتا ہے کہ گویا اس کی کایا پلٹ گئی اور جس کسی نے اس کو پیر و مرشد کے ملنے سے پہلے دیکھا ہو اس کی اس وقت کایا پلٹی ہوئی دیکھ کر اس کے پہچاننے سے ششدر و حیران رہ جاتا ہے اور زبان حال سے یہ کہہ اُٹھتا ہے:

کہ کل کون تھا آج کیا ہو گیا یہ

رباعی

آدمی را بچشم حال نگر!
و ز خیالات وی پری گھور
خون بود است نافہ تاتار
سنگ بودہ است ابتدائے گہر

پھر شخص کو اگر پیر کی صحبت میسر رہے تو اس کی روحانی حالت دن بدن ترقی کرتی جاتی ہے خواہ اس کو خبر ہو یا نہ ہو۔

سوال

مجھے یہ تو بتائیے کہ پیر کے پاس جانے سے کیا فائدہ؟

جواب

اس کے بہت فائدے ہیں۔

۱- فائدہ اوّل

پیر کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کرنے سے پچھلے سارے گناہ بخشے جاتے ہیں۔

۲- فائدہ دوم

جتنے گناہ نامہ اعمال میں ہوتے ہیں وہ مٹ کر اتنی ہی نیکیاں اس اعمال نامے میں لکھی جاتی ہیں۔ مثلاً ایک شخص کے ایک لاکھ گناہ تو پیر کی خدمت میں حاضر ہونے سے وہ لاکھ گناہ بخشے گئے اور ایک لاکھ نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی گئیں۔ دیکھو قرآن شریف انیسواں پارہ پہلے پاؤ کا تیسرا رکوع فاولئك يبدل الله سياتهم حسنات۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص توبہ کرتا ہے ہم اس کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

۳- فائدہ سوم

تائب نے اپنی توبہ کا ایک نیک کام آدمی کو گواہ بنا لیا۔ جو کل قیامت کے دن اس کی توبہ کا گواہ ہوگا۔

۴- فائدہ چہارم

یہ ہے کہ ایک نئی روحانی زندگی اس کو نصیب ہو جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے عمر کی بابت سوال کیا حضرت آپ کی عمر کتنے سال ہے؟ آپ نے فرمایا دو سال۔ سائل نے عرض کی کہ آپ تو بوڑھے اور ضعیف العمر ہیں۔ مسلمانوں کے امام ہو کر جھوٹ بولتے ہیں فرمایا جھوٹ نہیں بولتا، دو برس ہوئے جب میں نے اپنے پیر و مرشد کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ درحقیقت یہی دو برس میری عمر ہے۔ پہلے ۶۸ برس عمر کے ضائع ہوئے۔ اس وقت امام صاحب کی ۷۰ برس کی عمر تھی۔

پیر کے پاس جا کر مرید کی جو حالت ہوتی ہے اس کی درست مثال یہ ہے کہ جیسے ایک درخت کو دوسرے درخت کے ساتھ پیوند لگ جاتا ہے تو پیوندی درخت کو پہلے اگر چھوٹا پھل لگتا تھا تو اب پیوند لگنے سے اس کو بڑا پھل لگنا شروع ہوتا ہے یا پہلے وہ کھٹے کا درخت تھا تو پیوند کے بعد اس کو سنگترے اور مالٹے لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔ گو درخت جڑ سے وہی تھا تو پیوند کے بعد اس کا پھل بدل جاتا ہے۔ اسی طرح جسم انسانی پیر کی خدمت میں تو وہی رہتا ہے مگر مرید کی روحانی حالت تبدیل ہو جاتی ہے یعنی اگر مرید پہلے تند خو تھا تو وہ اب نرم دل، نیک خو، متحمل، بردبار بن جاتا ہے اور اپنی پہلی عادتوں کو وہ چھوڑ دیتا ہے۔ اس کے نفس میں جو جو شیطانی صفات تھیں وہ سب رحمانی صفات کے ساتھ تبدیل ہو جاتی ہیں۔ اس کے دل سے حرص، طول امل، غصہ، جھوٹ، بغض، ریا، تکبر، فخر و غرور نکل جاتے ہیں اور ان کے بدلے صبر و شکر، قناعت، یقین، تفویض، توکل، تسلیم، تحمل، رضا، رجا وغیرہ نیک صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔

اس کو اس طرح سے سمجھ لو کہ گلاس میں پانی بھرا ہے۔ ہم اس کو نکال کر

اس گلاس میں دودھ ڈالنا چاہتے ہیں تو اس کے دو قاعدے ہو سکتے ہیں اول تو یہ کہ اس گلاس کو یک بارگی اُلٹ کر پانی نکال دیا جائے اور پھر اس میں جیسے میرے پیر و مرشد سیدنا و مولانا حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب نقشبندی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مہمانوں کو کھانا کھلانے پر خوش ہو کر ایک نانبائی کو فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔ نانبائی نے عرض کی حضرت مجھے اپنے جیسا بنا دو۔ آپ نے اس کو کمرے میں لے جا کر توجہ اتحادی القاء کی۔ باہر نکلے تو دونوں کی شکل وصورت ایک تھی۔ کوئی دیکھنے والا حضرت خواجہ صاحب و نانبائی میں تمیز نہ کر سکتا تھا کہ ان میں خواجہ صاحب کون ہیں اور نانبائی کون۔ دونوں میں صرف فرق اتنا تھا کہ حضرت خواجہ صاحب تو ہوش میں تھے اور نانبائی بے ہوش۔ آخر تین دن کے بعد اسی بے ہوشی میں مر گیا۔

درحقیقت یہ کام ہر ایک صوفی کا نہیں۔ سوائے کاملین اور مکملین کے ہر ایک شخص ایسا نہیں کر سکتا جو خواجہ صاحب نے کیا۔ یعنی یکبارگی اس پانی کو اُلٹ کر اس میں دودھ بھر دیا۔ ہاں البتہ جو دوسرا قاعدہ ہے اس پر سب صوفی عمل کر سکتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ جس گلاس میں پانی پڑا ہوا ہو اس میں ایک ایک قطرہ دودھ کا ڈالتے جائیں تو جتنے قطرے دودھ کے پڑتے جائیں گے اتنے ہی قطرے پانی کے نکلتے جائیں گے۔ آخر الامر ایک وقت ایسا آ جائے گا کہ اس گلاس میں صرف دودھ ہی دودھ رہ جائے گا اور پانی کا نام بھی نہیں رہے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

لَنْ یَّلِجَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ وَّلِدَ مَرَّتَیْنِ۔

ترجمہ "کہ جب تک آدمی دو دفعہ پیدا نہ ہو تب تک اس کے لیے رحمت کے دروازے نہیں کھلتے۔"

لوگوں نے عرض کی کہ حضرت لوگ تو ایک دفعہ پیدا ہوتے ہیں۔ دو

مرتبہ کون پیدا ہوتا ہے؟ فرمایا دوسری پیدائش اس دن ہوتی ہے جس دن انسان کسی پیر و مرشد کے پاس جا کر اپنے گناہوں سے توبہ کر کے بیعت کرتا ہے اور درحقیقت روح کی پیدائش کا یہ پہلا دن ہوتا ہے کیونکہ اس سے پہلے اس کی روح نفس اور شیطان کے پنجہ میں گرفتار تھی۔ کسی پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے اس کی روح شیطان کے پنجہ سے خلاصی پا جاتی ہے۔

دیکھو حدیث شریف میں وارد ہے کہ انسان کے دل میں دو کوٹھڑیاں ہیں۔ ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف۔ دائیں طرف کی کوٹھڑی میں فرشتہ رہتا ہے اور بائیں میں شیطان رہتا ہے۔ (انتہیٰ)

جب انسان پیر کے پاس جا کر ہاتھ پکڑ کر توبہ کرتا ہے تو اس کا دل شیطان کے پنجہ سے چھوٹ جاتا ہے اور اس کے بعد اگر تین صورتوں میں سے ایک صورت بھی قائم رہے تو شیطان اس کے دل پر قابو نہیں پا سکتا۔ ورنہ پھر اس پر پنجہ مار کر اپنا تسلط کر لیتا ہے۔

صورت اوّل : مرید کا خیال پیر کی طرف رہے۔

صورت دوئم : پیر کی توجہ مرید کی طرف رہے۔

صورت سوئم : وہ مرید اللہ کا ذکر کرتا رہے۔

ان تینوں صورتوں میں انسان پر شیطان کا قبضہ نہیں ہو سکتا اور اگر ان تینوں میں سے کوئی بھی نہ ہو تو شیطان اس کے دل پر قابو پا لیتا ہے۔ غرض کہ طالب حق کو کسی پاک روح کے ساتھ محبت اور تعلق ضرور پیدا کرنا چاہئے جو قیامت کے دن اس کے لیے نجات کا ذریعہ ہو۔

دیکھو حدیث شریف حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سات شخصوں کو خدا تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔ ایک وہ ہو گا جس کی

دوسرے مسلمان کے ساتھ محض اللہ واسطے محبت ہوگی۔ یعنی روحانی تعلق ہوگا۔ اس حدیث شریف سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ پیر اور مرید دونوں قیامت کے دن زیر سایہ عرش ہو کر نجات پائیں گے۔

ایک اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے کہ ایک شخص جو سو آدمی کا قاتل تھا کسی نیک بندے کی زیارت کے لیے بغرض توبہ جا رہا تھا راستہ میں مر گیا۔ رحمت اور عذاب کے فرشتے آئے حکم ہوا کہ یہ جس جگہ سے روانہ ہوا تھا۔ وہاں سے اس عالم کے مکان تک پیمائش کرو جس کے پاس یہ جانا چاہتا تھا۔ پیمائش کرنے پر معلوم ہوا کہ نصف مسافت سے ایک بالشت بھر زمین زیادہ اس عالم کے مکان کی طرف طے کر چکا تھا۔ اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ ہم نے اس کو بخش دیا۔ ملائکہ کو کہا تم اس کی روح کو بہشت میں لے جاؤ۔ سبحان اللہ و بحمدہ صوفیائے کرام کے پاس حاضری تو درکنار ان کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کرنے والے بھی بخشے جایا کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونا قرآن شریف ثابت کرتا ہے کہ مرید کا پیر کی خدمت میں جانا ضروری ہے۔ جس سے کسی اہل اسلام کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ سب سے ضروری امر یہ ہے کہ مرید اپنی عمر کا اکثر حصہ پیر کی خدمت میں گزارے اور حقیقت میں عمر بھی وہی ہے جو پیر کی خدمت میں بسر ہو۔ کسی ہندی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

عمر سو جو گرواں نال گزرے

یعنی عمر وہی ہے جو پیر کی خدمت میں بسر ہوتی ہے۔ ایک بزرگ راولپنڈی کے علاقے میں فرمایا کرتے تھے:

بر درِ پیرے برو ہر صبح و شام
تا ترا حاصل شود مقصد تمام

اور فرمایا کرتے تھے۔ اوّل مناسب ہے کہ مرید ہر وقت اپنے پیر کی خدمت میں حاضر رہے اگر یہ نہیں ہوسکتا تو ایک دن میں ایک دفعہ پیر کی زیارت کرلے۔ مشاغل دنیوی کے باعث یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم ہفتہ میں ایک بار یہ بھی نہ ہو سکے تو مہینہ بھر میں ایک مرتبہ، یہ بھی نہ ہو سکے تو چھ مہینے کے بعد ایک دفعہ یہ بھی نہ بن پڑے تو گیا گزرا سال میں تو ایک دفعہ ضرور اپنے پیر و مرشد کی زیارت سے بہرہ ور ہو۔ یہ بھی نہیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ روحانی متعلقین میں اس کا اپنے آپ کو داخل سمجھنا صرف برائے نام ہے اور کچھ نہیں کیونکہ جس قدر عبادتیں ہیں ان میں سے اکثر کا سال بھر میں ادا کرنا فرض ہے۔

اس طرح بندگان خدا کی زیارت بھی ایک عبادت ہے۔ جس کا بجالانا سال بھر میں کم از کم ایک دفعہ ضرور ہونا چاہئے اور یہ وہ عبادت ہے جس کے مقبول ہونے میں کچھ بھی شک وشبہ نہیں۔ رسول مقبول ﷺ اس کی بابت فرماتے ہیں: اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْہِ الْعَالِمِ عِبَادَۃٌ۔ ''یعنی عالم کے چہرے کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اسی طرح جتنی مرتبہ ان کے چہرہ کی طرف دیکھے گا اتنی ہی اس کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جائیں گی۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ جو صوفیوں کے سرتاج ہیں فرماتے ہیں:

دیدن دانا عبادت ایں بود!
فتح ابواب سعادت ایں بود

جب پیر کی زیارت بموجب حدیث شریف مذکورہ بالا عبادت ٹھہری تو انسان جتنی زیادہ عبادت کرے گا اتنا ہی زیادہ ثواب کا مستحق ہوگا۔ دیکھو اس کی

بابت اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ارشاد ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔

(پ ۱۱، ع ۴)

ترجمہ "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہمیشہ صادقین کے ساتھ رہا کرو۔"

اس آیت میں معیت سے اگر معیت جسمانی دائمی مراد لی جائے تو حکم الٰہی کا بجالانا قریباً قریباً ناممکن ٹھہرتا ہے کیونکہ حوائج بشری سے آخر پیر بھی تو خالی نہیں۔ پاخانہ پیشاب کے وقت یا دیگر ایسے ضروریات کے وقت مرید کبھی پیر کے ساتھ نہیں رہ سکتا اور آیت کا حکم بجالانا ضروری ہے۔

اکثر مفسرین نے اس آیت کی جو تفسیر لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معیت دو قسم کی ہے۔ جسمانی اور روحانی۔ اگر دونوں معیتیں کسی خوش نصیب کو میسر ہو جائیں تو سبحان اللہ! نورعلیٰ نور ہے۔ ورنہ روحانی معیت تو مرید کو پیر کے ساتھ ضرور ہے اور یہی روحانی معیت تصوف کا اصل اُصول ہے کیونکہ تعلق دو قسم کے ہوتے ہیں تعلق جسمانی اور تعلق روحانی۔ جسم چونکہ فانی شے ہے۔ اس لیے اس کا تعلق فانی ہے یعنی جسم کے فنا ہوتے ہی جسمانی تعلقات بھی قطع ہو جاتے ہیں۔ باپ کا بیٹے کے ساتھ شوہر کا بیوی کے ساتھ، ماں کا بچے کے ساتھ یا بھائی کا بھائی کے ساتھ غرض یہ جتنے تعلقات ہیں ان کی انتہائی حد قبر کی چار دیواری سے اِدھر اُدھر ہے۔ دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد یہ سب تعلقات قطع ہو جاتے ہیں۔

قرآن شریف میں ان تعلقات جسمانی کی نسبت یوں ارشاد فرمایا گیا ہے:

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ۔ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِ۔ (سورۃ عبس)

یعنی قیامت کے دن بھائی بھائی سے بیٹا ماں سے باپ بیٹے سے عورت خاوند سے بھاگ جائیں گے اور کوئی اس دنیا کا تعلق وہاں کام نہیں آئے گا۔

اس کے مقابلہ میں روحانی تعلق کا حال سنئے کہ یہ تعلق قیامت کے دن ویسا ہی قائم رہے گا جیسا کہ دنیا میں تھا بلکہ جسم کے فنا ہو جانے کے بعد یہ تعلق روحانی اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے اور قرآن کریم اس پر گواہ ہے۔

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ۔

(پ۲۵، ع۱۲)

یعنی جتنے دنیا میں دوست ہیں سب قیامت کے دن دشمن ہو جائیں گے مگر وہ جو نیکوکار ہیں وہ قیامت کے دن بھی دوست ہی رہیں گے۔ یعنی ان کا روحانی تعلق قیامت کے دن بھی نہیں ٹوٹے گا اور یہی تعلق ہے جس پر شفاعت باہمی کے مسئلے کی بنیاد ہے۔

حدیث شریف میں مضمون اس طرح بیان ہوا ہے کہ حشر کے دن ایک شخص کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی کی کمی نکلے گی وہ عرض کرے گا الٰہی میں اپنے متعلقین میں سے کسی ایک کے پاس سے ایک نیکی مانگ لاتا ہوں چنانچہ سب سے پہلے وہ اپنی ماں کے پاس جائے گا پھر باپ کے پاس، پھر بھائی کے پاس، پھر عورت کے پاس، پھر بچہ کے پاس، علیٰ ہذا القیاس وہ رشتہ داروں کے پاس پھرے گا لیکن سب کی طرف سے اس کو صاف جواب ملے گا۔ ماں کہے گی میں نے تجھے جنا ہی نہیں، باپ کہے گا میں تجھے پہچانتا نہیں، بیوی کہے گی میں نے تو دنیا میں شادی ہی نہیں کی تھی تو میرا خاوند کیسے ہو سکتا ہے۔ بچہ کہے گا میں نے دنیا میں تجھے دیکھا ہی نہیں۔ یہاں کیا نیکیاں دھری ہیں۔ چلے جاؤ ہمارے پاس کوئی نیکی نہیں۔ سارے جسمانی تعلق داروں کے پاس پھر پھرا کر اور ناامید ہو کر وہ

صرف اللہ تعالیٰ کے رحم کے بھروسہ پر چلا جائے گا۔ راستہ میں اسے ایک شخص جس کی اس سے اللہ واسطے محبت تھی مل جائے گا۔ وہ دوست اس مایوس سے پوچھے گا۔ دوست خیر تو ہے۔ حیران کیوں ہو؟ یہ کہے گا میرے نامۂ اعمال میں ایک نیکی کم ہے۔ متعلقین جسمانی کے پاس گیا تھا ان سب نے صاف جواب دے دیا اور کسی نے ایک نیکی کم سے میری مدد نہیں کی۔ اب دیکھئے اس نیکی کی کمی مجھے جہنم میں پہنچاتی ہے یا کیا حال ہوتا ہے وہ دوست کہے گا گھبراؤ نہیں، میرے پاس صرف ایک ہی نیکی ہے اور تم جانتے ہو کہ ایک نیکی سے میری نجات کسی طرح ممکن نہیں ہو سکتی چلو وہ میں تمہیں دے دیتا ہوں چاہے میرا کچھ ہی حال ہو۔ تمہاری تو نجات ہو جائے۔ وہ مایوس شخص اس اپنے دوست سے نیکی حاصل کر کے خوش خوش بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو گا بارگاہ رب العزت سے سوال ہو گا یہ نیکی کہاں سے لائے ہو۔ وہ عرض کرے گا۔ الٰہی جسمانی تعلق دار جن کے لیے میں رات دن مرتا رہا ناکردی کام کیے ناگفتگی الفاظ زبان سے نکالے ان سب نے تو جواب دے دیا تھا۔ بلکہ یہاں تک کہہ دیا تھا کہ ہم تجھے پہچانتے تک نہیں راستہ میں خوش قسمتی سے ایک روحانی تعلق دار مل گیا۔ جس کے ساتھ میرا صرف پیر بھائی ہونے کا تعلق تھا۔ سوائے اس تعلق کے میں نے اس کی اور کوئی خدمت نہیں کی تھی اور نہ کوئی میرا احسان اس کی گردن پر تھا۔ یہ نیکی اس نے مجھے بغیر سوال کے دے دی ہے۔ ارشاد ہو گا کہ اس نے ہمارے لیے تم کو ایک نیکی بخش دی جو اس کی ساری بضاعت تھی ہم تم کو تو نیکیوں کے عوض بخشتے ہیں اور اسے تمہاری طفیل اپنے فضل سے بخش دیتے ہیں۔ جاؤ ہمیشہ کے لیے جنت میں آرام کرو۔

دیکھئے حدیث مذکورہ کس وضاحت سے ثابت کرتی ہے کہ جسمانی تعلقات میں اُلجھے ہوئے رہنا ہرگز مفید نہیں اور کس قدر تاکید فرماتی ہے کہ روحانی

تعلق نجات کے لیے از حد ضروری ہے۔ اس بڑی نعمت کو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ دنیا میں زیادہ تر تعلقات نیک لوگوں کے ساتھ اس لیے بڑھاتا ہوں تاکہ حشر کے دن خدا تعالیٰ ان میں سے کسی کو بخش دے تو وہ بخشا ہوا شخص میری شفاعت بارگاہِ الٰہی میں کر کے حق آشنائی ادا کرے گا۔ حقیقت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ روحانی تعلق آج بنانے سے نہیں بنتا بلکہ روز ازل سے ہی ہے جب کہ روحیں پیدا کی گئی تھیں۔ مخبر صادق علیہ السلام نے اس کے متعلق یوں خبر دی ہے:

الارواح جنود مجندہ فما تعارف منها ایتلف و ما تناکر منها اختلف۔ (رواہ البخاری و مسلم)

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے سب روحیں پیدا کیں جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک دنیا میں آنے والی ہیں تو وہ روحیں چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کی طرح تھیں اور سب ہی ایک جگہ جمع تھیں وہاں بالکل اندھیرا تھا۔ خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کا نور چھڑکا روشنی ہوگئی اس روشنی میں ایک روح نے دوسری کو پہچان لیا۔ یعنی ان ارواح نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ جو دنیا میں ایک ہی زمانہ میں اور ایک ہی ملک میں پیدا ہونے والی تھیں۔ اگر ہم اپنے زمانہ پیدائش سے پہلے پیدا ہونے والے بشر کی روح کو دیکھتے تو کیا فائدہ ہوتا۔ بلکہ انہی ارواح نے ایک دوسرے کو دیکھا جو ایک زمانہ اور ایک ہی ملک میں پیدا ہونے والی تھیں۔ اسے روزِ ازل سے یہ تعلق پیدا ہوگیا جو پیر کو مرید کے ساتھ یا مرید کو پیر کے ساتھ یا پیر بھائی کے ساتھ ہوتا ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمارا

روحانی تعلق ہے یا نہیں؟ جس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ تو ہے لیکن یہ تعلق بالواسطہ ہے واسطہ کیا ہے، اپنے پیر کی روح جس طرح ہم سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کہلاتے ہیں اور وہ ہمارے جسمانی باپ ہیں۔ ویسے حضرت رسول اللہ ﷺ بھی ہمارے روحانی باپ ہیں اور ہم سب ان کے ہی روحانی فرزند ہیں، مگر اپنے پیر کے واسطہ سے۔

یہ تو معلوم ہو چکا کہ روحانی نجات آخرت کے لیے اشد ضروری امر ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ پاک لوگوں کی زیارت کرنا، پیر کی صحبت میں رہنا خداوند تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ہے اور یہ کہ پیر کی صحبت میں انسان گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے لیکن اگر کسی شخص کو موانعات کے باعث پیر کی صحبت بلاواسطہ نصیب نہ ہو سکے تو اس کو چاہئے کہ اپنے پیر بھائی کی زیارت کر لیا کرے اور اس زیارت کو پیر کی زیارت کا قائم مقام سمجھا کرے آپ نے سنا ہو گا جو حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں مجنوں کے عشق کی ایک حکایت لکھی ہے، فرماتے ہیں:

مجنوں نے ایک کتے کے پاؤں چومے۔ لوگوں نے کہا میاں مجنوں! کتا تو پلید ہے تم نے یہ ناجائز کام کیوں کیا؟ مجنوں نے جو جواب دیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ کہا کہ تم لوگ عشق و محبت کے رموز سے بے بہرہ ہو۔ اس لیے تم کیا جانو میں نے اس کے پاؤں کیوں چومے۔ یہ تو میں جانتا ہوں کہ کتا ایک پلید چیز ہے مگر تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ اس کتے کا اس کوچے میں گزر ہوا کرتا ہے کہ میرے محبوب لیلیٰ کا قیام گاہ ہے۔

پائے سگ بوسید مجنوں خلق گفتہ ایں چہ بود؟
گفت گاہے ایں سگے در کوئے لیلیٰ رفتہ بود

اسی طرح میرا پیر بھائی میاں امام الدین صاحب جو موضع چک تحصیل

پسرور کا باشندہ ہے اُٹھ کر ہر روز اس گھوڑی کی قدم بوسی کیا کرتا ہے جو میرے پیر و مرشد قبلہ و کعبہ قدس سرہ العزیز نے اس کے پاس بھیجی ہوئی تھی اور بڑی محبت اور پیار سے کہا کرتا تھا کہ یہ گھوڑی ہے جو میرے قبلہ و کعبہ کے دربار شریف سے آئی ہوئی ہے۔

حضرت سید بڈھن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن کلانور ضلع گورداسپور جن کے دیکھنے والے اب تک موجود ہیں اور جو حضرت حاجی سید حسین علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی مجددی ساکن مکان شریف ضلع گورداسپور کے مرید تھے۔ اپنے پیر بھائی حضرت سید امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن مکان شریف کا اس قدر اَدب کرتے تھے کہ اس زمانے میں کوئی مرید اپنے پیر کا ویسا اَدب نہیں کرتا ہے حتیٰ الامکان عمر بھر میں مکان شریف کی طرف پیٹھ نہیں کی اور نہ مکان شریف کی زمین میں پیشاب کیا، نہ اس میں کبھی جوتا پہنا اور نہ اس طرف کبھی منہ کر کے تھوکا۔

ایک دن مکان شریف سے ایک خاکروب یعنی چوہڑا کلانور میں جا نکلا۔ آپ نے اس کا یہاں تک اَدب کیا کہ اس کو اپنی مسند پر جو تختِ شاہی سے بھی کہیں بڑھ کر تھی۔ بٹھانے کے لیے نہایت اصرار فرمایا۔ وہ بیٹھنے سے انکار کرتا رہا۔ بہت دیر کے اصرار کے بعد آپ نے فرمایا اگر مجھے خوش کرنا چاہتے ہو تو تمہیں اس مسند پر بیٹھنا پڑے گا۔ وہ ناچار بیٹھ گیا۔ جتنے گھنٹے وہ وہاں رہا۔ آپ دست بستہ اس کی خدمت کے واسطے کھڑے رہے اور اپنے ہاتھ سے اس کو کھانا کھلایا اور ایک پوشاک اور چند مبلغات دے کر اس کو رخصت کیا۔ اس کے ساتھ ایک کتا بھی تھا اسے مانگ کر رکھ لیا۔ جب تک آپ زندہ رہے ہمیشہ آپ کا معمول رہا کہ ہر روز اُٹھ کر اس کتے کی زیارت کیا کرتے اور نہایت محبت و پیار فرمایا کرتے کہ یہ مکان شریف سے آیا ہوا ہے۔ اس کے لیے عمدہ کھانا تیار ہوتا

ہے۔ خود کبھی کھانا نہ کھاتے جب تک اس کو پہلے نہ کھلاتے۔

حضرت میاں عزیز الدین صاحب قدس سرہ ساکن جلالپور جٹاں ضلع گجرات حضرت باؤلی شریف والے قدس سرہ میرے حضرت پیر و مرشد قدس سرہ کے ملنے والے تھے۔ میاں عزیز الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کبھی کسی بات سے ایسے خوش نہیں ہوتے تھے۔ جتنے کہ پیر بھائیوں کے ملنے اور دیکھنے سے ہوا کرتے تھے۔ جب اپنے ہاتھ سے اس کی خدمت کرتے اس کے پاؤں دباتے۔ دو دو میل اس کو رخصت کرنے کے لیے ساتھ تشریف لے جاتے اور شکرانہ کے نفل پڑھتے اور کہتے کہ الحمد للہ آج مجھ کو یار کی زیارت نصیب ہوئی اور اگر اتفاق سے کسی دن کوئی مسافر یار طریقت نہ آتا تو کوٹھے پر چڑھ کر دیکھتے اگر کوئی نظر نہ آتا تو رویا کرتے کہ الٰہی مجھ سے کون سا ایسا گناہ سرزد ہوا کہ جس کی شامت سے آج کسی یار طریقت کی زیارت نصیب نہ ہوئی۔

ایک دفعہ ان کے پیر و مرشد حضرت خان عالم صاحب قدس سرہ نقشبندی مجددی ساکن باؤلی شریف، جلال پور جٹاں ضلع گجرات تشریف لائے، آپ نے مرنے کے وقت وصیت کی کہ میری قبر اس جگہ بنانا جس جگہ میرے پیر و مرشد کے گھوڑے باندھے گئے تھے اور جس جگہ انہوں نے پیشاب اور لید کی تھی۔ آخر انکی وصیت پر عمل کر کے اسی جگہ ان کی قبر بنائی گئی جو اب تک موجود ہے۔

حضرت سید میراں بھیکھ صاحب چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ ساکن ٹھسکہ شریف کے حالات میں ان کے خلیفہ حضرت سید علیم اللہ صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نزہۃ السالکین میں جو اب تک نہیں چھپی۔ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت میراں بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ صاحب اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ ابو المعالی قدس سرہ کے ہمراہ انبیٹھ سے سہارنپور میں تشریف لائے۔ حضور خواجہ المعالی قدس سرہ کا

ایک صاحبزادہ محمد باقر نامی تھا جن کے ساتھ آپ کو کمال درجہ کی محبت تھی۔ اس کو مع اس کی والدہ اور درویشوں کے انبیٹھ میں چھوڑ آئے تھے اور ایک دکاندار کے سپرد کر آئے تھے کہ جس چیز کی ضرورت ہو ان کو دے دیا کرنا ہم آ کر تمہارا قرضہ ادا کر دیں گے۔ جب رات کو آپ نے کھانا کھایا تو فرمایا معلوم نہیں کہ محمد باقر نے کھانا کھایا ہے یا نہیں حضرت میراں بھیکھ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات سن کر جس شخص نے دعوت کی تھی اس کو کہہ دیا کہ دو تین آدمیوں کے واسطے کھانا رکھ لینا۔

حضرت میراں بھیکھ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ وضو کرانے کی خدمت تھی۔

حضرت کو عشاء کا وضو کرایا، آپ نماز پڑھ کر سو گئے تو حضرت میراں بھیکھ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کھانا لے کر دوڑے اور انبیٹھ میں جا کر وہ کھانا پہنچا کر پھر دوڑتے ہوئے سہارنپور اس وقت آن پہنچے کہ ابھی تہجد کی نماز کے واسطے حضرت نہیں اُٹھے تھے۔ آپ اُٹھے۔ حسب معمول آپ نے وضو کرایا۔ اسی طرح حضرت خواجہ ابو المعالی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مہینہ تک سہارنپور میں قیام کیا اور آپ ہر روز اسی طرح انبیٹھ میں برابر کھانا پہنچاتے رہے۔

اب یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ انبیٹھ، سہارنپور سے ۱۶ میل کے فاصلے پر ہے جس کی آمد و رفت کی مسافت کے ۳۲ میل ہوتے ہیں۔ گویا آپ روز مرہ عشاء سے تہجد تک کا ۳۲ میل کا سفر پا پیادہ کرتے رہے اور اپنے پیر و مرشد پر ہرگز اس بات کو ظاہر نہیں ہونے دیا کیونکہ ان کا یہ کام محض خالصتاً وجہ اللہ تھا۔ ان کی یہ نیت تھی کہ میرے پیر و مرشد کے صاحبزادے یعنی پیر بھائی کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔

جب ایک مہینہ کے بعد آپ انبیٹھ میں تشریف لائے تو دوکاندار کو بلایا اور کہا کہ گھر والوں نے جو کچھ برداشت کیا ہے اس کا حساب کرو۔ دوکاندار نے

عرض کی کہ مجھ سے کوئی چیز نہیں لی گئی میں کیا حساب کروں۔ یہ بات سنکر آپ متعجب ہوئے۔ پھر اپنے فرزند محمد باقر کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ برخوردار مجھ کو خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے نعمت ہائے گونا گوں اور مختلف اقسام کے لذیذ کھانے دیتا رہا۔ معلوم نہیں تم نے یہ مہینہ کس تکلیف سے گزارا ہو گا۔ محمد باقر نے عرض کی کہ ہم کو بھی اللہ تعالیٰ نہایت لذیذ لذیذ کھانے دیتا رہا۔ آپ نے پوچھا کہ تم کہاں سے کھاتے رہے۔ عرض کی کہ وہی کھاتا رہا ہوں جو آپ بھیجتے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے تو تمہارے واسطے کبھی کھانا نہیں بھیجا بچے نے کہا ہم کو تو ہر روز پہنچتا رہا ہے۔ اس کی یہ بات سن کر آپ بہت حیران ہوئے کہ یہ راز کیا ہے۔ اِدھر محمد باقر کا یہ کہنا کہ آپ بھیجتے رہے ہیں اور اُدھر حضرت پیر صاحب دل میں یہ خیال کر رہے تھے کہ الٰہی یہ کھانا کون لاتا رہا ہے۔ میرے ساتھ تو صرف ایک درویش میراں بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ تھا جو ہمیشہ عشاء اور تہجد کا وضو کراتا رہا ہے۔ بتیس میل کا فاصلہ روز مرہ طے کرنا انسانی طاقت سے بعید ہے۔ حضرت میراں بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ صاحب سامنے کھڑے تھے۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ یہ کام ہو نہ ہو میراں بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کا معلوم ہوتا ہے۔ دریائے رحمت جوش میں آیا۔ اسی وقت آپ نے اُٹھ کر ان کو گلے لگا کر نور علی نور بنا دیا۔

اس حکایت کے کیا معنی؟ حضرت میراں بھیکھ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ خیال کیا کہ میری جان کو تکلیف ہو تو ہو مگر پیر و مرشد کے صاحبزادے یعنی پیر بھائی کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

فائدہ

یہ جو عام مشہور ہے کہ فلاں بزرگ نے فلاں شخص کو ایک دم میں بھرپور کر دیا یا کامل کر دیا۔ ایسا کام ہمیشہ نہیں ہو سکتا وہ اتفاقاً کسی ایسے رضا کے وقت

میں کامل کسی پر خوش ہو کر جوش میں بحکم خدا کر گزرتے ہیں۔ جیسا حضرت ابو المعالی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا یا حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب نقشبندی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نانبائی پر خوش ہو کر اس کو نورٌ علیٰ نور بنا دیا یا جس طرح میرے حضرت پیر و مرشد جناب حافظ جمال اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رامپوری نے میاں درگاہی شاہ صاحب کو خوش ہو کر نورٌ علیٰ نور بنا دیا۔ وہ واقعہ اس طرح ہوا کہ حضرت خواجہ جمال اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رامپور کے متصل دریا کے کنارے شکار کھیل رہے تھے۔ ہرن کے پیچھے صبح سے دوپہر تک گھوڑے کو دوڑاتے ہیں ہرن قابو میں نہیں آتا تھا۔ شاہ درگاہی شاہ تھے۔ دعا کی یا مولا! یہ ہرن ان کے ہاتھ نہ آئے۔ حضرت کو یہ بات کشف سے معلوم ہوگئی۔ ہرن قابو میں نہ آیا۔ فرمایا شاہ درگاہی اسی جگہ کھڑا رہ اور آپ گھوڑا دوڑاتے ہوئے ہرن کے پیچھے چلے گئے۔

بہت مدت گزر گئی شاہ درگاہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی پتہ نہ ملا۔ پورے چھ مہینے کے بعد آپ اسی جنگل میں ہرن کے پیچھے گھوڑا دوڑاتے ہوئے جا رہے تھے۔ دیکھا شاہ درگاہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی جگہ کھڑے ہیں۔ آپ گھوڑے سے اُترے فرمایا: شاہ درگاہی تو کب سے یہاں ہے؟ عرض کی جب سے آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ کھڑا رہ۔ اسی وقت سے کھڑا ہوں۔ آپ نے فرمایا اتنی مدت تک، عرض کی حضرت اتنی مدت کیا، اگر آپ تشریف نہ لاتے تو میں قیامت تک اسی جگہ کھڑا رہتا۔ آپ کا فرمان اور میں سرمو فرق کرتا۔ جب آپ نے فرمایا اسی جگہ کھڑا رہ تو کیسے ہل سکتا تھا۔

شاہ درگاہی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات سنکر حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اتنے خوش ہوئے کہ اس کو بغلگیر کر کے مالا مال کر دیا۔ پھر اسی جگہ شاہ درگاہی کی خدمت میں بڑے بڑے نواب دست بستہ کھڑے رہتے تھے۔ مگر اس میں یہ بات قابل دید

ہے کہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو ان کو نور علیٰ نور بنایا مگر شاہ درگاہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ارادت و اعتقاد کو بھی دیکھنا چاہئے کہ انہوں نے پیر و مرشد کے فرمان کی تعمیل میں اپنی جان عزیز کھونے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ انسان کو چھ ماہ تک نہ کھانا نہ پینا، گرمی، سردی، دھوپ، بارش میں ایک ہی جگہ بلا حرکت کھڑے رہنا طاقت بشری سے باہر نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وسعت میدان ارادت بیار
تا بزند مرد سخن گوے گو

پہلے حضرت شاہ درگاہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسا عقیدہ ہو تو پھر حافظ صاحب اس کے حال پر نظر عنایت فرمائیں گے۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر کرد!
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

دو پیر بھائیوں کے درمیان میں محبت کا ہونا اس بات کی علامت ہے کہ ان دونوں شخصوں کو اپنے پیر کے ساتھ محبت ہے اور پیر کے ساتھ محبت ہونا علامت ہے۔ محبت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت ہونا علامت ہے خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت ہونے کی اور درحقیقت یہی ایمان ہے۔ یہ محبت جس قدر زیادہ ہوگی۔ اسی قدر ایمان کامل ہوگا اور جس قدر کمی اس محبت میں واقع ہوگی اسی قدر اس کے مدارج طریقت میں نقصان ہوگا۔ حقیقت میں پیر کی محبت اور خدا کی محبت دو نہیں۔

حکایت

ایک دن میرے اُستاد زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین حضرت حاجی حافظ

مولوی احمد حسن صاحب کانپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں نواب درویش گجراتی نے سرہند شریف کے اسٹیشن پر فقیر کی موجودگی میں دعا کے واسطے عرض کی۔ حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تم کو اپنی محبت میں مستغرق کرے۔ نواب درویش نے عرض کی، حضرت میں یہ نہیں چاہتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ مجھ کو پیر کی محبت میں مستغرق کرے۔ حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو جواب فرمایا وہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ فرمایا وہ دو نہیں ہیں۔ کیا معنی کہ پیر اور خدا کی محبت دو نہیں ہیں۔ بلکہ ایک ہی ہے۔ پیر کی محبت عین خدائے تعالیٰ کی محبت ہے کیونکہ پیر وسیلہ یا ذریعہ ہے خدا کی محبت کا اور خدا تعالیٰ کی محبت فرض ہے۔ خدائے تعالیٰ کی محبت سوائے پیر کی محبت کے اور کسی صورت سے حاصل نہیں ہو سکتی اور اس کے واسطے کوئی خاص قاعدہ نہیں۔ طالب کے دل کی جس قسم کی زمین ہوگی، اسی قسم کی محبت کے آثار اس پر ظاہر ہو سکتے ہیں۔ نرم دل بچہ اور عورت میں اس محبت کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ دلوں کا نرم اور سخت ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے یہ حدیث شریف صحیح بخاری میں وارد ہے۔

یہ پیر بھائیوں کا سلسلہ کب سے جاری ہوا۔ اس اُمت میں سب سے پہلے پیر بھائیوں کا سلسلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شروع ہوا یہ سب ایک دوسرے کے پیر بھائی تھے جو کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک دوسرے کے ساتھ آپس میں محبت تھی۔ اس کی نظیر آج محال ہے۔ اس کے بعد یہ اتحاد محبت کا سلسلہ اب تک اسی طرح سینہ بہ سینہ چلا آتا ہے اور اس محبت کا کم و زیادہ ہونا پیران عظام کی نظر عنایت پر موقوف ہے۔

مرشد کو کسی بات میں اس سے بڑھ کر خوشی نہیں ہوتی، جتنی کہ اپنے دو مریدوں کو آپس میں متحد دیکھ کر ہوتی ہے اور اس کے برخلاف کسی بات سے اتـ

رنج نہیں ہوتا جتنا کہ دو مریدوں کو آپس میں ناراض دیکھنے سے ہوتا ہے اور اُصول بھی یہی ہے کہ جب یہ سلسلہ اتحاد اور محبت کا محض اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے۔ تو پھر اس میں غیرت کیسی اور عناد چہ معنی؟ ایسے دو شخصوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ دونوں مردود بارگاہِ الٰہی ہیں۔ علاوہ اپنے پیر و مرشد اور ہادی برحق کے دل دکھانے سے خدا تعالیٰ کو بھی ناراض کر لیتے ہیں تو جو محض اپنی نفسانیت کے واسطے خدا تعالیٰ کو ناراض کرے اس سے بڑھ کر بدنصیب کون ہو سکتا ہے۔

اکثر یاران طریقت ان مسائل سے ناواقف ہیں اور اپنی نفسانی خواہشات کے باعث باہم بغض پیدا کر کے اپنے مولیٰ کو ناراض کر لیتے ہیں اور ان کو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنے نفس کی خرابیوں سے شرمانا چاہئے اور ان خرابیوں کو دور کر کے باہمی محبت کا سلسلہ قائم کرنا چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ جو کچھ ہے محبت ہی محبت ہے اور بس!

اللہ اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ لوگ پانچ پانچ سو کوس کا سفر پاپیادہ طے کر کے اپنے پیر یا پیر بھائیوں کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے اور اس نعمت کے برابر اور کوئی نعمت نہ سمجھتے تھے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ فقیر کے یاران طریقت میں سے ایک شخص میاں وزیر محمد نامی (خدا تعالیٰ کی ہزار رحمتیں اس کی روح پر نثار ہوں) امرتسر میں رہا کرتا تھا۔ بیچارہ دو چار آنے روز کا کام کر کے اپنا پیٹ پالتا تھا۔ جب اسے معلوم ہو جاتا کہ علی پور سے کوئی شخص امرتسر آیا ہے تو سب کاروبار چھوڑ کر اس کی تلاش میں نکلتا اور جب تک اس کی تلاش نہ کر لیتا، چین نہ لیتا۔ پھر اس کو اپنے گھر لاتا اور اپنی استطاعت سے بڑھ کر اس کی خدمت کرتا۔

اب بھی ایک شخص بابا روڈا نامی سیالکوٹ میں رہتا ہے۔ نہایت ضعیف البدن اور بالکل مفلس آدمی ہے۔ اگر اسے معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص علی پور سے

سیالکوٹ میں آیا ہے تو باوجود اپنی ضعیفی کے اور معذوری کے بذاتِ خود اس کی تلاش کر کے جب تک اپنے گھر میں لے جا کر اس کی خدمت نہ کر لے اسے آرام نہیں آتا۔ خدا تعالیٰ اورسب یاروں کو بھی یہ محبت روحانی عطا فرمائے۔

میرے قبلہ و کعبہ حضرت پیر و مرشد ہادی و مولیٰ فداہ روحی و قدس سرہ العزیز اپنے والد ماجد حضرت خواجہ نور محمد تیراہی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر کے اکثر ارشاد فرماتے اور خود بدولت بھی اس بات پر زور دیا کرتے کہ یار طریقت وہ ہوتا ہے جو یاران طریق کی خدمت کرے ورنہ صرف ہماری ہی خدمت کرنے سے کوئی شخص یار ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا کیونکہ ہماری خدمت تو کافر بھی کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ ایک جامع پرِمعنی جملہ ہے جس کے الفاظ تو تھوڑے سے ہیں مگر لفظ کے نیچے حقائق کا سمندر لہریں مار رہا ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ ایک مستعد طالب کو عمل کرنے کے لیے یہ ایک ہی حکم کافی ہے۔

حدیث شریف میں یہ مضمون اس طرح سے وارد ہے کہ ''جو شخص اپنے مومن بھائی کی عزت کرے۔ خدا اس کی عزت کرتا ہے۔'' دوسری حدیث میں یوں ارشاد ہے کہ ''جو شخص خدا تعالیٰ کی ذات پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو، اس کو لازم ہے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔''

اس حدیث شریف میں لفظ اکرام ایک ایسا لفظ ہے کہ اس کی تشریح جتنی کی جائے تھوڑی ہے۔ ہر ایک قسم کی خدمت اس لفظ کے معنوں میں داخل ہے۔ غور کا مقام ہے کہ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عام مہمان کے اکرام کی اس قدر تاکید فرماتے ہیں تو اس کے بعد جس قدر خصوصیت تعلقات میں زیادہ ہو گی اسی قدر اس حکم میں تاکید زیادہ ہوتی جائے گی۔ قرآن شریف میں خداوند تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے: اٹھائیسواں پارہ پہلے ربع کا چوتھا رکوع:

وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِہِمْ۔ (پ ۲۸، ع ۴)

ترجمہ "باوجود اپنی ضرورتوں کے دوسروں پر ایثار کرتے ہیں۔"

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے وارد ہے کہ ایک مسکین صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی شخص بکری کا ایک بھنا ہوا سر لایا۔ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے وہ سر اپنے سے زیادہ محتاج ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ اس دوسرے نے تیسرے کے پاس اور تیسرے نے چوتھے کے پاس۔ اسی طرح وہ سر نو شخصوں کے پاس پھرا۔ خدا تعالیٰ جل جلالہٗ کو ان کا یہ عمل نہایت پسند آیا۔ اس پر یہ آیت مذکورہ: وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِہِمْ۔ نازل ہوئی۔

ایک اور روایت میں اس طرح آیا ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہت سے مہمان آگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا: ان کی خدمت کرو۔ چنانچہ ہر ایک صحابی بقدر استطاعت ایک ایک دو دو مہمانوں کو اپنے گھر لے گیا۔ ایک صحابی مہمان کو لے کر گھر پہنچا تو گھر میں دو روٹیاں موجود تھیں جن پر ان کے سارے بال بچوں کو گزارہ کرنا تھا۔ اس مرد خدا نے بیوی سے کہا کہ بچوں کو تو بھوکا سلا دو اور میں مہمانوں کے ساتھ کھانے کے لیے بیٹھ جاؤں تو تم بتی نکالنے کے بہانے سے چراغ کو گل کر دینا۔ جب مہمان اور میزبان دونوں روٹیاں آگے رکھ کر بیٹھ گئے تو اس نیک بخت بی بی نے چراغ گل کر دیا۔ میزبان اندھیرے میں جھوٹ موٹ منہ ہلاتا رہا۔ تاکہ یہ مہمان سمجھے کہ اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہے۔ یہاں تک کہ ان دونوں روٹیوں میں سے ایک نوالہ بھی اس مرد نے اپنے منہ میں نہ ڈالا۔ یہی نہیں بلکہ خود بھی بھوکا رہا بلکہ مہمان کی خاطر سے اپنی بیوی اور بچوں کو بھوکا رکھا اور مہمان کو جو اس کا پیر بھائی تھا بھوکا رکھنا گوارا نہ کیا۔ اس صحابی کا یہ عمل یعنی چراغ گل کرنا اور بغیر لقمہ اُٹھانے کے ہاتھ منہ کی

طرف لے جانا، بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوا۔ جب صبح وہ صحابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ اس کو دیکھ کر مسکرائے اور بہت خوش ہو کر فرمایا کہ تمہیں مبارک ہو۔ تیرا رات والا عمل بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہو گیا اور تیرے حق میں اللہ تعالیٰ نے ایک آیت بھیجی ہے جس میں تجھے نجات کا وعدہ دیا گیا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جنگ اُحد میں ایک صحابی زخموں سے بے تاب ہو کر گرا اور نزع کی حالت میں پیاس کی شدت ہوئی تو کسی سے پانی مانگا۔ وہ شخص پانی لے کر اس کے سر پر پہنچا تو پاس سے ایک شخص نے ہائے پانی ہائے پانی پکارا۔ پہلے زخمی نے پانی والے کو کہا پہلے اس دوسرے زخمی کو پلا لو، میں بعد میں پیوں گا۔ وہ شخص پانی لے کر دوسرے کے پاس گیا تو کسی تیسرے زخمی نے آواز دی۔ وہ تیسرے کی خدمت میں حاضر ہوا تو چوتھے زخمی نے پانی پانی پکارا۔ غرض وہ شخص اسی طرح پانی لیے ہوئے سات زخمیوں کے پاس گیا مگر ان میں سے کسی ایک نے دوسرے کو پیاسا رکھ کر خود پانی پینا گوارا نہ کیا۔ جب وہ پانی کا پیالہ لے کر ساتویں کے سر پر پہنچا تو اس کا دم نکل چکا تھا۔ وہ پانی والا جس ترتیب سے گیا تھا اس ترتیب سے واپس آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ سب کے سب جان دے چکے ہیں۔ وہ پیالہ پانی کا جوں کا توں اس پانی والے کے ہاتھ میں موجود تھا۔ یہ ہیں سچے یار طریقت یا حقیقی پیر بھائی۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی گلستان میں ایک حکایت بیان کرتے ہیں کہ دو دوست ایک کشتی میں سوار تھے۔ اتفاقاً دونوں دریا میں گر پڑے۔ ملاح ایک کے پکڑنے کو پانی میں کود پڑا تو اس ڈوبنے والے نے کہا کہ میاں مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اور پہلے میرے اس یار طریقت کو پکڑو۔ اس کے ان الفاظ سے کشتی والے بہت بگڑے اور کہا دیوانے تم اپنی جان تو پہلے بچا لو! پھر دوسرے کی فکر

کرنا۔ اس کے جواب میں جو فقرے اس ڈوبنے والے کی زبان سے نکلے وہ ایسے جامع ہیں کہ آئندہ آنے والی نسلیں جو محبت کا دعویٰ کریں گی وہ سب انہیں فقروں کو اپنا دستور العمل بنائیں گی۔ یعنی اس نے کہا کہ زبانی خرچ یا منہ سے کسی کو یار کہہ دینے سے کچھ فائدہ نہیں۔ یار وہ ہوتا ہے جو مشکل کے وقت اپنے آرام کو یار کی مصیبت پر نثار کر دے اور اگر یار کی خدمت میں جان بھی کام آجائے تو دریغ نہ کرے۔

چنیں کردند یاران زندگانی
زکار افتادہ بشنو تابدانی

ترجمہ "دوستوں نے اپنی عمر کو ایسے بسر کیا، کسی بیکس سے سنتا تو تجھے معلوم ہوتا۔"

گلستان میں کسی دوسری جگہ بلبل شیراز یوں نغمہ طراز ہے:

دوست مشمار آنکہ در نعمت زند
لاف یاری و برادر خواندگی
دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشان حالی و در ماندگی!

ترجمہ "اس شخص کو دوست مت گن جو کہ دولت مندی کے وقت دوستی کا دم بھرتا ہے۔ دراصل دوست وہی ہے جو پریشان حالی اور عاجزی کے وقت دست گیر ہو۔"

حقیقت میں یار کہلانا تو سہل ہے مگر یار طریقت بننا یا اس کا سچا نمونہ بن کر دکھانا مشکل کام ہے۔

میرے حضرت پیر و مرشد ہادی و مولیٰ قدس سرہ العزیز سب سے زیادہ

اس یار پر خوش ہوتے تھے جو یاروں کا سب سے زیادہ خدمت گزار ہوتا تھا۔ایک دفعہ دربار شریف سے چند زمیندار تجارت کی غرض سے امرتسر جاتے ہوئے علی پورآ نکلے۔فقیر نے حتیٰ الامکان ان کی خدمت کی۔انہوں نے دربار شریف پہنچ کر سارا ماجرا حضور میں عرض کیا۔آپ اس قدر خوش ہوئے کہ جامہ میں پھولے نہ سماتے تھے۔

ایک بزرگ ساکن موضع لنگے کھودے ضلع گجرات کے پاس ایک شخص دودھ کا پیالہ لے کر حاضر ہوا۔آپ نے باوجود خود بھوکا ہونے کے دوسرے شخص کو دے دیا۔دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو۔غرض وہ پیالہ گردش کرتا رہا۔مگر کسی نے ایک قطرہ بھی نہ پیا۔تب آپ نے فرمایا کہ کیا تم سب کے سب فرشتے بن گئے۔اگرچہ ایسی ایسی نظیریں اس زمانہ میں ملنی دشوار ہیں مگر پھر بھی جہاں تک ہو سکے ہر ایک مسلمان کو ایسے پاک وجودوں کے پاک افعال کی تقلید کرنا چاہئے۔

ابھی تھوڑے دن کا ذکر ہے ایک شخص احمد خاں گدو کے نامی ساکن ریاست بہاولپور کوٹھے پر چڑھ کر کسی نو وارد یا مہمان یا مسافر کا انتظار کرتا اور دعا مانگتا کہ الٰہی کسی مہمان کو بھیج کہ اس کے طفیل میں بھی اچھا کھانا کھا لوں۔آخر الامر اس کی دعا قبول ہوئی اور خدا تعالیٰ نے تھوڑے دنوں کے بعد اس کو لنگر جاری کرنے کی توفیق بخشی۔

اسی طرح فقیر کے یاروں میں سے عبداللطیف نام ساکن کوہاٹ نے دعا کے واسطے التجا کی خدا تعالیٰ مجھے اتنی توفیق بخشے کہ میں لنگر جاری کروں اور مسافروں کی خدمت کیا کروں۔

یاران طریقت کو ایک دوسرے کے ساتھ اس قدر محبت ہونی چاہئے کہ

مال و متاع سب ایک دوسرے پر فدا کریں اور اُصول طریقت بھی یہی ہے کہ ایک پیر بھائی اپنے نو وارد پیر بھائی کے لیے اپنی سب چیزیں وقف سمجھے اور اس کی خدمت کو نعمت غیر مرقبہ سمجھ کر جہاں تک ممکن ہو کوئی دقیقہ اس کی خدمت گزاری میں فرو گذاشت نہ کرے۔ صرف زبانی جمع خرچ کرنے اور یار طریق کہلانے سے کبھی بھی کوئی منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا۔ عرب کا ایک قول ہے: اَلْمَحَبَّتُ یُظْهِرُ بِالْیَدْ۔ یعنی ''محبت ہاتھ سے ظاہر ہوتی ہے۔'' اگر اس کے ثبوت کی ضرورت ہو تو دیکھو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات۔

جب مہاجرین مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں پہنچے تو مدینہ شریف والوں نے اپنے یاران طریقت کے ساتھ اس قدر ہمدردی کی کہ اگر ایک شخص کے پاس دو مکان تھے تو اس نے ایک مکان مہاجر کو دے دیا۔ اگر دو برتن تھے، تو ایک برتن اور ایک دو کپڑے تھے تو ایک کپڑا اپنے پیر بھائی کے حوالے کر دیا۔ یہاں تک کہ اگر کسی کے نکاح میں دو بیویاں تھیں تو اس نے ایک بیوی کو اپنے مہاجر پیر بھائی کے لیے طلاق دے دی۔ درحقیقت سچا اسلام وہی تھا۔ سچے پیر بھائی وہی تھے۔

میرے گاؤں میں ایک بزرگ میاں غلام رسول صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں۔ ان کا پنجابی کا ایک شعر ہے فرماتے ہیں:

جس نے داری کسے دی نہ کیتی نہ کیتا اس نوں راضی میاں قاضی
جے سے برساں پڑھے نمازاں تد بھی رب نہ راضی ہتھوں پاضی

یعنی جو کوئی اپنے مہمان کی خدمت کر کے اسے راضی نہیں کرتا وہ صد ہا سال تک نماز بھی پڑھے، پھر اپنے خدا کو راضی نہیں کر سکتا بلکہ بجائے راضی کرنے کے ایسے شخص یعنی خدمت نہ کرنے والے پر اللہ تعالیٰ خود ناراض ہوتا ہے اور

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد
ہر کہ نخوت کرد او محروم شد

حدیث شریف میں آیا ہے: سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ ایک دن جناب حافظ شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ امام مسجد پٹولیاں ساکن لاہور نے حضرت مولوی خلیفہ نظام الدین صاحب لاہوری وارد بمبئی (جو لاکھوں روپے کے مالک تھے) سے سوال کیا کہ آپ نے اس قدر روپیہ کس طرح حاصل کر لیا۔ آپ نے فرمایا: "حافظ صاحب میں جس تنگی سے لاہور میں گزارہ کرتا تھا وہ آپ کو یاد ہے۔ بمبئی پہنچ کر میں نے درویشوں کی خدمت شروع کی جس کی برکت سے لاکھوں روپے کا مالک بن گیا ہوں۔" آپ سے ہو سکے تو درویشوں اور مسافروں کی خدمت کیا کرو۔

حافظ صاحب مرحوم نے ان کے فرمان کی تعمیل کے لیے کمر ہمت مضبوط باندھ لی اور درویشوں کی خدمت شروع کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حافظ صاحب نے لاہور میں دن بسر کیے وہ اہل لاہور سے مخفی نہیں اور قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف میں ان کے مہمانوں کی خدمت کرنے کا ذکر فرمایا اور انسان تو انسان حیوانوں کی خدمت کرنے میں بھی بڑے درجے ملتے ہیں بلکہ انسان پر حیوانوں کی خدمت گزاری واجب کی گئی ہے۔ کوئی نبی علیہ السلام آج تک نہیں گزرا جس کو بکریاں چرانے کی خدمت سپرد نہ کی گئی ہو۔ اس میں ان کا امتحان ہوتا تھا۔ میرے قبلہ حضرت قدس سرہ العزیز کی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی مہمان حاضر ہوتا تو آپ باوجود ضعف پیری اور سو سال سے بھی زیادہ عمر ہونے کے بذات خود گھر میں تشریف لے جا کر چھاچھ یا شربت یا دودھ

جو کچھ حاضر ہوتا اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر لاتے اور اگر کھانا تیار ہوتا تو لے آتے ورنہ اسی وقت کھانا تیار کرواتے عمدہ اور لذیذ کھانے پکواتے اور اپنے پاس بٹھا کر کھانا کھلاتے۔ حق تو یہ ہے کہ جو لذت اس کھانے میں ہوتی تھی وہ اس سے پہلے اور پیچھے کبھی نصیب نہ ہوئی۔ فقیر اس جگہ اتنا کھا جاتا تھا کہ کبھی عمر بھر نہیں کھایا۔

حضرت خواجہ خان عالم صاحب نقشبندی مجددی نوری رحمۃ اللہ علیہ ساکن باولی شریف ضلع گجرات کی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی اجنبی پٹھان آپ کے ہاں اتفاقاً آجاتا تو اس کے لیے علیحدہ کھانا تیار کرواتے اور خود اپنے ہاتھ مبارک سے اس کی خدمت کرتے۔ اگر کوئی شخص خصوصیت کی وجہ پوچھتا تو فرماتے کہ میرے حضرت پیر و مرشد کے وطن مبارک کے رہنے والے ہیں۔ اس لیے اور مہمانوں کی نسبت ان کی خصوصیت ہے۔

اب میں یارِ طریقت کے لغوی معنی بیان کرتا ہوں۔ یار فارسی لفظ ہے اور اس کے معنی مددگار یا مدد کرنے والے کے ہیں۔ طریقت کے معنی راہ کے ہیں مگر مطلق راہ نہیں۔ بلکہ وہ راہ جو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف جانے والی ہو۔ پیر بھائی کے کیا معنی؟ جو دو شخص ایک پیر کے ملنے والے ہوں ان کو تصوف کی اصطلاح میں پیر بھائی کہا جاتا ہے۔

جس طرح ایک شخص کے دو بیٹے ہوں ان کو مادر زاد بھائی کہا جاتا ہے۔ ویسا ہی ان دونوں کو پیر بھائی کہا جاتا ہے۔ ان پیر بھائیوں کا تعلق اور محبت ان جسمانی مادر زاد بھائیوں سے بڑھ کر ہونی چاہیے۔ اس کو اپنے پیر بھائی کے دیکھنے سے اتنی خوشی حاصل ہو کہ اپنے متعلقین جسمانی سے کسی کے دیکھنے سے اتنی فرحت حاصل نہ ہو اور اس کے رنج و راحت میں شریک ہو۔ اس پیر بھائی کے رنج کو اپنا رنج، اس کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور اس کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھے تو وہ شخص اس

سچے خطاب پیر بھائی کا مستحق ہو سکتا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ ساکن تونسہ شریف فرمایا کرتے تھے کہ لفظ پیر بھائی نہیں بلکہ پیڑ بھائی ہے۔ پیڑ پنجابی میں درد کو کہتے ہیں۔ کیا معنی جو شخص دکھ یا درد یا تکلیف میں اس کا بھائی بن کر اس کی تکلیف یا رنج مٹائے وہی پیر بھائی ہے۔ اس زمانہ میں تو بعض شخصوں کو اس نام سے بھی نفرت معلوم ہوتی ہے۔ ہاں بعض یاران طریقت اس کلمہ کو اپنی عزت اور فخر کا باعث سمجھ کر ادنیٰ سے ادنیٰ یا غریب سے غریب یارطریق کو فخریہ طور پر پیر بھائی کے نام سے پکارتے ہیں اور یہ مقولہ ان کی زبان پر ہوتا ہے:

مقامِ عشق میں شاہ و گدا کا ایک رتبہ ہے
زلیخا ہر گلی کوچہ میں بے توقیر پھرتی ہے

وہ یہی سمجھتے ہیں کہ جس طرح ایک شخص کے دو بیٹے ہوں۔ ایک لاکھ روپیہ کا مالک اور دوسرا مفلس و عاجز، مگر باپ کے بیٹے ہونے میں وہ دونوں شامل ہیں اور وہ مالدار اس مسکین کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ میرے باپ کا بیٹا نہیں ہے۔ ولدیت میں دونوں برابر شامل ہوں گے۔ ویسے ہی دو پیر بھائی خواہ وہ کسی حیثیت کے ہوں، ان کے پیر بھائی کہلانے سے کوئی انکار نہیں کر سکتا جو ایسا کرتے ہیں ان کی سخت غلطی ہے۔

میرے یاروں میں سے ایک شخص شیخ محمد ابراہیم صاحب وکیل ریاست بیکانیر جو بڑے اعلیٰ پایہ کے آدمی ہیں اور مہاراجہ صاحب کے دربار میں کمال درجہ کا اعزاز حاصل ہے۔ ہمیشہ اپنے ادنیٰ سے ادنیٰ مسکین و غریب یار طریقت کو پیر بھائی کے نام سے پکارتے ہیں۔ ان کے کام کو بلا ممنتانہ اپنا کام سمجھ کر بلکہ اپنے ذاتی کام سے بھی بڑھ کر سرانجام دیتے ہیں خدا تعالیٰ اوروں کو بھی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

اب ہم اس مسئلے میں ایک شرعی نگاہ ڈالنا چاہتے ہیں اور اپنے ناظرین کو وہ فیصلہ سنانا چاہتے ہیں جو قرآن کریم اور حدیث شریف نے اس مسئلہ کے متعلق فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ دیکھ پارہ ۲۶:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔

ترجمہ "مومن بھائی ہیں۔"

دوسری جگہ قرآن شریف میں ارشاد ہے، دیکھو پارہ چھٹا:

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔

ترجمہ "خدائے تعالیٰ کے محبوب لوگ وہ ہوتے ہیں جو مومنوں کے ساتھ نرمی اور تواضع سے پیش آئیں۔"

ایک اور جگہ حضور ﷺ کے سچے رفیقوں کی صفت اسی طرح بیان ہوئی ہے:

رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ۔

ترجمہ "وہ لوگ آپس میں محبت اور شفقت کا برتاؤ رکھتے ہیں۔"

- حضرت رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جس شخص کی بہتری چاہتا ہے اسے نیک دوست عطا فرماتا ہے۔ تاکہ وہ اگر کہیں خدا کو بھول جائے تو دوست اسے یاد دلاتا رہے اور اگر وہ شخص خدا کی یاد میں لگا رہے تو دوست اس کا مددگار رہے۔ فرمایا حضور ﷺ نے کہ "جہاں کہیں دو مومن مل بیٹھیں ایک کو دوسرے سے دین کا ضرور فائدہ پہنچتا ہے۔"
- فرمایا: "جو شخص کسی کو خدا کے لیے اپنا بھائی بنا لے، جنت میں ایسا درجہ بلند عطا کیا جائے گا جو کسی اور عبادت سے حاصل نہیں ہو سکتا۔"
- حضرت ابو ادریس خولانی رضی اللہ عنہ نے ایک دن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا:

میں آپ کو خدا کے واسطے دوست رکھتا ہوں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بات ہے تو میں آپ کو خوشخبری سناتا ہوں کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے ارشاد فرماتے سنا ہے کہ ''قیامت کے دن عرش کے گرداگرد کرسیاں بچھائی جائیں گی۔ ان پر ایسے لوگ بیٹھے ہوں گے جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ اس وقت سب لوگ ڈر رہے ہوں گے۔ مگر یہ کرسی نشین اطمینان کے ساتھ بیٹھے ہوں گے۔ یہ لوگ خدا کے دوست ہیں۔ جن کو نہ کوئی ڈر ہوگا اور نہ غم۔ لوگوں نے عرض کی: خدا کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم یہ کون لوگ ہوں گے۔ فرمایا: اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ۔ وہ لوگ ہوں گے جو ایک دوسرے سے خدا کے واسطے دوستی رکھتے ہیں۔''

- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''وہ آدمی جو آپس میں اللہ کے واسطے دوستی رکھتے ہیں۔ ان میں خدا کے نزدیک زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اپنے دوست کو زیادہ پیار کرے۔''
- فرمایا، حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''میری دوستی کے وہ لوگ حق دار ہیں جو ایک دوسرے سے میرے واسطے ملاقات کریں۔ میرے لیے ایک دوسرے کے ساتھ دوستی رکھیں، مجھے راضی کرنے کے واسطے اپنے مال سے ایک دوسرے کی تکلیف دور کریں اور میرے ہی لیے ایک دوسرے کی مدد کریں۔''
- فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو آپس میں میرے واسطے محبت رکھتے تھے تاکہ آج جب کہ پناہ لینے کو سایہ کہیں نہیں ہے ان کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا۔''

- فرمایا: ”جو شخص خدا کے واسطے اپنی دینی بھائی سے ملاقات کرتا ہے۔ اس کے پیچھے فرشتہ ندا کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا بہشت تجھے مبارک ہو۔“
- فرمایا: ”ایک شخص اپنے کسی دوست کی ملاقات کو جا رہا تھا۔ خدا کے حکم سے اسے ایک فرشتہ رستہ میں ملا اور اس شخص سے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ اس نے کہا فلاں بھائی سے ملنے جاتا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا کیا تمہیں اس سے کچھ کام ہے۔ کہا کچھ نہیں پھر پوچھا وہ شخص تمہارا کوئی رشتہ دار ہے۔ کہا کوئی نہیں، پھر پوچھا کہ اس نے تمہارے ساتھ کوئی احسان کیا ہے جس کا معاوضہ ادا کرنے کے لیے تم وہاں جا رہے ہو۔ کہا کوئی نہیں، فرشتے نے کہا جب تمہارا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تو پھر اس سے ملنے کیوں جاتے ہو۔ اس نے کہا بھائی میں تو صرف خدا کے واسطے اس کے پاس جا رہا ہوں اور خدا کے واسطے مجھے اس سے محبت ہے۔ فرشتے نے کہا تمہیں مبارک ہو کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تیرے پاس اس واسطے بھیجا ہے کہ تجھے یہ خوش خبری سناؤں کہ خدا تعالیٰ تجھے دوست رکھتا ہے۔ اس واسطے کہ تو اسے دوست رکھتا ہے اور تیرے واسطے خدائے کریم نے اپنے اُوپر بہشت کو واجب کیا ہے۔“
- فرمایا: ”ایمان کے بارے میں بہت مضبوط دستاویز وہ دوستی اور وہ دشمنی ہے جو خدا کے واسطے ہو۔“
- خدا تعالیٰ نے کسی نبی پر وحی بھیجی کہ تم نے یہ زہد جو اختیار کر رکھا ہے۔ اس سے تم دنیا اور رنج دنیا سے چھوٹ کر آرام میں ہو گئے۔ میری یہ عبادت جو تم کر رہے ہو اس سے تمہیں ہمارے دربار میں عزت حاصل ہو گئی ہے لیکن دیکھو تو کبھی تم نے میرے دوستوں سے دوستی اور دشمنوں

سے دشمنی بھی رکھی ہے۔"

- حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ "اے عیسیٰ علیہ السلام! اگر تم بالفرض کل زمین والوں اور کل آسمان والوں کی عبادتیں بھی بجا لاؤ اور ان عبادتوں میں کسی کی دوستی یا دشمنی میرے واسطے نہ ہو تو وہ سب عبادتیں بے فائدہ ہوں گی۔"
- ایک دفعہ لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا: "یا روح اللہ! ہم کس کی صحبت میں بیٹھا کریں۔" فرمایا: "ایسے شخص کی صحبت میں جس کے دیکھنے سے تمہیں خدا یاد آئے۔ جس کی باتیں تمہارے علم کو بڑھائیں اور جس کے اعمال تمہیں آخرت کی طرف مائل کریں۔"
- حضرت داؤد علیہ السلام پر خدا تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ "داؤد لوگوں سے بھاگ کر تنہا کیوں بیٹھ رہا ہے۔" عرض کی "الٰہی! تیری محبت نے لوگوں کی یاد میرے دل سے محو کر دی اور میں سب سے متنفر ہو گیا ہوں۔" ارشاد ہوا "داؤد! ہوشیار ہو۔ اپنے واسطے کوئی دینی بھائی پیدا کرو اور جو شخص دین کی راہ میں تمہارا مددگار نہ ہو اس سے دور بھاگو کہ وہ تمہارے دل کو سیاہ کرے گا اور مجھ سے تمہیں دور رکھے گا۔"
- سلطان الانبیاء علیہ السلام نے فرمایا کہ "خدا تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کا آدھا جسم برف سے بنا ہے اور آدھا آگ سے۔ وہ دعا مانگتا ہے کہ الٰہی جس طرح تو نے برف اور آگ میں الفت ڈال دی ہے اسی طرح اپنے نیک بندوں کے دلوں میں بھی الفت ڈال دے۔"
- فرمایا: "جو لوگ خدا کے واسطے آپس میں دوستی رکھتے ہیں۔ ان کے لیے قیامت کے دن یاقوت سرخ کا ایک ستون کھڑا کیا جائے گا جس کی

چوٹی پر ستر ہزار دریچے ہوں گے۔ ان پر سے وہ لوگ اہل جنت کو جھک جھک کر دیکھیں گے۔ ان کے چہروں کا نور اہل جنت پر اس طرح پڑے گا جس طرح آفتاب کا نور زمین پر پڑتا ہے۔ اہل جنت کہیں گے چلو ان کو دیکھیں۔ ان لوگوں کے بدن میں سندس کا سبز لباس ہو گا اور ان کی پیشانیوں پر لکھا ہو گا: اَلْمُتَحَابُوْنَ فِی اللّٰہِ وہ لوگ خدا کے واسطے دوستی کرنے والے ہیں۔"

- ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ نے موت کے وقت بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض کیا کہ "اے خداوند دو جہاں تو جانتا ہے کہ میں گناہ کرتے وقت تیرے فرمانبردار بندوں کو دوست رکھتا تھا۔ اس کام کو میرے گناہوں کا کفارہ کر۔"

- حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "خدا کے واسطے دوستی رکھنے والے جب ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں تو ان سے اس طرح گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے پتے موسم خزاں میں۔"

- حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کیمیائے سعادت میں اس مسئلہ کو جس خوبی سے بیان فرمایا ہے وہ قابل دید ہے۔ فرماتے ہیں کہ "اے عزیز! جب برادری اور صحبت کا عہد ہو گیا تو اس کا عقد نکاح کی مانند سمجھ کر جو اس کے حقوق ہیں، ان کے ادا کرنے میں جان و دل سے ساعی رہنا چاہئے کیونکہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دو بھائیوں کی مثال دو ہاتھوں کی سی ہے کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہے۔" اور صحبت و محبت کے حقوق دس قسم کے ہوتے ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جس کا مال سے تعلق ہے اور یہ حق سب حقوق میں پہلے درجہ پر ہے۔ مطلب اس کا یہ

ہے کہ ایک دوست اپنے دوست بھائی کے حق کو مقدم سمجھے اور اپنا حصہ اسے دے ڈالے۔ جیسا کہ انصار کے حق میں خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔

(پ ۲۸، ع ۴)

ترجمہ "وہ اختیار کرتے ہیں اپنی ذاتوں پر اگر چہ ان کو احتیاج ہو۔"

دوسرا درجہ یہ ہے کہ ایک دوست اپنے دوست بھائی کو اپنے جیسا سمجھے یعنی اپنے اور اس کے درمیان اپنے مال کو مشترک جانے اور سب سے آخری درجہ یہ ہے کہ دوست بھائی کو اپنا خادم یا غلام سمجھا جائے یعنی جو چیز اپنی حاجت سے زیادہ ہو وہ اس کو دی جائے لیکن اس سب سے ادنیٰ درجہ میں بھی اس بات کا لحاظ رکھنا لازم ہے کہ محتاج دوست کو سوال نہ کرنا پڑے۔ اگر سوال تک نوبت پہنچی تو دوستی جاتی رہی۔ یہ دوستی یا صحبت ارباب محبت کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

عتبۃ الغلام کا ایک دوست تھا۔ اس نے چار ہزار درہم طلب کیا۔ عتبۃ الغلام نے کہا اس وقت دو ہزار درہم لے جاؤ۔ دو ہزار پھر لے جانا۔ اس دوست نے جواب دیا۔ عتبۃ الغلام تیری غیرت کو کیا ہوا۔ اللہ کی دوستی کا تو دعویٰ کرتے ہو پھر دنیا کو اس پر ترجیح دیتے ہو۔

کسی بادشاہ کے روبرو حضرات صوفیائے کرام رضی اللہ عنہم کے ایک گروہ کے حق میں لوگوں نے چغلی کھائی۔ اس پر سب صوفیوں کے واسطے تلوار کھینچی گئی۔ ان میں خواجہ ابو الحسن نوری قدس سرہٗ بھی موجود تھے۔ سب سے پہلے آگے بڑھ کر کہا کہ پہلے مجھے قتل کرو۔ بادشاہ نے کہا کہ تم کیوں آگے بڑھتے ہو؟ کیا تمہیں اپنی جان عزیز نہیں۔ آپ نے فرمایا یہ سب صوفی میرے دوست بھائی ہیں اور مجھے اس وقت موت کا یقین ہو چکا ہے۔ چاہتا ہوں کہ ایک گھڑی پہلے ان سب سے جان

دوں تا کہ وہ جان ان پر نثار ہو جائے۔ یہ جواب سن کر بادشاہ حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ سبحان اللہ! ایسے بامروت لوگ اگر قتل کے لائق ہیں تو میں نہیں جانتا کہ زندہ رہنے کے لیے ان سے بہتر کون سے لوگ ہوں گے۔ پھر سب کو رہا کر دیا۔

حضرت فتح موصلی قدس اللہ سرہٗ اپنے ایک دوست کے گھر گئے۔ وہ گھر میں نہ تھا۔ اس کی لونڈی سے کہا کہ اپنے مالک کا صندوقچہ لا۔ وہ لائی، جو کچھ درکار تھا صندوقچہ میں سے لے لیا۔ جب وہ دوست اپنے گھر آیا اور یہ ماجرا سنا تو خوشی کے مارے اس نے لونڈی کو آزاد کر دیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص نے عرض کی میں چاہتا ہوں کہ آپ سے دوستی اور برادری کروں۔ آپ نے فرمایا: میاں تمہیں برادری کے حقوق بھی معلوم ہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا: ایک حق تو یہ ہے کہ تو اپنے سونے چاندی بلکہ ساری جائیداد میں مجھ سے زیادہ حقدار نہ رہے۔ اس نے عرض کی حضرت ابھی میں اس درجہ کو نہیں پہنچا۔ آپ نے فرمایا تو بس چلے جاؤ۔ دوستی اور برادری تمہارا کام نہیں۔

مسروق اور خثیمہ رحمۃ اللہ علیہما میں دوستی تھی اور دونوں صاحب قرض دار تھے لیکن ایک نے دوسرے کا قرض اس طرح ادا کر دیا کہ دوست کو خبر تک نہ ہوئی۔

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے بیس درہم کسی دوست کے کام آئیں تو وہ اس سو درہم سے بہتر سمجھتا ہوں جو فقیروں کو خدا کے واسطے دوں۔

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگل میں دو مسواکیں بنائیں۔ ایک ٹیڑھی تھی اور دوسری سیدھی۔ ایک صحابی بھی حاضر خدمت تھے۔ آپ نے سیدھی مسواک تو ان کو عطا فرمائی اور ٹیڑھی خود رکھ لی۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اے خدا

کے حبیب ﷺ یہ مسواک اچھی ہے، آپ ﷺ لیجئے اور ٹیڑھی مسواک مجھے دے دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یاد رکھو! جب کوئی شخص کسی کے ساتھ گھڑی بھر صحبت رکھے تو قیامت کے دن اس سے ضرور سوال ہوگا کہ آیا تو نے حقِ صحبت ادا کیا یا نہیں؟ آپ ﷺ کا یہ فرمان صاف بتلا رہا ہے کہ حق صحبت کے یہ معنی ہیں کہ آدمی اپنے کام کی چیز دوست کو دے دے۔

جناب رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب دو آدمی باہم صحبت رکھتے ہیں تو ان دونوں میں خدا کا بڑا دوست وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے دوست کے ساتھ زیادہ شفقت کرے۔

صحبت کے حقوق کی دوسری قسم یہ ہے کہ دوست سب کاموں میں اپنے دوست کی طرف سے خواہش ظاہر ہونے سے پہلے ہی اس کی یاری و مدد کرے۔ خوشی خوشی اور کشادہ پیشانی کے ساتھ دوست کی خدمت گزاری میں مصروف رہے۔ پہلے بزرگوں کی عادت تھی کہ ہر روز اپنے دوستوں کے دروازے پر جا کر گھر والوں سے پوچھتے کہ کیا کرتے ہو۔ لکڑی آٹا، نمک ہے یا نہیں؟ دوستوں کے کام کو اپنے کام کی طرح ضروری جانتے۔ کام کرتے تو بجائے دوست پر احسان کرنے کے خود احسان مند ہوتے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دینی بھائی مجھے اپنے بیوی بچوں سے بڑھ کر عزیز ہیں۔ اس لیے کہ ان لوگوں کو دیکھ کر مجھے خدا یاد آتا ہے اور بیوی و بچے دنیا یاد دلاتے ہیں۔

حضرت عطا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کم سے کم تین دن کے بعد اپنے دوستوں کی ضرور خبر لیا کرو۔ بیمار ہوں تو ان کی خدمت کیا کرو۔ کسی کام میں مصروف ہوں تو ان کی مدد کیا کرو اور اگر بھول گئے ہوں تو ان کو یاد دلایا کرو۔

• حضرت جعفر ابن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دشمن جب تک مجھ سے بے پرواہ نہ ہو جائے تب تک میں اس کی حاجت روائی میں جلدی کیا کرتا ہوں تو دوست کے حق میں کیا کروں۔

اگلے بزرگوں میں ایک بزرگ تھے۔ انہوں نے اپنے دوست کی وفات کے بعد چالیس برس تک حق صحبت کی رعایت سے اس کے جورو لڑکوں کی خدمت کی۔

تیسری قسم زبان سے متعلق ہے کہ اپنے بھائیوں کے حق میں اچھی بات کہے اور ان کے عیبوں کو چھپائے۔ اگر کوئی ان کی پیٹھ پیچھے ان کا ذکر کرے تو اس کا جواب دے اور یہ سمجھے کہ وہ دیوار کے پیچھے سن رہا ہے۔ جس طرح اپنی پیٹھ پیچھے اس کا رہنا چاہتا ہے اسی طرح اس کے پیٹھ پیچھے خود بھی رہے۔ چرب زبانی نہ کرے۔ جب وہ اس سے کچھ کہے تو مان لے تکرار نہ کرے۔ اس کا راز فاش نہ کرے گو کہ اس سے انقطاع ہو چکا ہو کیونکہ یہ امر بدظنی سے ہوتا ہے۔ اس کے زن و فرزند اور احباب کی غیبت نہ کرے۔ اگر کسی نے اس کی شکایت کی ہو تو اس سے نہ بیان کرے۔ اس واسطے کہ اگر کہے گا تو اسے رنج دے گا۔ اگر لوگ اس کی تعریف کریں تو اس سے نہ چھپائے۔ اس واسطے کہ یہ امر حسد کی دلیل ہے۔ اگر اس نے اس کی شکایت کی یا کچھ تقصیر کی ہے تو شکایت نہ کرے اور معاف کر دے اور اپنا قصور یاد کرے جو خدا کی عبادت میں کرتا ہے۔ تا کہ اپنے حق میں کسی کے قصور کو اچنبھا نہ جانے اور یہ سمجھے کہ اگر کوئی ایسے شخص کو ڈھونڈے جو بے خطا اور بے عیب ہو تو ہرگز نہ پائے اور خلق کی صحبت چھوڑ دے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مومن ہمیشہ بھلائی ڈھونڈتا ہے اور منافق سدا عیب ڈھونڈتا ہے۔ چاہیے کہ ایک نیکی کے بدلے دس تقصیریں چھپائے۔

حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ برے آشنا سے پناہ مانگنا چاہئے۔ اس واسطے کہ جب وہ برائی دیکھتا ہے تو ظاہر کر دیتا ہے۔ جب اچھائی دیکھتا ہے تو چھپاتا ہے۔

جب کوئی قصور معذرت کے لائق ہو تو اسے معاف کر دے اور نیک گمان کرے۔ اس واسطے کہ بدگمانی کرنا حرام ہے۔

رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے مومن کی چار چیزوں کو دوسروں پر حرام کیا ہے۔ مال، جان، آبرو، بدگمانی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو اپنے برادر کو سوتا دیکھتا ہے تو اس کی شرمگاہ سے کپڑا اتارتا ہے۔ تاکہ وہ ننگا ہو جائے۔ لوگوں نے کہا یا روح اللہ! اس امر کو کون روا رکھے گا۔ فرمایا تم ہی روا رکھتے ہو۔ اس واسطے کہ اپنے برادر کا راز فاش کرتے ہو تاکہ اور لوگ اس سے واقف ہو جائیں۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ جب تو کسی کے ساتھ دوستی کرنا چاہے تو پہلے اس کو غصہ میں لا۔ پھر کسی کو اس کے پاس مخفی بھیج تاکہ تیرا ذکر چھیڑے اور اگر وہ تیرا امساء راز کرے تو جان لے کہ وہ دوستی کرنے کے قابل نہیں اور یہ بھی بزرگوں نے کہا ہے کہ ایسے شخص کے ساتھ دوستی کر کہ تیرا حال جو خدا جانتا ہے وہ جانے اور جس طرح خدا تعالیٰ چھپاتا ہے وہ چھپائے۔

کسی شخص نے ایک دوست سے اپنا راز کہا اور پوچھا تو نے اس بات کو یاد کر لیا۔ اس نے کہا نہیں بھولا ہوا ہوں۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ جو چار وقتوں میں تجھ سے بدل جائے وہ دوستی کے قابل نہیں۔ خوشی کے وقت، غصہ کے وقت، طمع کے وقت، خواہش نفسانی کے

وقت، چاہئے کہ ان وقتوں میں تیرے حق سے نہ گزرے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجھے اپنا مقرب کیا ہے اور بوڑھوں پر ترجیح دی ہے۔ خبردار پانچ باتیں یاد رکھنا۔ ایک ان کے راز فاش نہ کرنا۔ دوسرے ان کے سامنے غیبت نہ کرنا۔ تیسرے ان سے کوئی جھوٹ بات نہ کہنا۔ چوتھے ان کے حکم کے خلاف نہ کرنا۔ پانچویں وہ تجھ سے ہرگز کوئی خیانت نہ دیکھنے پائیں۔

اے عزیز! تو جان کہ کوئی چیز دوستی میں اتنا فساد اور خلل نہیں ڈالتی جتنا مناظرہ اور خلاف خلل ڈالتا ہے۔ دوست کی بات کو رد کیا تو اس کے یہ معنی ہیں کہ گویا اس کو احمق اور جاہل کہا اور اپنے تئیں عاقل اور فاضل سمجھا اور اس سے تکبر کیا۔ چشم حقارت سے اسے دیکھا۔ یہ باتیں دشمنی سے ملی ہوئی ہیں۔ دوستی سے نہیں۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم اپنے بھائی کے کلام میں خلاف نہ کر۔ اس سے ٹھٹھا نہ کرو اور اس کے ساتھ وعدہ خلافی نہ کر۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر تو نے اپنے بھائی سے کہا چل۔ اس نے کہا کہاں تک؟ تو وہ صحبت کے قابل نہیں بلکہ چاہئے کہ فوراً اٹھ کھڑا ہو اور کچھ نہ پوچھے۔

حضرت ابو سلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میرا ایک دوست تھا۔ میں جو کچھ اس سے مانگتا وہ دے دیتا۔ ایک بار میں نے اس سے کہا کہ فلاں چیز کی مجھے ضرورت ہے۔ اس نے کہا کس قدر درکار ہے۔ پس اس کی دوستی کی حلاوت میرے دل سے جاتی رہی۔ دوستی کا نباہ اس امر میں موافقت کرنے سے ہوتا ہے جس میں موافقت کر سکیں۔

چوتھی قسم یہ ہے کہ زبان سے شفقت اور محبت ظاہر کرے۔ رسول

مقبول ﷺ فرماتے ہیں:

اِذَا اَحَبَّ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ فَلْیُخْبِرْہُ۔

ترجمہ "جب کوئی شخص کسی کو دوست رکھے تو اسے خبر دے۔"

آپ ﷺ نے یہ اس واسطے فرمایا ہے تاکہ اس کے دل میں بھی محبت پیدا ہو۔ اس صورت میں دوسرے کی طرف سے دوگنی محبت ہو گی۔ چاہئے کہ اس کی تمام احوال پرسی کرے۔ رنج و راحت میں اس کا شریک رہے۔ اس کے رنج کو اپنا رنج، اس کی خوشی کو اپنی خوشی جانے۔ اسے پکارے تو اچھے نام کے ساتھ پکارے۔ اگر اس کا کچھ خطاب ہے تو اسی سے پکارے کہ وہ اسے بہت دوست رکھتا ہو گا۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ یار کی دوستی تین چیزوں سے مضبوط ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ اسے اچھے نام سے پکارا کرو۔ دوسرے یہ کہ پہلے خود اسے سلام کیا کر۔ تیسرے یہ کہ اپنے سے پہلے اسے بٹھا۔ ازاں جملہ یہ بھی ہے کہ پیٹھ پیچھے اس کی ایسی تعریف کر جو اسے پسند ہو۔ اس طرح اس کے جورو، لڑکوں اور متعلقوں کی بھی تعریف کر۔ ایسے کام سے دوستی بہت مضبوط ہوتی ہے اور وہ جو احسان کرے اس کا شکر کر۔

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی نیک نیتی پر شکر نہ کرے گا وہ نیک کام پر بھی شکر نہ کرے گا اور چاہئے کہ اس کی پیٹھ پیچھے اس کی مدد کرے۔ جو شخص اس پر طعن کرتا ہے اس کے کلام کو رد کرے اور دوست کو اپنی مانند جانے۔ جس کسی کے سامنے برائی کے ساتھ اس کے دوست کا ذکر آئے اور چپ ہو رہے تو یہ امر ایسا ہے کہ گویا دوست کو پٹتے دیکھا اور مدد نہ کی اور چپ رہا۔ بلکہ بات کا گھاؤ بہت کاری ہوتا ہے۔ کسی کا قول ہے کہ جب کسی

نے میرے دوست کے پیٹھ پیچھے اس کا ذکر کیا تو میں نے فرض کر لیا کہ وہ دوست موجود ہے اور سنتا ہے تو ایسا جواب دیا جسے میں نے چاہا کہ وہ دوست سنے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے دو بیلوں کو دیکھا کہ زمین پر بندھے ہوئے ہیں۔ جب ایک اُٹھا تو دوسرا بھی اُٹھا۔ یہ دیکھ کر آپ بے اختیار روئے اور فرمایا کہ برادرانِ دینی بھی ایسے ہی ہوتے ہیں کہ کھڑے ہونے اور چلنے میں ایک دوسرے کی متابعت کرتے ہیں۔

● پانچویں قسم یہ ہے کہ علم دین میں جو اسے ضروری ہو سکھائے۔ اس واسطے کہ اپنے بھائی کو دوزخ کی آگ سے بچانا۔ دنیا کے رنج والم سے چھڑانے کی بہ نسبت اولیٰ ہے اگر علم سیکھنے کے بعد اس پر عمل نہ کرے تو اس کو نصیحت کرے اور خدا سے ڈرائے۔ مگر چاہئے کہ یہ نصیحت تنہائی میں ہو تا کہ مہربانی کی دلیل ہو۔ اس واسطے کہ برملا نصیحت کرنے میں رسوائی ہے اور جو کچھ کہنا ہے نرمی سے کہے۔ سختی سے نہ کہے۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ۔

ترجمہ "مسلمان مسلمان کا آئینہ ہوتا ہے۔"

اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے عیب ونقصان کو ایک دوسرے سے معلوم کرے اور جب تیرے بھائی نے مہربانی سے تنہائی میں تیرا عیب کہا تو چاہئے کہ اس کا احسان مان اور خفا نہ ہو۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص تجھے اطلاع کرے کہ تیرے کپڑے کے اندر سانپ یا بچھو ہے تو اس سے خفا نہ ہو گا بلکہ اس کا احسان مانے گا۔ سب سے برے اخلاق آدمی میں سانپ اور بچھو کی مانند ہیں۔ مگر ان کا زخم قبر

میں ظاہر ہوتا ہے اور ان کا زخم روح پر ہوتا ہے۔ وہ اس جہان کے بچھو سے زیادہ موذی ہیں۔ اس واسطے کہ ان کا زخم بدن پر ہوتا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس پر خدا کی رحمت ہو جو میرے عیب کو میرے سامنے ہدیہ لائے۔ جب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو فرمایا: اے سلمان! سچ سچ بتاؤ میرا وہ احوال جو تمہیں برا معلوم ہو۔ تم نے کیا دیکھا اور کیا سنا۔ انہوں نے کہا مجھے اس امر سے معاف رکھئے فرمایا ضرور بیان کرو۔ جب بہت اصرار کیا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ایک وقت میں آپ کے دستر خوان پر دو طرح کا کھانا ہوتا ہے اور آپ کے پیراہن دو ہیں۔ ایک دن کا اور ایک رات کا۔ آپ نے فرمایا: یہ دونوں باتیں نہیں ہیں اور کچھ سنا ہے کہ نہیں۔

حذیفہ اعمشی نے یوسف اسباط رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ تو نے اپنا دین دو جو کے بدلے بیچ ڈالا۔ یعنی بازار میں کسی چیز کی تو نے خریداری کی۔ مالک نے کہا یہ چیز ایک دانگ کی ہے تو نے کہا تین ملبوج یعنی دو حبہ قیمت ہے۔ اس نے اس واسطے دے دی کہ تجھے پہچانتا تھا۔ تو اس نے یہ مسامحت اور رعایت تیری دیانتداری اور پرہیزگاری کے سبب سے کی۔ غفلت کا نقاب سر سے اُتار اور خوابِ غفلت سے بیدار ہو۔

اے عزیزِ جان! جس نے قرآن اور علم حاصل کیا اور پھر دنیا کی رغبت کی مجھے خوف ہے کہ وہ خدا کی آیتوں سے بازی کرتا ہے۔ پس دین کی رغبت کی نشانی یہ ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ نصیحت کی باتوں سے ناصح کا احسان مند ہو۔ حق تعالیٰ نے جھوٹوں کی شان میں ارشاد فرمایا:

وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ۔

ترجمہ "اور جو شخص ناصح کو دوست نہیں رکھتا۔"

اس سبب سے غرور تکبر اس کے دین اور عقل پر غالب ہو جاتا ہے۔ یہ سب اس جگہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنے عیب سمجھے ہی نہیں اور اگر سمجھ جائے تو اشارہ نصیحت کرنا چاہیئے۔ نہ صراحتہً اور علانیتہً کرنا چاہیئے۔

اور اگر وہ اس قسم کا عیب ہے کہ تیرے ہی بارے میں تقصیر کی ہے تو اسے پوشیدہ کرنا اور اس سے انجان بن جانا اولیٰ ہے۔ بشرطیکہ دوستی سے دل سے نہ پھر جائے گا تو چھپا کر غصہ کرنا قطع محبت سے اولیٰ ہے اور قطع محبت جھگڑنے اور زبان درازی کرنے سے بہتر ہے۔ چاہیئے کہ صحبت رکھنے سے مقصود یہ ہو کہ پیر بھائیوں سے برداشت اور تحمل کرنے سے تو اپنے اخلاق درست کرے۔ یہ نہیں کہ ان سے بھلائی کی اُمید کرے۔

ابو کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میرا ایک مصاحب تھا۔ اس کے سبب سے میرے دل پر گرانی تھی۔ میں نے اس نیت سے اسے کچھ دیا کہ میرے دل سے گرانی نکل جائے، مگر نہ نکلی۔ آخر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لایا اور کہا اپنا کف پا میرے منہ پر رکھ۔ اس نے کہا ہرگز ہرگز یہ امر نہ ہوگا۔ میں نے کہا ضرور بالضرور اور خواہ مخواہ ایسا کر۔ حتیٰ کہ اس نے اپنا تلوا میرے منہ پر رکھا تو وہ گرانی میرے دل سے جاتی رہی۔

ابو علی رباطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ عبداللہ رازی کا رفیق ہو کر میں سفر گیا۔ انہوں نے کہا راستے میں سردار رہوں یا تم رہو گے۔ میں نے کہا تم رہو۔ انہوں نے کہا جو کچھ میں کہوں، میری فرمانبرداری کرنا۔ میں نے کہا بسر و چشم، انہوں نے توبرہ مانگا۔ میں نے لا کر حاضر کیا۔ زادراہ اور کپڑے جو کچھ پاس تھا اس میں بھر کر انہوں نے اپنی پیٹھ پر لادا اور چل نکلے۔ ہر چند ان سے میں نے کہا مجھے

دیجئے تا کہ آپ تھک نہ جائیں۔ انہوں نے کہا کہ تمہیں سردار پر حکومت نہیں پہنچتی ہے۔ تم فرمانبردار ہو۔ ایک رات مینہ برسنے لگا۔ صبح تک میرے اُوپر کمبل تانے کھڑے رہے تا کہ مجھ پر مینہ نہ پڑے۔ جب میں گفتگو کرتا تو کہتے میں سردار ہوں تو فرمانبردار رہو میں اپنے دل میں کہتا کہ کاش میں انہیں سردار نہ بناتا۔

چھٹی قسم: جو بھول چوک اور قصور ہو جائے اسے بخش دینا ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر کوئی بھائی قصور کرے تو ستر طرح کی عذرخواہی تو اپنی طرف سے کر۔ اگر نفس قبول نہ کرے تو اپنے دل سے کہہ کہ تو نہایت بدخو اور بدذات ہے کہ تیرے بھائی نے ستر عذر کیے اور تو نے نہ مانا۔

اگر وہ قصور ایسا ہے جس میں گناہ ہو تو اس کو لازمی ہے نصیحت کرتا کہ چھوڑ دے اگر اس پر وہ اصرار نہیں کرتا تو خود نادان اور انجان بن جا اگر اصرار کرتا ہے تو اس کو نصیحت کر اور اگر نصیحت سودمند نہ ہو تو اس مسئلہ میں صحابہ کا اختلاف ہے کہ پھر کیا کرنا چاہئے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ اس سے قطع محبت کرنا چاہئے۔ کیونکہ جب اللہ واسطے دوستی کی تو اب بھی خدا ہی کے واسطے اسے دشمن بنا۔

حضرت ابو الدرداء اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک گروہ نے کہا ہے کہ قطع محبت نہ کرنا چاہئے۔ اس واسطے کہ اُمید ہے کہ اس گناہ سے وہ پھر جائے۔ لیکن ایسے شخص سے ابتداء دوستی کرنا نہ چاہئے۔ جب محبت کر چکے تو قطع اُلفت نہ کرنا چاہئے۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ بھائی کو کوئی گناہ کرنے کے سبب سے نہ چھوڑ دے۔ اس واسطے کہ شاید آج کرتا ہے کل نہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ عالم کی خطا سے حذر کرو۔ اس سے قطع عقیدت اور ترک محبت نہ کرو۔ اُمید ہے کہ اس گناہ سے جلد باز آئے۔

بزرگان دین میں دو دوست بھائی تھے۔ ان میں سے ایک خواہش نفسانی کے سبب سے کسی پر عاشق ہو گیا اور اپنے دوست سے کہا کہ میرا دل بیمار ہوا ہے۔ مجھے عشق کا آزار ہوا ہے۔ تیرا جی چاہے تو عقد اخوت چھوڑ دے۔ رشتہ محبت توڑ دے۔ اس نے کہا معاذ اللہ میں ایک گناہ کے سبب سے تیری دوستی چھوڑ دوں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ایک مرض عشق کی وجہ سے رشتہ محبت توڑوں اور عزم بالجزم کر لیا کہ میرے دوست کو شافی برحق اس مرض سے جب تک شفا عنایت نہ کرے گا نہ کھانا کھاؤں گا نہ پانی پیوں گا۔ بالکل فاقہ کروں گا۔ چالیس دن نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ پھر پوچھا کہ کیا حال ہے۔ کہا وہی حال ہے وہی اندوہ و ملال ہے۔ پھر آب و دانہ سے صبر کیا اور دبلا ہونے لگا۔ یہاں تک کہ اس نے آ کر کہا کہ اب بفضل خدا ہو۔ میرا دل عشق سے ٹھنڈا ہوا۔ تب اس دوست صادق نے کھانا کھایا اور شکر خدا بجالایا۔ ایک شخص سے لوگوں نے کہا کہ تیرا بھائی دینداری چھوڑ کر مصیبت میں پڑا ہے تو اس سے دوستی کیوں نہیں چھوڑ دیتا۔ اس نے جواب دیا کہ اسے آج بھائی کی بڑی ضرورت ہے۔ اس واسطے کہ اس کا کام خراب ہو گیا ہے۔ میں اسے کیونکہ چھوڑ دوں بلکہ یہ تو اس کی دست گیری کا وقت ہے کہ مہربانی کر کے اسے سمجھاؤں اور دوزخ سے بچاؤں۔

بنی اسرائیل میں دو دوست تھے۔ دونوں ایک پہاڑ پر عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک ان میں سے شہر میں کوئی چیز خریدنے گیا۔ قضا کار اس کی نگاہ ایک خراباتی عورت پر پڑی۔ عاشق ہو کر وہیں رہ گیا۔ جب کئی دن گزر گئے تو اس کا دوست ڈھونڈنے نکلا اور یہ ماجرا سن کر اس کے پاس آیا۔ یہ شرمندہ ہو کر بولا میں تجھے نہیں جانتا۔ اس نے جواب دیا! اے بھائی تو کچھ تردد نہ کر مجھے جتنی مہربانی تیرے ساتھ آج کے دن ہے پہلے ہرگز نہ تھی اور اس کے گلے میں ہاتھ ڈال کر

بوسہ دیا۔ جب اس نے اتنی مہربانی دیکھی تو سمجھا کہ میں اس کی نظروں سے نہیں گرا ہوں اُٹھا اور توبہ کی اور اس کے ساتھ چلا گیا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا مذہب سلامتی سے نزدیک ہے اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا طریقہ بہت پاکیزہ اور فقیہانہ ہے۔ اس واسطے کہ توبہ کا سبب ہوتا ہے اور آدمی کو عاجزی اور درماندگی کے وقت دینی بھائیوں کی حاجت پڑتی ہے تو ان کو کیونکر چھوڑ دیں۔ فقہ کی وجہ ہے کہ دوستی کا عقد جو باندھا تھا تو وہ قرابت کا حکم رکھتا ہے۔ تو گناہ کے سبب سے قطع رحم کرنا درست نہیں ہے۔ اسی واسطے حق تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ "قرابت والے تیری نافرمانی کریں تو کہہ دے کہ میں تمہارے عمل سے بیزار ہوں۔ یہ نہ کہہ کہ میں تم سے بیزار ہوں۔"

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے کہا کہ تمہارا بھائی گناہ کرتا ہے اس سے دشمنی کیوں نہیں رکھتے۔ کہا میں اس کے گناہ سے تو بیزار ہوں لیکن وہ میرا بھائی ہے مگر ابتداء میں ایسے آدمی سے برادری نہ کرنا چاہئے کہ برادری نہ کرنا خیانت نہیں ہے۔ مگر صحبت قطع کرنا خیانت ہے اور اس کا حق چھوڑ دینا ہے جو پہلے ثابت ہو چکا ہے۔ مگر سب علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر برادر نے تیرے حق میں تقصیر کی ہے تو اس کو بخش دینا اولیٰ ہے اور اگر وہ عذر خواہی کرے تو گویا کہ تو جانتا ہے کہ جھوٹا ہے مگر عذر قبول کر لے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کا عذر قبول نہ کرے تو یہ اس شخص کے گناہ کی مانند ہے جو راستے سے مسلمانوں سے خراج لے اور فر

کہ مسلمان جلد خفا ہوتا ہے اور جلد خوش ہوتا ہے۔

حضرت ابو سلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرید سے کہا جب کسی دوست سے کوئی جفا دیکھے تو اس پر عتاب نہ کر۔ شاید عتاب کرنے سے تو ایسی بات سنے جو اس جفا سے سخت ہو۔ مرید نے کہا کہ میں نے جب اس بات کو آزمایا پیر کی نصیحت کے موافق پایا۔

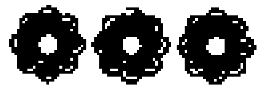
ساتویں قسم: یہ ہے کہ تو اپنے دوست کی زندگی میں اور موت کے بعد دعا کے ساتھ یاد کرے اور جس طرح اپنے زن و فرزند کے واسطے دعا کرتا ہے اسی طرح اس کے زن و فرزند کے لیے بھی دعا کرے اور درحقیقت وہ دعا اپنے حق میں ہے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کے واسطے اس کے پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہے تو فرشتہ دعا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھے بھی یہ بات حاصل ہو اور ایک روایت میں یوں وارد ہے کہ خود حق تعالیٰ جل شانہٗ فرماتا ہے کہ میں پہلے تیرا مدعا بر لاؤں گا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دوستوں کی جو دعا مصیبت میں ہو حق تعالیٰ اسے رد نہیں فرماتا۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں ستر دوستوں کا نام سجدہ میں لیتا ہوں اور ہر ایک کے واسطے دعا کرتا ہوں۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ بھائی وہ ہے جو تیری موت کے بعد دعا کرے کہ وارث مال میراث لینے میں مشغول ہوں اور اس بات کا اندیشہ کرے کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ اور تجھ سے کیسے نبھے گی۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مردہ مثال اس کی سی ہے جو ڈوبتا ہو اور سہارا ڈھونڈتا ہو۔ مردہ بھی زن و فرزند اور دوستوں سے دعا کا منتظر رہتا ہے اور زندوں کی دعا نور ہو کر مردوں کی قبروں میں پہنچتی ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ دعا کو نور کے طباقوں میں مردوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں شخص کا ہدیہ ہے۔ مردے اس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح زندے ہدیہ سے خوش ہوتے ہیں۔

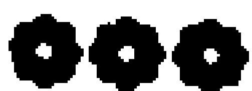


ہمارے پیر و مرشد

زمیں پہ اک نہیں شہرہ ہمارے پیر و مرشد کا
فلک پر بھی بجا ہے ڈنکا ہمارے پیر و مرشد کا

نبی ہیں انبیاء میں جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
یہی ولیوں میں ہے درجہ ہمارے پیر و مرشد کا

جسے چاہا کیا ادنیٰ سے اعلیٰ آن واحد میں
کرشمہ ہے یہ ادنیٰ سا ہمارے پیر و مرشد کا



ملفوظاتِ مقدسہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اسلام سچا مذہب ہے

دنیا میں ہزارہا مذہب ہیں اگر بغور و تحقیق دیکھا جائے تو سچا مذہب اسلام ہے اگرچہ کسی مومن کے لیے دلیلوں کی ضرورت نہیں کیونکہ لفظ ایمان کے معنیٰ ''مان لینا اور دل میں یقین کر لینا'' اس میں دلیل یا حجت کی ضرورت نہیں۔ مخالفین اسلام کے لحاظ سے فقیر دو تین دلیلیں پیش کرتا ہے:

1- جب قرآن شریف عربی زبان میں عرب شریف میں نازل ہوا تو اس وقت دو ملک نزدیک تھے۔ مصر اور شام، مصر میں سریانی زبان بولی جاتی تھی اور ملکِ شام میں عبرانی، تورات شریف تو سریانی زبان میں تھی، اور انجیل شریف عبرانی میں۔ سب سے بڑا معجزہ اسلام کے سچا ہونے کا یہ ہے کہ قرآن شریف نازل ہوا تو خدا تعالیٰ نے نہ صرف کتابوں کو ہی اٹھا لیا بلکہ ان زبانوں کو بھی اٹھا لیا جن میں دونوں کتابیں نازل ہوئیں تھیں۔ آج جا کر سارے ملک مصر میں دیکھو ایک گھر میں بھی سریانی زبان نہیں بولی جاتی اور سارے ملک شام میں جا کر ہر گھر میں تحقیق کرو ایک گھر میں بھی عبرانی زبان نہیں بولی جاتی۔ اب دونوں ملکوں میں کون سی زبان بولی جاتی ہے۔ ''عربی'' اس سے ثابت ہوا کہ عربی زبان میں نازل ہونے والی کتاب قرآن شریف کا مذہب جو ''اسلام'' ہے وہی حق ہے۔ ع

اگر در خانہ کس است یک حرف بس است

2- سب سے بڑھ کر اسلام کے دشمن یہودی تھے ان کے بعد نصاریٰ۔ اخبار میں ہمیشہ لوگ پڑھتے یا دیکھتے ہوں گے کہ جرمن، فرانس، اٹلی، انگلینڈ، امریکہ، افریقہ میں جب نصاریٰ جلسے کرتے ہیں تو ان کے بڑے بڑے بشپ یعنی لارڈ پادری بیان کرتے ہیں کہ دنیا میں سچا مذہب ہے تو اسلام ہی ہے۔ ع

3- لاہور میں ایک انگریز تھا ''ہالرائڈ'' نام، پنجاب کا ناظم تعلیمات تھا۔ اس نے اپنے سر رشتہ دار سے جو مسلمان تھا پوچھا کہ اسلام کے سچا ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ سر رشتہ دار نے جواب میں تأمل کیا تو انگریز موصوف نے خود کہا کہ میں بتاتا ہوں سنو! ولائت کی پارلیمنٹ میں سات سو آدمی ہیں۔ ایک ایک آدمی کی عقل ہزار ہزار آدمیوں کی عقل کے برابر ہے۔ یہ سات سو گویا سات لاکھ آدمیوں کی عقل کے برابر ہیں یہ سب مل کر ایک قانون بناتے ہیں۔ ایک سال بھی گزرنے نہیں پاتا کہ اس میں ترمیم کی ضرورت پڑتی ہے۔ تمہارے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے ایک جنگل میں بیٹھ کر ساڑھے تیرہ سو برس پہلے ایک قانون اسلام کا بنایا۔ آج تک اس میں ترمیم کی ضرورت نہیں ہوئی۔ یہی دلیل اسلام کے سچا ہونے کی ہے۔

4- جب قرآن شریف نازل ہوا تو اس وقت عربوں کو اپنی زبان کی فصاحت اور بلاغت کا بڑا دعویٰ تھا۔ ان کا یہ دعویٰ تھا کہ دنیا میں جو فصاحت و بلاغت مکہ شریف والوں کو دی گئی ہے وہ کسی اور ملک والوں کو نہیں دی گئی۔ چنانچہ اس کی بنا پر خانہ کعبہ شریف کے دروازے پر

سات قصیدے سات شاعروں نے لٹکائے ہوئے تھے اور ان کا دعویٰ تھا کہ اگر ہمارے مقابلے میں کوئی زبان دان ہے تو ایسا لکھے چنانچہ وہ ساتوں قصیدے (سبعہ معلقہ) چھپے ہوئے موجود ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی کی مولوی عالم کی کلاس میں نصاب میں داخل ہیں جن کے چند شعر فقیر کو زبانی یاد ہیں۔ سب سے بڑا شاعر ''امرأ القیس'' سمجھا جاتا ہے جس کا سبعہ معلقہ میں سب سے پہلا قصیدہ ہے اور اس کا پہلا شعر ہے:

قِفَانَبْكِ مِنْ ذِكْرٰى حَبِيْبٍ وَّ مَنْزَلٖ

بِسِقْطِ اللِّوٰى بَيْنَ الدَّخُوْلِ فَحَوْمَلٖ

ترجمہ: ''میرے دونوں ساتھیو ٹھہر جاؤ ہم ذکر اور منزل حبیب کو یاد کر کے کچھ آنسو بہا لیں، یہ منزل دخول اور حومل کے ٹیلوں کے درمیان واقع ہوئی۔ گویا کہ شاعر جب اس مقام پر گزرا ہے جہاں اس نے اپنے محبوب کے ساتھ چند دن گزارے ہیں تو ایام گذشتہ شاعر کو یاد آئے ہیں ان پر حسرت اور افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ مشہور ہے کہ ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے۔'' (غلام رسول غفرلہٗ گجراتی)

جب یہ سورۃ شریف نازل ہوئی:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

یہ سورۃ صرف ایک سطر ہے جب یہ نازل ہوئی تو حضرت ﷺ نے حکم

دیا کہ اس کو لکھ کر خانہ کعبہ شریف کے دروازے پر لٹکا دو۔ وہ ساتوں شاعر زندہ تھے انہوں نے جب اس سورۃ کو پڑھا تو اپنے اپنے قصیدے اتار لیے اور بہ بانگ دہل بول اٹھے کہ اس کلام الٰہی کے مقابلہ میں ہماری فصاحت و بلاغت یا زبان دانی کچھ بھی نہیں۔

-5 قرآن شریف میں علاوہ فصاحت و بلاغت کے شفا اور رحمت بھی ہے

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن شریف خدائی قانون کی کتاب ہے یہ جھاڑ پھونک کے لیے نہیں ہے کاش وہ کبھی یہ آیت قرآن شریف کی پڑھ لیتے:

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَ رَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔

(پارہ ۱۵، ع ۹، بنی اسرائیل)

خدا تعالیٰ تو فرمائیں کہ قرآن شریف میں ہر بیماری کے لیے شفا ہے اور مومنوں کے لیے رحمت ہے اور وہ لوگ انکار کریں۔ (افسوس صد افسوس) وہ دیوانے اتنا نہیں سمجھتے کہ جڑی بوٹی لاکھوں قسم کی ہیں ساری دنیا کے لوگ اس بات کو مانتے ہیں اور یقین بھی رکھتے ہیں کہ ان جڑی بوٹیوں میں تاثیر ہے جو دوائی ساری دنیا میں لوگ استعمال کرتے ہیں وہ یا تو زمین کے بخارات ہوں گے یا زمین کے اندر کی چیزیں یعنی مدنیات ہوں گے ان بخارات کی تاثیر کو سب مانتے ہیں کہ ان میں تاثیر ہے ایک روپیہ بھر بھنگ کا پینا یا پیس کر کسی کو پلا دو دس منٹ کے بعد وہ بے ہوش ہو جاتا ہے۔ ایک پاؤ بھر شراب کسی کو پلا دو، دس منٹ میں تاثیر ہو جائے گی اور پینے والا مست ہو جائے گا۔ ان جڑی بوٹیوں اور زمین کے بخارات کی تاثیر کو سب مانتے ہیں اسی لیے لاکھ ہا روپے دے کر خریدتے ہیں اگر تاثیر کو نہ مانیں تو کیوں خریدیں ان چیزوں کی تاثیر کو سب مانتے ہیں مگر نہیں

مانتے تو ان چیزوں کے پیدا کرنے والے کے کلام میں تاثیر نہیں مانتے۔

و لا حول و لا قوۃ الّا باللّٰہ العلی العظیم۔

6- رفاعی فقیروں کے قصے اور عملیات روزانہ دیکھے جاتے ہیں کیسی کیسی حرکتیں وہ کرتے ہیں کوئی چھری سے پیٹ پھاڑ کر آنتیں باہر نکالتا ہے، کوئی گرز سے گردن کے آس پاس سوراخ کرتا ہے کوئی زبان کاٹ لیتا ہے مگر خون کا ایک قطرہ بھی نہیں نکلتا اور لعاب دہن لگا کر زخموں کو اسی وقت درست کر لیتا ہے یہ کیا ہے یہ سب روحانی برکتیں قرآن شریف کی ہیں جو مذہب اسلام کے سچا ہونے کے لیے بہت کافی ہیں۔

7- قرآن شریف کی 114 سورتیں، اور 6666 آیتیں، 77437 کلمات اور 5,400,000 حروف ہیں ہر سورت اور ہر آیت ہر لفظ اور ہر حرف کی سینکڑوں روحانی برکتیں ہیں۔

ارکان اسلام:

اسلام کے ارکان پانچ ہیں:

☆ توحید و رسالت

☆ نماز

☆ روزہ

☆ زکوٰۃ

☆ حج

آگے ہر رکن کے متعلق چند امور بیان کیے گئے ہیں جن کا یاد رکھنا ان پر یقین رکھنا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے تا کہ اسلام کی کامل اتباع ہو اور فیوض و برکات اسلام شامل حال مسلمان ہوں۔

رکن اول توحید و رسالت

کلمہ شریف: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

-1 اسلام کا مدار کلمہ شریف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ پر ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: ''نہیں کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔'' کلمہ شریف کا پڑھنا ہر مسلمان پر تمام عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے ایک دفعہ دل سے پڑھ لیا تو ساری عمر کے گناہ اور ساری عمر کے شرک بخشے گئے۔

-2 کلمہ شریف کے دو جز ہیں جز اول توحید یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جز دوم رسالت یعنی مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ ان دونوں جزوؤں میں کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ جب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی ''ہ'' ختم ہوئی تو مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ کی میم شروع ہوئی۔

-3 فقط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لیا تو موحّد بن گیا مومن نہیں بنا مومن کب بنے گا جب مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ پورا کرے گا۔ ہمارے لیے سب سے اعلیٰ اور سب سے افضل نعمت ایمان کی نعمت ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو شیطان بھی پڑھتا ہے پھر اس کو لعنتی کیوں کہتے ہیں شیطان کہتا ہے کہ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔

ترجمہ: ''میں رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔''

جتنے فرقے دنیا میں ہیں سب توحید کے قائل ہیں بھنگی ہوں یا چوہڑے

یا چمار عیسائی ہوں یا کوئی اور مگر ملعون کیوں ہیں اس وجہ سے کہ وہ صرف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتے ہیں۔ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰه نہیں پڑھتے۔

4- کلمہ شریف کے 24 حروف ہیں مگر کسی پر نقطہ نہیں بارہ حروف جزء اول لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہیں بارہ حروف جزء دوم مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰه ہیں۔ ایمان میں دونوں جز برابر ہیں۔ بلکہ جزء دوم رسالت پہلے اور جزء اول توحید پیچھے۔ جب تک جزء دوم پر ایمان نہ لائے اس وقت تک جزء اول کا قائل مسلمان نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا توحید پر بھی ایمان نہیں ہو سکتا۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔

ترجمہ: ''جو شخص رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرے تو بے شک اس نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی اطاعت کی۔''

5- قرآن شریف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک کے وسیلے سے ہم تک پہنچا جو لوگ وسیلہ کا انکار کرتے ہیں کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ نے اپنی زبان مبارک سے ہم کو پڑھ کر سنایا۔

6- موحد ہونا تعریف کی بات نہیں مومن ہونا تعریف ہے قرآن شریف میں 6666 آیات شریفہ ہیں کسی میں يٰۤاَيُّهَا الْمُوَحِّدِيْنَ ''اے توحید والو'' نہیں فرمایا بلکہ فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔''

7- ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اللہ تعالیٰ کا بتایا ہے اس کا راستہ دکھایا ہے:

مست کیا جانے کہ کعبہ کہاں دہر کہاں

عمر ساری تیری بھٹی پہ گذری ساقی

8- صرف مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہ پڑھ لیا تو شرع کی رو سے مومن بن گیا اس میں توحید بھی آ گئی اور رسالت بھی آ گئی۔ ہماری نجات قیامت کے دن عملوں پر نہیں ایمان پر، اعتقاد پر ہے سب سے پہلے اعتقاد کا پوچھا جائے گا پھر عملوں کی نسبت سوال کیا جائے گا۔

9- جو دنیا میں مومن ہے وہ موحّد بھی ہے مگر ہر ایک موحّد مومن نہیں بن سکتا۔

1- کلمہ شریف کے دو جز ہیں، پرندے کے دو پر کی طرح، پرندے کا ایک پر ٹوٹ جائے تو وہ ایک پر سے بالشت بھر بھی نہیں اڑ سکتا۔ جب تک اس کے دونوں پر صحیح سلامت نہ ہوں ایسا ہی ہمارا کلمہ شریف بارگاہ الٰہی میں نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کے دونوں پر یعنی دونوں جز توحید و رسالت صحیح و سالم نہ ہوں۔

مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہ۔

اس کے بھی دو جز ہیں ایک جز مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وسلم) دوسرا رَسُوْلُ اللّٰہ۔ آپ کا اسم شریف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور رسول اللہ نعت یا وصف ہے۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۔

ترجمہ: ''اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہ۔

ترجمہ: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔''

مسلمانوں نے آج تک لفظ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معنی نہیں سمجھے اگر سمجھ لیتے تو

کوئی آج تک گمراہ نہ ہوتا لفظ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معنی ''حمد کیا گیا، سراہا گیا، تعریف کیا گیا۔''

اس نام کے وضع کرنے میں صدہا حکمتیں ہوں گی۔ ایک حکمت جو میری سمجھ میں آئی ہے وہ میں بیان کر دیتا ہوں وہ یہ کہ آریہ برھمو سماج یا نصاریٰ یا یہودی یا کوئی اور آپ کی مذمت اہانت بے ادبی کرنا چاہے تو جب آپ کا نام پاک اس کی زبان پر آئے تو نام پاک آتے ہی اس نام پاک کی تعریف ہو جائے گی۔ بعد میں اہانت کرتا رہے جو اہانت بے ادبی تعریف کے بعد کی جائے وہ کس کام کی۔

11- دوسرا عربی میں دو لفظ ہیں ''شکر، حمد۔'' شکر کا لفظ انسان کے لیے بھی بولا جاتا ہے اور رب تعالیٰ کے لیے بھی دیکھو قرآن شریف میں ہے:

وَ اِنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْكَ۔

ترجمہ: ''میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا بھی۔''

لیکن حمد کا لفظ خدائے تعالیٰ کی ذات کا خاصہ ہے۔ دیکھو قرآن شریف اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وہی حمد کا لفظ رب تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام میں داخل کر دیا جو معنی الحمد للہ کے ہیں وہی لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اب آگے خود سمجھ لو حضرت امجد اسی کو ایک رباعی میں یوں ظاہر فرماتے ہیں:

کس سوچ میں ہیں جناب امجد کہیے
الحمد میں کیوں ہے فکر بے حد کہیے
جب قابل حمد ہے اس کی اک ذات
اللہ کو پھر نہ کیوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہیے

آپ کا وصف یا نعت رسول اللہ ہے جو لوگ نعت شریف پڑھنے سے

انکار کرتے ہیں وہ رسول اللہ کا لفظ کیوں پڑھتے ہیں وہ اتنا ہی پڑھ لیا کریں: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ۔ مگر صرف یہ پڑھنے والا مومن نہیں بن سکتا جب تک رسول اللہ کا لفظ نہ پڑھ لے اور رسول اللہ کا لفظ نعت ہے سارا قرآن شریف نعت ہے۔

محمد مصطفیٰ اے کیف ممدوحِ الٰہی ہیں
بشر کیا کوئی بھی ان کا ثنا خواں ہو نہیں سکتا

وصف خلق کہ قرآن است
خلق را وصف اوچہ مکان است

(لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حمد سے اسم مفعول ہے یعنی مضاعف سے مبالغہ کے لیے اور احمد بھی حمد سے واقع علی المفعول ہے۔ اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حمد کی کثرت و کمیت اور اسم احمد سے حمد کی صفت اور کیفیت ظاہر ہوتی ہے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر ہے:

و شق له من اسمه ليجله
فذو العرش محمود و هذا محمد؟

خدا نے ان کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے ان کا نام اپنے نام سے مشتق کیا دیکھو رب العرش تو محمود ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حمد سے خاص مناسبت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد و احمد ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام شفاعت کا نام محمود ہے۔ امت محمدیہ کا نام حمادون ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لواء مبارک کا نام لواء احمد ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ زمین پر میرا نام محمد اور آسمان پر احمد ہے تورات میں اسم مبارک محمد اور انجیل میں اسم گرامی احمد ہے۔ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ حَمْدًا كَثِيْرًا۔ (غلام رسول غفرلہٗ گجراتی)

-12 سارا دارو مدار اسلام کا اسی مسئلہ توحید و رسالت مآب پر ہے سب سے پہلے قیامت کے دن ایمان کی نسبت ہی سوال ہو گا جب اس میں کامیاب ہو جائے گا تو باقی کی نسبت بھی سوال کیا جائے گا جب اس میں ناکام ہو گیا تو حکم ہو گا لے جاؤ اس کو جہنم میں دوسرے امور کی نسبت پوچھا ہی نہ جائے گا اس لحاظ سے مومن کا یہ فرض ہے کہ پہلے توحید و رسالت پر اس کا ایمان پکا ہو کیوں کہ جس مکان کی بنیاد ہی ٹھیک نہ ہو اس پر عمارت کیسے ٹھہر سکتی ہے۔ توحید اور رسالت بجائے سنگ و بنیاد کے ہیں اور باقی نماز روزہ وغیرہ عمارت ہیں پس جس مکان کی بنیاد ٹھیک ہو گی اس پر عمارت بھی اچھی ٹھہرے گی چنانچہ سب سے پہلے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اپنے ایمان کو قائم کر لے کیونکہ قیامت کے دن سب سے پہلے ایمان کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ ہر ایک مومن کا یہ فرض ہے کہ اس کا اس بات پر اعتماد ہو کہ میرا مالک خالق، رب رازق ایک ہے ورنہ مومن نہیں۔ رب کے معنی پالنے والا رازق کے معنی رزق دینے والا رب نے جو رزق مقرر کیا ہے کوئی شخص ہزار محنت کرے ہزار کوشش کرے بیش از قسمت بیش از وقت ایک دانہ بھی نہیں ملتا۔ خدائے تعالیٰ کلمہ شریف کا پڑھنا ہم سب کو آخر وقت میں نصیب فرمائے۔ آمین۔

نماز

-1 نماز کیا ہے؟ دنیا کے کاموں کی طرف سے دل ہٹا کر رب کی بارگاہ میں دل لگانے کا نام نماز ہے۔ دنیاداروں کے دربار میں حاضر نہ ہونے والے کا افسوس ہوتا ہے مگر خدائے تعالیٰ کے دربار کی غیر حاضری کا افسوس نہیں ہوتا۔

-2 نماز کی فکر کا نام نماز ہے یعنی کوئی شخص کسی کام میں لگا رہے مگر دل اس کا نماز میں ہے۔ مثلاً کبھی گھڑیال کو دیکھتا ہے کبھی سورج کو دیکھتا ہے کبھی کسی سے پوچھتا ہے کہ کیا وقت ہے تا کہ میری نماز کا وقت تنگ نہ ہو جائے جب تک ایسی فکر نہ پیدا ہو جائے اس وقت تک نماز ایک عادت ورسم ہے جو پوری کر دیتے ہیں خدائے تعالیٰ وہ فکر نصیب کرے۔ آمین

-3 نماز فرض ہوئی معراج کی رات میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور میں تھے۔ پچاس نمازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو پڑھنے کا بارگاہ ایزدی سے حکم ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آسمانوں پر ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا کتنی نمازیں فرض ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پچاس موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ کی امت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکتی۔ آپ بارگاہِ ایزدی میں جا کر نمازیں کم کرایئے اس بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس ہو کر نمازیں کم کرانے کی استدعا بارگاہ خداوندی میں پیش فرمائی۔ حکم ہوا پانچ نمازیں کم کی جاتی ہیں اب پینتالیس

نمازیں رہ گئیں۔ حضور ﷺ واپس ہوئے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے عرض کیا کہ آپ کی امت اتنی نمازیں نہیں پڑھ سکتی ہے پھر جایئے اور نمازیں کم کرایئے۔ پھر حضور ﷺ واپس تشریف لے گئے حکم کہ پانچ نمازیں اور کم کر دی گئیں اب چالیس نمازیں رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بار بار عرض کرنے پر آپ تشریف لے جاتے رہے اور نمازیں ہر مرتبہ پانچ پانچ کم ہوتی رہیں اور پانچ ہی باقی رہ گئیں یہاں تک کہ حضور ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اس سے کم کیا کراؤں میرے غلام اگر پچاس نمازیں پڑھتے تو ان کو جنت میں کتنے درجے اور مرتبے ملتے خیال کیا کہ دوسرے پیغمبروں کی امتوں کو جنت میں درجے اور مرتبے مل جائیں گے میری امت محروم رہ جائے گی۔ اس خیال کا دل میں آنا ہی تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لے آئے اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔

آپ کیوں گھبراتے ہیں۔ جاؤ آپ کے غلاموں میں سے جو پانچ نمازیں پڑھا کرے گا اس کو پچاس نمازوں کا ثواب دیا جائے گا۔ ایک ایک نماز کے بدلے دس دس کا ثواب دیں گے۔ مسلمانوں کی بد نصیبی ہے کہ پانچ نمازیں پڑھ کر بھی پچاس نمازوں کا ثواب نہیں لیتے۔

-4 قرآن شریف میں ہے:

اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔

نماز پڑھا کرو اور مشرک نہ بنو۔ خدائے تعالیٰ نے نماز نہ پڑھنے والے کو مشرک فرمایا ہے۔

-5 میرے استاد کی (خدائے تعالیٰ مغفرت فرمائے) ایک سو بیس برس کی عمر تھی۔ فرماتے تھے کہ وہ اپنے پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ قوم کے مغل تھے پوچھا کہ صاحبزادہ کتنی نمازیں پڑھا کرتے ہیں۔ عرض کیا کہ پانچ۔ فرمایا کہ میں امتی ہوکر بھی پانچ اور تم سید آل رسول ہوکر بھی پانچ۔ صاحبزادہ تم سات نمازیں پڑھا کرو۔ یعنی تہجد اور اشراق آپ فرماتے تھے کہ جس وقت سے حضرت پیرومرشد نے فرمایا تھا اس وقت سے اب تک سو برس کی مدت گزر گئی اس سو برس میں سات وقتوں کی نمازوں میں سے میری ایک وقت کی نماز بھی قضا نہیں ہوئی یہ ہے نماز۔

-6 حدیث شریف میں آیا ہے:

مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ۔

ترجمہ: ''جس نے دیدہ دانستہ ایک نماز بھی چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔''

-7 ایک دن ایک بزرگ کو شیطان نے کہا میں نے ایک سجدہ نہ کیا تھا ملعون ہو گیا جو لوگ ایک دن میں پانچ وقت کی نماز کے سجدوں کی نافرمانی کرتے ہیں وہ کس درجہ کے ملعون ہوں گے۔

-8 حضرت پیران پیر قدس سرہ العزیز کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ آپ جا رہے تھے کہ خنزیر کو دیکھا کہ ایک کونہ میں منہ چھپائے بیٹھا ہے پوچھا کہ کیوں یہاں چھپ کر بیٹھے ہو۔ جواب دیا کہ اس لیے بیٹھا ہوں کہ بے نمازی کا چہرہ نظر نہ آئے۔ گویا بے نمازی کا چہرہ دیکھنے سے خنزیر بھی پرہیز کرتا ہے اور نفرت کرتا ہے۔

-9 نماز کیسے پڑھنی چاہیے؟ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ۔ دل میں بچے

انڈے نکال رہا ہے اور ظاہر میں نماز کے ارکان ادا کیے جا رہے ہوں تو
ایسی نماز کا کیا فائدہ مولانا روم نے مثنوی شریف میں فرمایا ہے:

بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

10- ایک بادشاہ کے پاس ایک شخص ایک لونڈی لے گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو محلات میں داخل کر دیا جائے۔ جب رات کو بادشاہ محلات میں داخل ہوا تو دیکھا کہ لونڈی کے دونوں کان اور ناک کٹے ہوئے ہیں۔ لونڈی لانے والے شخص پر بہت غصہ ہوا۔ فرمایا کہ اس نے یہ کیا مسخری کی کہ بادشاہ کے پاس ناک کٹی ہوئی لونڈی لایا اس کو سزا دی جائے اس کا کیا مطلب ہوا؟ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم کو کیسی نماز پیش کرنی چاہیے اگر مثل کان ناک کٹی ہوئی لونڈی کے یعنی ایسی نماز جس کے ناک کان کٹے ہوں گے پیش کی جائے گی تو رب العالمین احکم الحاکمین ایسی نماز پڑھنے والے کو سزا دیں گے۔

11- حدیث شریف میں آیا کہ جس کی نماز میں حضور قلب نہ ہو وہ نماز اس کے منہ پر ماردی جائے گی۔

12- يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن تم کو تمہارے مال اور بیٹے نفع نہیں دیں گے لیکن جو شخص قلب سلیم لے کر ہماری بارگاہ میں حاضر ہو گا تو وہ اس کو نفع دے گا۔

سلیم عربی میں فال کے طور پر اس شخص کو کہتے ہیں جس کو سانپ نے کاٹا ہو بعض مفسروں نے قلب سلیم کے یہ معنیٰ لکھے ہیں کہ جس کو اللہ اور اس کے رسول

کے سانپ نے کاٹا ہو یعنی جس دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہو گی وہ دل نفع دے گا۔ مگر عام مفسروں نے جو معنی لکھے ہیں وہ یہ ہیں کہ بارگاہ الٰہی میں دل صحیح وسالم لائے گا تو نفع دے گا بیمار دل نفع نہیں دے گا۔ تندرست دل نفع دے گا۔ بیمار دل کیسا ہوتا ہے؟ اس کے معنی سمجھ لو جتنے دل دنیا میں ہیں ہر ایک میں تین بیماریاں موجود ہیں الا ماشاء اللہ۔ ایک بیماری حدیث نفس کی ہے، دوسری بیماری کا نام خطرات، تیسری بیماری کا نام انتقاش صور محسوسات۔

حدیث نفس

حدیث نفس کی بیماری کیا ہے ایک شیخ چلی نماز پڑھ رہا تھا اس کے پاس اس کی جیب میں دو پیسے تھے۔ نماز پڑھتے پڑھتے اس کے دل میں خیال آیا کہ ان دو پیسوں کے دو انڈے خرید لوں۔ دو انڈوں کی دو مرغیاں ہوں گی وہ بچے دیں گی ان کی بہت مرغیاں جمع ہو جائیں گی ان مرغیوں کو بیچ کر بکری خرید لوں گا۔ وہ دو بچے دے گی۔ اسی طرح جب بہت ساری بکریوں کا گلہ جمع ہو جائے گا تو ان کو بیچ کر نکاح کروں گا نکاح کے بعد میرے گھر دو لڑکے پیدا ہوں گے۔ بڑے کا نام عبد اللہ اور چھوٹے کا نام عبد الرحمٰن رکھوں گا۔ عبد اللہ کو عربی کا علم پڑھاؤں گا۔ مولوی فاضل کا امتحان پاس کراؤں گا۔ وہ عربی لباس پہنا کرے گا جب گھر میں آیا کرے گا تو السلام علیکم کہا کرے گا اور عبد الرحمٰن کو انگریزی پڑھاؤں گا وہ ایم اے پاس کرے گا اور اس کے بعد وہ گھر میں آیا کرے گا تو بوٹ سوٹ پہنا کرے گا اور کہا کرے گا گڈ مارننگ۔ اس خیال میں تھا کہ شیخ چلی کو ہنسی آ گئی۔ پاس دوسرا نمازی کھڑا تھا اس نے کہا کہ تمہاری نماز ٹوٹ گئی ہنسی آنے سے۔ شیخ چلی نے کہا کہ نماز کیا ٹوٹی میرا تو گھر بار اجڑ گیا۔ اب تم حیران ہو گے کہ شیخ چلی کون تھا۔

بغور دیکھا جائے تو ہم سب شیخ چلی ہیں اور ہمارا سب کا یہی حال ہے شیخ چلی ایک نہیں بلکہ دو تھے۔ ایک تو الحمد للہ رب العالمین پڑھتا تھا۔ دوسرا شیخ چلی انڈے بچے نکلوا رہا تھا۔ ایک وقت میں ایک شخص دو کام کر رہا ہے جب تک وہ شیخ چلی بچے انڈے نکلوانے والا مر نہ جائے کوئی نماز کامل نہیں ہو سکتی۔ دیکھو قرآن شریف میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ○ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ
صُدُوْرِ النَّاسِ ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ○

جس کا نام شیخ چلی رکھا ہے اس کا نام قرآن شریف میں ''خناس'' رکھا ہے۔ ''خناس کے وسوسوں کی شرارت سے جو وسوسہ ڈالتا ہے لوگوں کے دلوں میں جنوں میں سے آدمیوں میں سے مجھے پناہ دے۔'' شیخ چلی والی نماز اور حقیقی نماز میں کتنا فرق ہے حضرت پیر و مرشد کے خلیفہ عبد السمیع صاحب جو اترولی ضلع علی گڑھ میں تشریف فرما تھے انہوں نے ایک مثنوی تحفۃ العاشقین لکھی ہے اس میں وہ لکھتے ہیں:

ان کی دو رکعت تری دو صد ہزار
بلکہ بہتر اس سے ہیں اے نابکار

اور فرماتے ہیں تو دو لاکھ رکعت نماز پڑھے اور مقبول خدا دو رکعت پڑھے تو ان کی دو رکعتیں تیری دو لاکھ رکعتوں سے بہتر کیونکہ ان کی نماز حقیقی نماز ہوگی۔ تمہاری نماز شیخ چلی والی نماز ہوگی۔

اب یہ حقیقی نماز کیسے نصیب ہو؟ جب تک شیخ چلی نہ مر جائے حقیقی نماز نصیب نہ ہوگی وہ شیخ چلی بچے انڈے نکالنے والا خود نہیں مر سکتا ہے جب تک اس کو کوئی مارنے والا نہ ہو اور کسی بندہ خدا پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر حقیقی

نماز پڑھنے کا سبق نہ سیکھے۔ اس لیے تیرہ سو برس سے لے کر اب تک جتنے مقبول خدا گزرے وہ ضرور کسی پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر حقیقی نماز پڑھنے کا سبق سیکھتے رہے۔ ان میں کوئی شخص بے پیر یا بے مرشد نہیں گزرا۔

اگر در خانہ کس است　　یک حرف بس است

خطرات

دوسری دل کی بیماری خطرات ہیں۔ خطرات چار قسم کے ہوتے ہیں:

☆ رحمانی

☆ ملکانی

☆ نفسانی

☆ شیطانی

انتقاش صور محسوسات

تیسری دل کی بیماری انتقاش صور محسوسات ہے یعنی جو چیز ہم نے دیکھی ہوئی ہے جب کوئی شخص اس کا نام لے گا تو اس کا نقشہ ہمارے سامنے آجائے گا مثلاً میں نے کہا لاہور کی بادشاہی مسجد جس وقت بادشاہی مسجد کا نام لوں گا اس وقت جنہوں نے بادشاہی مسجد دیکھی ہے اس کا نقشہ ان کے سامنے آجائے گا۔

مولانا روم فرماتے ہیں:

ہیچ مکشد نفس را جز ظل پیر
دامن آں نفس کش را سخت گیر

حضرت پیر و مرشد کی ایک نظر توجہ سے دل کی یہ تینوں بیماریاں دور ہو

جائیں گی اور اس کا مریض قلب، قلب سلیم بن جائے گا۔

13- میں نماز کے معنی بیان کر رہا تھا۔ لاہور میں دو شخص بازار میں جا رہے تھے آگے ایک مسجد آ گئی ان میں سے ایک تو مسجد کے اندر داخل ہو گیا دوسرا بے نمازی باہر کھڑا رہ گیا۔ جب وہ باہر نکلا تو باہر والے نے پوچھا تو کہاں گیا تھا اس نے کہا نماز پڑھنے کو گیا تھا۔ اس نے کہا تمہیں اندر سے کیا ملا۔ جواب دیا بے دین ملنا کیا تھا۔ زمینداروں کا قاعدہ ہے چھ مہینے پہلے کھیت میں بیج ڈالتے ہیں۔ جس دن زمیندار کھیت میں بیج ڈالے اس کو کوئی کہے کہ تو کھیت سے کیا لایا تو وہ کیا جواب دے گا۔ یہ کہ ابھی تو میں بیج ڈال کر آیا ہوں جب غلہ دانے کی پیداوار کے دن آئیں گے تو تم کو بتاؤں گا کہ کیا لایا۔ تب اس بے نمازی نے کہا یہ جواب تو تو نے بڑا معقول دیا اچھا یہ بتا کہ تیری نماز قبول بھی ہوئی یا نہیں۔ تب اس نمازی نے کہا کہ بے دین مجھ کو قبول کر لیا تھا تو اندر جانے کی توفیق بخشی تم کو نہیں بخشی۔ تب اس باہر کھڑے رہنے والے بے نمازی نے کہا کہ یہ بھی تیری بات بڑی معقول ہے۔

14- مکہ شریف میں ایک دن خانہ کعبہ شریف میں باب ابراہیم سے داخل ہو رہا تھا کہ اندر سے ایک حاجی نکلا اور بڑی جلدی سے پکار کر کہنے لگا کہ شاہ صاحب حج قبول۔ میں نے اس کو جواب دیا کہ حج قبول کیا تھا تو گھر سے بلایا تھا ورنہ مجھ میں توفیق کہاں تھی۔

میرے گاؤں میں دو ہزار سے زیادہ آدمی ہوں گے میرا حج قبول کر لیا اپنی بارگاہ میں بلا لیا اور دوسرے سب ادھر ہی بیٹھے رہے میرا یہ جواب سن کر وہ حاجی ششدر رہ گیا۔

جسے چاہتے ہیں بلا لیتے ہیں پاس اپنے
پر کہتے ہیں کہ حافظ کو بلایا نہیں جاتا
چاہتے ہیں جس کو بلاتے ہیں یوں
شربت دیدار پلاتے ہیں یوں
پھرتے ہیں ہم دہر میں شام و سحر
حرص کا کاسہ لیے یوں دربدر
گھر کے نہ دل دار کے گھر کے ہوئے
ہم ادھر کے نہ ادھر کے ہوئے
رحمت عالم مجھے بلوایئے
رحم مرے حال پہ فرمایئے
رحم کیجئے آپ رحمت ہیں
آپ پشت و پناہ امت ہیں
گو برا ہوں برے سے بدتر ہوں
آپ کا امتی مقرر ہوں
نیک بندے بھی کل نہیں ہوتے
خار ہمدوش گل نہیں ہوتے؟
میں نے بھر پائے سارے حور و قصور
اتنا کہہ دیجئے معاف قصور
تم کو سب اختیار حاصل ہے
آپ کو سہل مجھ کو مشکل ہے

اشعار بالا مولوی حافظ نذیر احمد دہلوی کے ہیں۔

15- حدیث شریف میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ
"ایک شخص کے دروازے کے آگے سے نہر بہتی ہو اور وہ پانچوں وقت اس نہر میں غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر میل رہ جائے گی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ میل نہیں رہے گی تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر پانچ وقت نماز پڑھے گا اس کے بدن پر بھی گناہ کی میل نہیں رہے گی۔"

16- ایک دن میرے استاد حافظ عبد الوہاب صاحب نے فرمایا کہ جب ہم غسل کرتے ہیں تو ہمارے جسم سے پیسہ بھر بھی میل نہیں اترتی مگر ہمار جسم ہلکا ہو جاتا ہے تو جس کے دل کا میل اتر جائے اس کی کیسی حالت ہو گی۔

17- نماز کی قدر و قیمت، ایک دن حضرت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے ایک صحابی تشریف لائے، بڑے حیران پریشان، آپ نے پوچھا تو کیوں حیران ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میرے چالیس اونٹ اور ان سوداگری کا سامان تھا۔ ڈاکو آئے، اونٹ بھی لے گئے مال بھی لے گ اب میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں رہا۔ اس لیے میں حیران ہوں۔ ت آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں سمجھا تھا کہ تیری امام کے ساتھ تکبیر او فوت ہوئی ہو گی۔ اس لیے تو حیران اور گھبرایا ہوا ہے تب اس صحابی عرض کی کہ تکبیر اولیٰ کے فوت ہونے کا اتنا صدمہ ہو سکتا ہے جتنا مجھ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص دنیا کا بادشاہ ہے، ساری کی بادشاہت جاتی رہی اس کا اتنا صدمہ نہیں ہو سکتا جتنا مومن کو

تکبیر اولیٰ کے فوت ہو جانے کا ہو سکتا ہے۔

18- ایک بزرگ سید احمد شاہ صاحب ساکن پنجاب، پنجاب سے ہجرت کر کے مکہ شریف چلے گئے وہاں ترکوں کی سلطنت تھی۔ چالیس برس تک امام کے پیچھے پہلی صف میں کھڑے ہو کے نماز پڑھتے رہے۔ چالیس برس میں ایک دن بھی امام کے پیچھے تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی پھر مدینہ منورہ میں جا کر قیام کیا وہاں بھی امام کے پیچھے برابر چالیس سال تک پہلی صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے رہے ایک دن بھی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ 1310ھ میں پہلی مرتبہ فقیر مدینہ منورہ میں جا کر حاضر ہوا۔ ان کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھتا تھا فقیر کے حال پر بہت عنایت فرماتے تھے خدائے تعالیٰ ان کو جنت نصیب فرمائیے۔ آمین۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

یاد ہیں اے شاہ مجھ کو سب مدارتیں تیری
میں نہ بھولوں گا کبھی دن تیرے اور راتیں تیری

19- دوسری حدیث شریف ایک دن آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو فرمایا اگر تم کو معلوم ہو جائے کہ امام کے داہنے طرف کھڑے ہونے میں اتنا ثواب ہے تو تم آپس میں قرعہ ڈالا کرتے، ایک تم میں سے کہے گا کہ مجھ کو جگہ ملے، دوسرا کہے گا مجھ کو ملے۔

20- اسی زمانہ میں فقیر کو حضرت حبیب الرحمٰن صاحب (جن کو تمام اہل عرب قطب تصور کرتے تھے) کی زیارت نصیب ہوئی۔ وہ بھی فقیر کے حال پر بڑی عنایت فرماتے رہے اور فقیر کے حق میں سعادت دارین کی دعا فرمائی۔ اس زمانہ میں حضرت خلیل الرحمٰن صاحب کی بھی زیارت نصیب

ہوئی جو ہند سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں قیام فرما تھے یہ بزرگ دراصل رڑکی ضلع سہارنپور کے باشندے تھے اور ان کے والد ہندو ساہوکار تھے لاکھ روپے کے مالک تھے یہ بچپن میں کسی بندہ خدا کی صحبت سے مسلمان ہو گئے ان کے والد کو ان کا مسلمان ہونا سخت ناگوار ہوا۔ اس نے ان کو تکلیف دینی شروع کی یہ ہندوستان چھوڑ کر مکہ شریف حاضر ہوئے۔ حاجی امداد اللہ صاحب مرحوم کے مرید ہو گئے۔ ان سے خرقہ خلافت حاصل کر کے مدینہ منورہ میں جا کر قیام فرمایا تمام عمر وہاں قیام فرما کر جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ، ان کے شعر بھی فقیر کو یاد ہیں آپ فرماتے ہیں:

سب کچھ ملا جو مل گئی اس در کی حاضری
گو ملک و مال خویش و وطن سے جدا ہوا
قابل تھا نار کے مجھے جنت نصیب ہوئی
اس در کی حاضری سے تو قسمت بدل گئی

آپ فرماتے ہیں کہ یہاں آنے سے جہنمی جنتی بن جاتے ہیں خدائے تعالیٰ فقیر کو اور سب یاروں کو اس دربار کی حاضری نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

اسی زمانہ میں حضرت مولانا استاذنا مولوی عبدالحق محدث دہلوی مہاجر مکی کی بھی زیارت فقیر کو نصیب ہوئی۔ ان کا زہد وتقویٰ دیکھ کر اور خدمت اسلام دیکھ کر تمام اہل عرب ان کو قطب تصور کرتے تھے۔ یہ بھی فقیر کے حال پر بڑی نظر فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ دلائل الخیرات شریف حرف بحرف سن کر اس کے پڑھنے کی اور قرآن و حدیث کی اجازت عطا فرمائی۔ چنانچہ آپ کے قلم کا اجازت نامہ اب تک فقیر کے پاس ہے نیز پہلی مجلس میں حدیث مصافحہ اور حدیث اسودین

کی اجازت فرمائی اور کھجور اور پانی منگوا کر تبرک کر کے پانی پلایا۔ کھجوریں دم کر کے کھلائیں۔ محدثین کی اصطلاح میں اس کو حدیث اسودین کہا جاتا ہے۔ اسی زمانہ میں حضرت مولانا سید علی زاہر محدث مدنی کی بھی زیارت ہوئی وہ بھی فقیر کے حال پر نظر عنایت فرماتے رہے اور فقیر کی سعادت دارین کی دعا فرمائی۔ اللہم اغفر وارحم وانت خیر الراحمین۔

ایک مرتبہ لاہور میں میاں محمد شفیع سابق وزیراعظم پنجاب کے چچا اور سسر تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے حق میں دعا فرمایئے کہ میں جب تک دنیا میں زندہ رہوں میری کوئی نماز بغیر جماعت نہ ہونے پائے ان کے متعلقین کے زبانی معلوم ہوا کہ جس روز انہوں نے انتقال فرمایا اس دن بھی مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کی۔ اللہم ارزقنا و ایاکم۔

-21 جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے ایک نماز کا ثواب 27 نمازوں کے برابر ملتا ہے اور اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے اور جماعت میں دس آدمی ہوں تو ہر ایک کو 100 نمازوں کا ثواب ملے گا اور 20 آدمی ہوں تو 200 نمازوں کا ثواب ہر ایک شریکِ جماعت کو ملے گا مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر۔ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار، مسجد اقصیٰ میں ایک نماز کا ثواب بیس ہزار۔

-22 نماز چھوڑنے کا عذاب اسّی عقبہ دوزخ میں رہنا ہوگا، ایک عقبہ چار ہزار سال کا ہوگا۔ ایک دن قیامت کا چار ہزار دن کا ہوگا۔

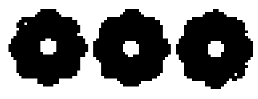
-23 جو لوگ سینہ پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں وہ قدرت کے قانون کے خلاف کرتے ہیں چنانچہ بچہ ماں کے پیٹ میں ناف کے نیچے ہاتھ

باندھ کر دوزانو ہو کر رہتا ہے۔

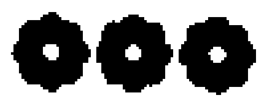
24- حضرت امام اعظم فرماتے ہیں کہ ایک نماز کی قضا کرنے والے کو قید میں رکھنا چاہیے۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک نماز کی قضا کرنے والے کو قتل کرنا چاہیے۔

25- مقدمہ فیصلہ کرنے کے لیے دنیاوی حاکم کے پاس دو گواہ پیش ہونا ضروری ہیں۔ مسلمان ہونے کے متعلق یہ کہہ دینا کہ میں مسلمان ہوں ایک گواہ ہے دوسرا گواہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہے۔

26- نماز کیا ہے؟ بندے کا رب کے ساتھ تعلق۔



روزِ محشر کے جانگداز بود
اولیں پرسش نماز بود



زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

روزہ

-1 خدائے تعالیٰ نے ہم پر روزے سال بھر میں ایک مہینے کے فرض کیے۔
مہینے کے 30 دن ہوتے ہیں یا 29 دن ہوتے ہیں۔

-2 اگلی امتوں پر بھی روزے فرض تھے کسی پر چھ مہینے کے، کسی پر ہر مہینے کی پہلی دوسری تاریخ کے، کسی پر تیرہ چودہ پندرہ تاریخ کے کسی پر ایک دن آڑ کے روزے فرض کیے گئے تھے۔

-3 ہم پر روزے ایک مہینہ رمضان شریف کے فرض کیے، اس کے بعد چھ روزے شوال کے مہینے کے مسلسل یا متفرق، جملہ 36 روزے رکھنے کا ثواب 360 روزوں کا۔

-4 روزوں کے رکھنے میں جو حکمتیں ہوں وہ خدائے تعالیٰ خوب جانتا ہے لیکن ظاہر میں یہ حکمت نظر آتی ہے کہ ڈاکٹروں کے ایک کمیشن میں تجویز کیا گیا کہ جس بیماری کا کوئی علاج نہیں اس کا علاج روزہ ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر اکثر بیماریوں کا علاج مثلاً ٹائیفائیڈ بخار وغیرہ کے علاج میں کئی کئی دن تک ایک دانہ بھی بیمار کو نہیں کھلاتے جو مواد سال بھر معدہ میں جمع ہوتے ہیں وہ ایک مہینے کے روزوں کی وجہ سے سب خارج ہو جاتے ہیں۔

-5 روزہ رکھنے والوں کی دو فرحتیں ہوتی ہیں ایک روزہ افطار کرتے وقت یہ اس وجہ سے نہیں کہ دن بھر بھوکا رہنے کے بعد کھانا مل گیا۔ بلکہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مجھ پر فرض فرمایا تھا اس کو میں نے ادا کر دیا، دوسری فرحت خدائے تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔

-6 خدائے تعالیٰ کا دیدار روزہ داروں کو ہوگا بے روزہ داروں کو نہ ہوگا۔

-7 جنت کا ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان (تر و تازہ) ہے اس دروازہ

سے روزہ دار جنت میں جائیں گے۔

8- ایک بزرگ نے ایک یہودی کو خواب میں دیکھا کہ جنت میں ہے۔ اس سے دریافت کیا کیا بات ہے اس نے کہا رمضان شریف کا مہینہ تھا کہ میرا بچہ روٹی کھاتے ہوئے باہر آیا میں نے اس کو تھپڑ مارتے ہوئے کہا کہ رمضان کا مہینہ ہے مسلمان روزہ رکھتے ہیں اس کی تعظیم کرتے ہیں ہم کو تعظیم کرنا چاہیے اس لیے اندر جا کر کھا۔ تعظیم رمضان شریف کی وجہ سے غیر مسلم کو بھی درجات ملتے ہیں۔

9- رمضان شریف کے زمانہ میں روزہ داروں کے سامنے کھانا نہیں چاہیے۔

10- عید الفطر رمضان کے روزہ داروں کے لیے ہے نہ کہ روزہ خوروں کے لیے جو لوگ روزہ خور ہیں ان کو کیا حق ہے کہ عیدگاہ میں عید منانے کے لیے آئیں۔

11- ایمان و اعتقاد کے بعد جب اس میں کامیاب ہو جائے گا تو پہلے پرسش نماز کی بابت ہو گی اس کے بعد روزہ کی۔

12- مردوں کے لیے لازم ہے کہ وہ خود بھی روزہ رکھیں، اپنی بیوی بچوں کو بھی جو بالغ ہوں روزہ رکھوائیں۔ اگر بچہ روزہ نہ رکھے تو اس پر سختی کی جائے۔ حتیٰ کہ اس کو سزا دے کر روزہ رکھوائے۔ اس میں غفلت کی جائے گی تو خدائے تعالیٰ ماں باپ سے اولاد کے بارے میں مواخذہ فرمائے گا۔

13- کسی کی بیوی روزہ نہ رکھے تو اس کو کہہ دے کہ تو ہمارا کھانا بھی نہ پکا۔

14- میں ایک دفعہ چند سال قبل سخت بیمار تھا۔ چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ تھی۔ رمضان شریف قریب آ گیا۔ مجھے خوف ہوا کہ میں روزہ کیسے رکھوں گا۔ مگر چاند رمضان کا دیکھ کر ہمت کر لی، روزہ رکھا، پہلے روزہ کی طاقت کے مقابلہ میں آخری روزہ کی طاقت میں کئی گنا فرق پایا۔

زکوٰۃ

خدا کی باتیں خدا ہی جانے

1- لفظ زکوٰۃ کے معنی پاک کرنے کے ہیں۔ جس طرح پلید اور میلا کپڑا گرم پانی اور صابن لگا کر دھویا جائے تو وہ پاک اور سفید ہو جاتا ہے۔ اس کی ساری میل کچیل دور ہو جاتی ہے اسی طرح جس مال کی زکوٰۃ نکالی جائے وہ مال بھی پاک ہو جاتا ہے۔ لوگوں نے آج تک زکوٰۃ کے معنی ہی نہیں سمجھے۔

2- خدائے تعالیٰ نے مومن پر پانچ فرض مقرر کیے ہیں سب سے پہلا فرض کلمہ شریف کا پڑھنا یعنی خدائے تعالیٰ کی توحید اور حضرت کی رسالت پر سچے دل سے ایمان لانا اور زبان سے اس کا اقرار کرنا۔ کلمہ شریف کا پڑھنا ساری عمر میں ایک مرتبہ فرض کیا گیا ہے۔ حضرت ابوالخیر صاحب نقشبندی مجددی دہلوی ایک دن میں 25 ہزار مرتبہ کلمہ شریف پڑھتے تھے۔ مگر فرض ایک ہی مرتبہ ہے۔ باقی رہ گئے دو فرض نماز و زکوٰہ اس کی بارہا اتنی تاکید فرمائی کہ 86 مرتبہ قرآن شریف میں اس کا ذکر آیا ہے۔ بادشاہ اپنی رعیت کو ایک مرتبہ کسی امر کے متعلق حکم فرما دے تو رعیت پر اس کی فرماں برداری واجب ہو جاتی ہے۔ اگر رعیت کا کوئی آدمی بادشاہ کے حکم کی فرمانبرداری نہ کرے تو اس کو باغی قرار دیا جاتا ہے۔ باغی کی سزا کیا ہے؟ قتل، اس سے سمجھ لو۔ ولایت میں ولایت کی پارلیمنٹ کے

چند آدمی اکٹھے ہو کر ایک قانون پاس کرتے ہیں پھر تمام سلطنت میں وہ حکم جاری کر دیتے ہیں۔ جو شخص اس حکم کی فرمانبرداری سے انکار کرے تو اس کو باغی قرار دے کر پھانسی پر لٹکا دیا جاتا ہے جو بندوں کے بنائے ہوئے قانون کا انکار کرے وہ باغی اور اس کی سزا قتل اور جو احکم الحاکمین و مالک الملک کے حکم کی نافرمانی کرے وہ کس درجہ کا باغی و مجرم ہو گا۔ بادشاہ ایک مرتبہ حکم دے اور رعیت کا کوئی فرد اس حکم کو نہ مانے، دوبارہ بادشاہ حکم دے پھر بھی نہ مانے، تیسری مرتبہ حکم دے اور نہ مانے اس طرح اگر بادشاہ متواتر چھیاسی مرتبہ حکم فرمائے اور وہ شخص نہ مانے تو آپ خود اندازہ لگا لو کہ چھیاسی مرتبہ بادشاہ کی حکم عدولی کرنے والے کو کس قدر سزا ملنی چاہئے اور وہ کس درجہ کا مجرم ہو گا۔

اس سے یہ مسئلہ سمجھ لو زکوٰۃ کے کیا معنی ہیں خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تم کو مال دیا، ہم تم کو دیتے ہیں کہ جہاں چاہو اس کو خرچ کرو۔ جب پورے 360 دن تمہارے پاس اس مال کو گزر جائیں تو تمہارے خرچ کرنے سے جتنا مال بچ جائے اس مال کا چالیسواں حصہ یعنی اس مال میں سے 40 روپے کے پیچھے ایک روپیہ حساب کر کے، سو روپے میں سے ڈھائی روپیہ مسکینوں غریبوں کو دے دیا کرو۔

اس کے یہ معنی کہ جس طرح آج کل انگریزی حکومت میں کمپنیاں ہیں کمپنی میں حصے ڈالے گئے ہیں۔ کسی کا دس روپیہ کا حصہ، کسی کا پانچ روپے کا کسی کا ڈھائی روپے کا۔ تو خدائے تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ "ہم نے تم کو مال دیا اور ہم ہی حکم دیتے ہیں کہ یہ سارا مال تمہارا نہیں ہے اس مال میں تمہارا ایک اور حصہ دار مسکین غریب بھی ہے اس کا حصہ سال کے بعد نکال کر اس کو دے دیا کرو اس

سے ایک تو تمہارا مال پاک ہو جائے گا۔ دوسرا تمہارے حصہ دار کو نفع ہو جائے گا۔ اس غریب کا کام نکل جائے گا، تمہارے مال میں برکت ہو گی اور اس کو چور نہیں لے جائے گا، ڈاکو نہیں لے جائیں گے۔ آگ نہیں جلائے گی اس کے معنی یہ کہ خدائے تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے اپنے بندوں کو مال دیا اور پھر آپ ہی حکم فرمایا:

اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ۔

مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ۔

فرمایا موت سے پہلے ہم نے جو مال تم کو دیا ہے ہم حکم دیتے ہیں تم خرچ کرو۔ تم ذرا سوچو تم یہ مال کہاں سے لائے اگر کوئی اپنے غلام یا نوکر کو حکم دے یہ مال لے جا اور مسکینوں اور غریبوں میں بانٹ دے۔ وہ غلام یا نوکر غریبوں یا مسکینوں میں نہ بانٹے بلکہ خود رکھ لے تو وہ نوکر یا غلام کس درجے کا بے دین نافرمان سمجھا جائے گا۔

سارا قرآن شریف شروع سے آخر تک پڑھ جاؤ کسی جگہ خدا نے یہ نہیں فرمایا۔ اَجْمِعُوْا اَجْمِعُوْا۔ یعنی جمع کرو، جمع کرو۔ کیا فرمایا: اَنْفِقُوْا، اَنْفِقُوْا۔ خرچ کرو، خرچ کرو۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دینے والے ہم ہیں ہم ہی حکم دیتے ہیں کہ خرچ کرو تم اگر خرچ کرو تو ہم تمہیں سات سو دیں گے چودہ سو دیں گے۔ اٹھائیس سو دیں گے۔ دوسرا یہ کہ مال تم کہاں سے لائے تھے۔ ہم نے ہی تم کو دیا تھا کہ خرچ کرو۔ خرچ کرو گے تو ہم تم کو اور دیں گے ہمارے خزانوں میں کچھ کمی نہیں ہے۔ میرے حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ ایک دن ایک بزاز (کپڑا بیچنے والا) مجھے سنایا تھا کہ ایک روپیہ مال کے پیچھے ایک پیسہ نفع ملے تو بیچ دیتے ہیں۔ ایک روپیہ کے اٹھائیس سو ملیں تو وہ سودا نہیں کرتا پھر یہ کہتے ہیں کہ ہمارا قرآن شریف پر ایمان ہے ہم مانتے ہیں کہ قرآن شریف اللہ

تعالیٰ کا فرمان ہے، ہم مسلمان ہیں۔ خدائے تعالیٰ آپ ہی اپنے بندوں کو مال دیتے ہیں اور پھر وہی حکم دیتے ہیں کہ اس کا چالیسواں حصہ غریبوں مسکینوں کو جو اس کے مستحق ہیں دے دیا کرو جن کو رب نے مال دیا انہوں نے بندر کی طرح سمجھا کہ اب ہمارے ہاتھ میں آگیا ہے ہم اس میں سے ایک پیسہ نہ دیں گے۔ خواہ ہماری جان بھی جائے۔

ایک بندر پکڑنے والے نے مجھے سنایا کہ جب ہم بندروں کو پکڑتے ہیں تو مکئی کے بہت سارے دانے بھون کر جنگل میں جہاں بندر ہوں چھینٹے دیتے ہیں اور مٹی کی ایک ٹھلیا زمین کھود کر خوب مضبوط کر کے گاڑ دیتے ہیں اور اس ٹھلیا کو مکئی کے دانوں سے بھر دیتے ہیں جو دانے زمین پر پڑے رہتے ہیں دوسرے بندر کھاتے رہتے ہیں ایک بندر ٹھلیا میں سے لے کر کھاتا ہے جب تھوڑے دانے رہتے ہیں تو بندر اس کے اندر ہاتھ ڈال کر دانوں کی مٹھی بھر لیتا ہے ٹھلیا کا منہ تنگ رہتا ہے خالی ہاتھ اس میں جاتا ہے لیکن بھرا ہاتھ نہ جاتا ہے نہ اس میں سے نکلتا ہے اس کا ہاتھ پھنس جاتا ہے مگر وہ بندر مٹھی نہیں کھولتا۔ مٹھی کھولے تو اس کا ہاتھ نکلے وہ کہتا کہ مٹھی میں دانے آگئے اب تو ہاتھ نہیں کھولوں گا' دانے نہیں چھوڑوں گا ناچار ہو کر چیختا ہے چلاتا ہے شکاری چھپ کر کہیں بیٹھا ہوا ہے اس کا چیخنا سن کر بندر کے پاس آکر اس کے گلے میں رسی ڈال کر پکڑ لیتا ہے۔

تو جن لوگوں کو رب نے مال دیا ہے انہوں نے بندر کی طرح پھنس کر جان دے دی لیکن مال نہ دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی ترکیب سے مال ہاتھ آگیا تو اس کی مٹھی نہیں کھولیں گے۔ اب ذرا سوچو تو اس مسئلہ کو مالک خداوند تبارک و تعالیٰ خود تو مال دیتے ہیں اور آپ ہی حکم دیتے ہیں کہ اس میں سے چالیسواں حصہ دے دو اُس کو اِس کی کیا ضرورت ہے کیا ان کو کوئی مینکر بنا ہے کہ

لے کر اس میں جمع کرتے جائیں جو کچھ حکم دیتے ہیں ہماری بہتری اور ہمارے ہی پاک کرنے کے لیے حکم دیتے ہیں۔

حضرت شیخ شبلی سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ حضرت سو روپیہ جمع ہو جائیں تو اس کی کتنی زکوٰۃ دوں آپ نے فرمایا کہ وہ سو کا سو بھی غریبوں اور مسکینوں کو دے دے اور اڑھائی روپیہ اور دے دے سائل نے کہا کہ اس کے کیا معنی فرمایا کہ یہ اس بات کی سزا ہے کہ تو نے جمع ہی کیوں کیا تھا پہلے ہی تقسیم کیوں نہ کر دیا۔

بمبئی میں ایک سیٹھ نے تجارت کا مال لاد کر جہازوں میں بھیجا ہوا تھا اس میں سات لاکھ روپے کا مال تھا کپتان آگ بوٹ نے ہوائی تار کے ذریعہ اس کو اطلاع دی کہ آگ بوٹ میں طوفان آ گیا ہے اس کے بچنے کی امید نہیں ہے۔ اگر چند منٹ یہی حالت رہی تو ہم بھی اور تمام مال بھی آگ بوٹ میں غرق ہو جائیں گے۔ ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ جب تار پہنچی تو سیٹھ صاحب نے معتمدوں سے پوچھا کہ دیکھو اپنے دفتر میں مال کی زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں انہوں نے کہا ادا ہوئی ہے۔ سیٹھ صاحب نے کہا پھر تو کوئی خطرہ نہیں۔ جب کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا ہو تو اس میں نقصان نہیں ہوتا۔ پھر ہم کیوں فکر کریں۔ سیٹھ صاحب نے اسی وقت وضو کر کے دو رکعت نماز نفل پڑھی۔ دوسرے دن پھر تار آئی کہ الحمد للہ! آگ بوٹ غرق ہونے سے بچ گئے۔ جب دوسری تار آئی تو سیٹھ صاحب نے پھر وضو کیا اور دو رکعت نفل پڑھی۔ ایک نوکر نے عرض کی کہ سیٹھ صاحب آج تو میں سمجھ گیا کہ آپ نے شکرانہ کی نماز دو رکعت نفل پڑھی۔ مگر کل میں بڑا حیران تھا کیا کل آپ نے ڈوبنے کے دو رکعت پڑھے تھے۔ اب سیٹھ صاحب نے جواب دیا کہ تم نے کہا تھا کہ زکوٰۃ ادا کی ہوئی

ہے۔ میرے دل میں تو اس بات کا یقین تھا کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان سچا ہوتا ہے جس مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے اس کو نقصان نہیں پہنچتا دوسرا میں نے دل کی طرف خیال کیا تو میرے دل پر اتنا صدمہ بھی نہیں پہنچا جتنا ایک پیسے کے جانے کا صدمہ پہنچتا ہے تو کل اس بات کے شکرانہ کی دو رکعت نماز پڑھی تھی کہ الحمد للہ! کہ خدائے تعالیٰ نے میرے دل میں مال کی محبت نہیں رکھی اور آج کی دو رکعت جو پڑھی تو وہ شکرانہ میں کی کہ رب نے اس مال کو صحیح وسالم بچالیا۔ الحمد للہ علی ذالك۔

نفس کے لیے لینا سہل ہے ہاتھ سے دینا مشکل۔ میرے حضرت قبلہ والد صاحب اکثر فرمایا کرتے کہ لوگ لے کر خوش ہوتے ہیں ہم دے کر خوش ہوتے ہیں لوگ کھا کر خوش ہوتے ہیں ہم کھلا کر خوش ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کی برکت سے فقیر کو بھی ایسا پاک دل نصیب فرمائے۔

آمِين يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

زکوٰۃ نہ دینے کا جرم کتنا ہے

خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں دسویں پارہ کے تیسرے ربع پہلے رکوع میں:

وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔

خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں وہ لوگ جو چاندی اور سونے کو چھپا رکھتے ہیں۔ راہ خدا میں اس کو خرچ نہیں کرتے یعنی اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے جو اس مال میں خدائے تعالیٰ کا حق ہے اور خدائے تعالیٰ نے فرض کیا ہے ان کو بشارت

دے دو سخت عذاب کی اور ان کو یاد دلا دو وہ دن کہ جب ان کے روپیہ پیسوں کو دوزخ کی آگ میں سرخ کر کے ان کی پیشانیوں پر داغ دیئے جائیں گے۔ ان کے دونوں پہلوؤں پر ان کی پشت پر اور ان کو فرشتے کہیں گے کہ یہ تمہارا ہی مال ہے جس کو تم نے جمع کر کے رکھا تھا اس جمع کرنے کا آج مزہ چکھ لو۔ اس آیت شریف کو غور سے پڑھیں اور اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر کے اپنے رب کو راضی کر لیں۔ اور اپنے مال کو بھی پاک کر لیں اور داغ لگنے سے بھی جانوں کو بچالیں۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب میں زیور کی زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے جو مال عورتوں کے قبضہ میں ہو اس کی زکوٰۃ عورت کو ادا کرنی چاہئے یعنی اس کی زکوٰۃ ادا کرنا عورت کے ذمہ فرض ہے جو مال مرد کے قبضہ میں ہو اس کی زکوٰۃ مرد پر فرض ہے۔

ایک شخص نے کسی کو قرض دیا ہوا ہے تو اس روپے کی زکوٰۃ اس قرضہ دینے والے پر واجب ہے کیونکہ درحقیقت اس روپے کا مالک تو یہ قرضہ دینے والا ہے۔ وہ ملک اسی کی ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے سفر کیا تو عرب شریف میں ایک قوم نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو زکوٰۃ خواہ وہ بہت تھوڑی مقدار میں کیوں نہ ہو جیسے ایک بالشت رسہ جس سے اونٹ کے گوڈے باندھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تم لوگ ادا کرتے تھے۔ اب بھی دے دو تو بہتر ورنہ تمہارے ساتھ جنگ کر کے تم کو ہلاک کیا جائے گا اس بنا پر یہ حکم ہوا کہ جو زکوٰۃ دینے سے انکار کریں وہ کافر ہیں۔ آج کل مسلمانوں نے بجائے زکوٰۃ دینے کے الٹا سود لینا شروع کر دیا۔ خدا تعالیٰ نے تو سود حرام کر دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

"ماں کے ساتھ زنا کرنا ایک حصہ گناہ ہے اور سود کھانا ماں

کے ساتھ زنا کرنے سے ستر درجہ بڑھ کر گناہ ہے۔"

کسی مسلمان کو یہ کہہ دو کہ تیرے منہ میں خنزیر تو وہ کہتا ہے کہ اس کو جان سے مار ڈالو اس نے مجھے اتنی سخت بات کیوں کہی اور جو دن رات خنزیر کھاتے رہتے ہیں درحقیقت کتنا برا مانتے ہوں گے سود کھانا سور کھانے سے بھی بدتر ہے۔

ایک بزرگ کے حال میں لکھا ہے کہ ابتدا میں سود کھاتے تھے ایک قصاب سے اسی سود سے گوشت لے آئے۔ گھر میں لا کر دیا اس کو پکاؤ بہت دیر پکاتے رہے آخر کو دیکھا اس میں گوشت نہیں تھا ساری ہنڈیا خون سے بھری ہوئی تھی۔ خاوند سے پوچھا کہ یہ گوشت تم کہاں سے لائے تھے اس نے کہا کہ قصاب کو جو روپیہ دیا ہوا ہے اس کے سود میں لایا تھا۔ اس عورت نے کہا کہ دیکھو سارا گوشت خون بن گیا۔ ہنڈیا ساری خون سے بھر گئی ہے تب اس عورت نے ادھر ہنڈیا اٹھا کر زمین پر دے ماری۔ ادھر اس کے خاوند نے سچے دل سے توبہ کر لی کہ آئندہ سود نہیں کھاؤں گا۔ خدائے تعالیٰ نے ان کو ہدایت نصیب فرما دی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہمارے مسلمان بھائیوں کو بھی ہدایت نصیب فرما دے۔ جیسے حبیب عجمی کو ہدایت نصیب فرمائی اور مسلمانوں کو سود خوری سے بچائے۔ آمین ثم آمین۔

وہ دیوانے ہیں جو اتنا نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ نے تو ایک ایک دانہ پر مہر لگائی ہوئی ہے۔ رب حرام نہیں کھلاتا تو یہ حلال کو چھوڑ کر حرام کیوں کھاتے ہیں۔ جو جسم گوشت حرام کھا کر پرورش پائے گا وہ جسم اس قابل ہو گا کہ دوزخ کی آگ میں جلایا جائے اور جو جسم حلال طیب مال کھا کر پرورش پائے گا وہ جسم اس قابل ہو گا کہ اس کو جنت میں داخل کیا جائے۔ اگر درخانہ کس است یک حرف بس است۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل تر سیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

دہلی میں کسی نادان مولوی نے یہ فتویٰ دیا کہ بنک کا سود جائز ہے۔ جو دلیل لکھی وہ یہ ہے کہ بنک والے جو سود دیتے ہیں اور مسلمان وہ سود کا روپیہ نہیں لیتے تو بنک والے کیا کرتے ہیں اس روپیہ کو عیسائی مشنوں کو دے دیتے ہیں۔ وہ عیسائی مشن والے اسلام کے برخلاف اس روپیہ کو خرچ کرتے ہیں۔ اس لیے بہتر ہے کہ مسلمان اس روپیہ کو لے لیا کریں اور کھا لیا کریں۔ فقیر نے اس کے معنی جو سمجھے ہیں وہ یہ ہیں کہ خنزیر کا گوشت عیسائی کھاتے ہیں بڑے موٹے ہو جاتے ہیں اس لیے بہتر یہ ہے کہ مسلمان بھی خنزیر کا گوشت کھا لیا کریں عیسائی کھاتے ہیں موٹے تازے ہوتے ہیں مسلمان بھی کھانا شروع کریں۔ دیوانے مولوی نے اتنا نہیں سمجھا کہ جب اس کا نام سود ہے تو پھر بنک کا سود ہو یا کسی اور جگہ کا سود کو خدائے تعالیٰ نے حرام کیا۔ یہ نادان مولوی جائز کرتا ہے۔ جو خدائے تعالیٰ کے حرام کو حلال سمجھے وہ کافر۔ اس فتویٰ دینے سے تو مولوی خود کافر ہو گیا۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ۔ (سورۃ مائدہ ربع ثالث)

جو کافروں کے ساتھ تعلق رکھے گا وہ کافر ہے۔ یہ کفر کا فتویٰ خود اللہ تعالیٰ نے روز ازل سے ہی اس نادان دشمن دین مولوی پر لگایا ہوا تھا۔ اب سود کے کھانے کو جائز کر کے اس کفر کے فتوے کو اس نے خود اپنے اوپر عائد کر لیا۔

حج

1- ایک موت کا سفر ہے۔ ایک حج کا سفر ہے۔

الف- ملک الموت آئے گا ایک تھپڑ مار کر جبرًا وقہرًا سب رشتے ناتے تعلقات و کاروبار چھڑائے گا اس کا نام موت کا سفر ہے۔

ب- جو شخص اپنے ارادہ سے موت کے سفر سے قبل سب رشتہ ناتے تعلقات و کاروبار چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے گھر کی طرف چلا وہ حج کا سفر کر رہا ہے اس سفر کرنے والے کو حاجی کہتے ہیں۔ اس کو ایک ایک قدم کے بدلے سو نیکی ملے گی۔

اصل یہ ہے کہ دنیا کی چیزوں کی محبت کو دل سے نکالنا اور خدا کی محبت کو دل میں لینا حج ہے۔ حاجی اگر سفر میں فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ قیامت تک فرشتے مقرر کرتا ہے جو اس کی جانب سے ہر سال حج کرتے ہیں اور اس کا ثواب اس حاجی کو ملے گا۔

2- جتنی مخلوق ہے وہ سب جال میں پھنسی ہوئی ہے۔ مخلوق میں سے وہ بڑا شہہ زور ہو گا جو اس جال کو توڑے گا۔ جال کے توڑنے کا نام حج ہے اس توڑنے والے کو حاجی کہتے ہیں۔

3- انگریز خطاب دیتے ہیں، خان بہادر، خان صاحب وغیرہ جو اس جال توڑنے والا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے حاجی کا خطاب دیا ہے اس کی قدر نہیں کرتے۔

-4 نتیجہ حج کا کیا ہے حج کرنے والا ایسا ہوا جیسا کہ آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔

-5 مکہ شریف کی زمین کیوں واجب التعظیم ہے۔

• لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔ (سورۃ بلد، پارہ 30)

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے: ''ہم قسم کھاتے ہیں اس شہر کی۔'' اس وجہ سے نہیں کہ اس میں کعبہ ہے یا میزاب رحمت ہے، یا مقام ابراہیم ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ آپ ﷺ کے قدم پاک اس زمین پر ظاہر ہوئے ہیں۔ آپ کے قدم مبارک کی برکت سے یہ زمین بھی واجب التعظیم ہوئی اس لیے اس زمین کی قسم کھاتے ہیں۔

-6 حاجی کا بڑا درجہ ہے جتنے حاجی ہیں گھر سے نکلتے ہی سب رب کے مہمان ہیں جو شخص کسی کے مہمان کی خدمت کرے وہ میزبان کا دل خوش کرتا ہے اور جو کسی کے مہمان کو تکلیف دے یا ستائے گویا وہ میزبان کو تکلیف دیتا ہے یا ستاتا ہے۔ اس لیے حاجیوں کی خدمت عین موجب خوشنودی اللہ تعالیٰ ہے۔

-7 حاجی جب خدا کا مہمان ہے تو اس کو کیا پرواہ ہے۔ وہ شہنشاہ کے خزانے میں ہاتھ رکھے ہوئے ہے پس حاجی کو چاہئے کہ خدا پر بھروسہ رکھے دل کھلا رکھے خود خوب کھائے خرچ کرے۔ تنگ دلی نہ کرے اس وجہ سے کہ اس کا ہاتھ خدا کے خزانے میں ہے۔ وہ خدا کا مہمان ہے جو کچھ اس کے پاس ہے وہ خدا کے دستر خوان سے ہی ہے اور جو ضرورت کے وقت ملے گا وہ خدا کے خزانہ ہی سے ملے گا خدا کا خزانہ کم نہیں ہوسکتا۔

-8 جتنی عبادتیں رب نے مقرر کیں۔ ان سب میں ایک چیز کا خرچ ہے،

مثلاً روزہ، نماز، زکوٰۃ یعنی اس میں ایک چیز صرف جان یا مال کا خرچ ہے۔ مگر حج میں جان کا بھی خرچ ہے اور مال کا بھی خرچ ہے۔ دونوں چیزیں انسان کو عزیز ہیں۔ اس لیے اس کا درجہ بڑا ہے جتنی تکلیف حاجی کو زیادہ ہوگی، اسی انداز سے ثواب بھی زیادہ ملے گا۔ اس میں تکلیف کو تکلیف نہ سمجھنا چاہئے۔

-9 ہر عبادت کے طریقہ اور آداب ہیں۔ بغیر آداب کے عبادت درجہ قبولیت کو نہیں پہنچتی۔ حج کے لیے بھی بعض آداب ہیں اور ضروری ہیں سب سے پہلا ادب مقام مقررہ (جس کی صراحت کتابوں میں ہے۔) پر پہنچتے ہی احرام باندھنا یعنی ایک چادر باندھنا اور ایک چادر اوڑھنا۔ اس کے طریقے تفصیل سے کتابوں میں درج ہیں احرام اصل میں کفن ہے موت کا لباس ہے۔

مقامِ عشق میں شاہ و گدا کا ایک رتبہ ہے
زلیخا ہر گلی کوچہ میں بے توقیر پھرتی ہے

خانہ کعبہ مجلس شاہی، عرفات دربار شاہی کی حاضری کے لیے سب سے پہلے حج کی نیت فرض ہے۔

-10 شیطان اور نفس دو دشمن ہمارے ساتھ لگا دیئے ہیں ہم بارگاہ ایزدی میں ننگے سر، ننگے پاؤں جاتے ہیں یعنی احرام باندھ کر فریادی بن کر کہ یا اللہ! ان دونوں دشمنوں نے ہمیں تباہ کر دیا۔ ہمیں بچا۔ اس میں رب کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہمارا ہی فائدہ ہے رب ہم کو پاک کرے گا۔ بڑی مہربانی یہ ہے کہ مالداروں ہی کو حکم ہوا ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے حج فرض کیا وہاں مَنِ اسْتَطَاعَ کی قید لگائی مگر حاضری مدینہ شریف کے لیے

ہر ایک کو حکم دیا ہے خواہ امیر ہو یا غریب، جس طرح حج کو جانا فرض ہے اسی طرح ہر ایک کو مدینہ جانا فرض ہے۔

-11 کئی سال کا واقعہ ہے کہ میں کابل گیا تھا۔ حاجی ترنگ زئی صاحب سے ملاقات ہوئی تھی۔ حاجی صاحب نے سات حج کیے اور ساتوں پیدل۔

-12 تم جا رہے ہو اپنے پچھلے گناہ بخشوانے کے لیے نہ کہ گناہ کرنے کے لیے اس راستہ میں درود شریف ہی پڑھتے رہو حاجی کا کھانا پینا سونا سب عبادت ہے اور ایک ایک قدم کے بدلے سو سو نیکی لکھی جائے گی۔ خواہ سواری پر ہی جائے۔

-13 حاجی جب گھر سے چلتے ہیں تو ان کا یہ سفر موت کا سفر ہے وہ خوشی سے اپنے ارادہ سے سب گھر والوں کے تعلقات کو چھوڑ چلے ہیں پس اب گھر سے کیا کام۔ اسی کا نام حج ہے۔

-14 حاجیوں کو چاہئے کہ جس دربار میں جا رہے ہیں۔ اس دربار کا خیال رکھیں کوئی فضول بات زبان سے نہ نکالیں۔ جو بات تم زبان سے نکالتے ہو اس پر ایک فرشتہ مقرر ہے اس کا جواب تم کو دینا ہے۔ ایک بزرگ نے ایک نئے مکان کی نسبت حج کے زمانہ میں دریافت کیا کہ یہ کس کا مکان ہے پھر خیال آیا تو اپنے نفس کو جواب دیا کہ مجھے اس سوال کے جواب سے کیا مطلب۔ کیوں میں نے ایسی بات دریافت کی جو فضول ہے۔ اس لیے اس جرم میں نفس پر ایک سال کے روزے رکھے۔

زبان اللہ تعالیٰ نے ایک دی وہ بھی دو کواڑوں کے درمیان اس لیے اس کو دونوں کواڑوں کے اندر بند ہی رکھو۔ جب ضرورت ہو باہر نکالو۔ بے ضرورت

اس سے کام نہ لو۔

درود شریف کو کم از کم ہزار مرتبہ روزانہ زمانہ حج میں پڑھا کرو۔ استغفار روزانہ کم از کم ایک تسبیح پڑھا کرو اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے توفیق بخشی حج کو جانے کی خانہ کعبہ کے ادب کا خیال رکھو۔ حرم شریف میں لوگ سوتے ہیں کس قدر بے ادبی کی بات ہے۔ حرم شریف کے لوگ جاگتے ہیں اور خادم غلام سوتے ہیں یہ کس قدر توفیق نیک کے عطیہ کی ناشکری ہے۔ میرے نزدیک تو اس سے بڑھ کر گناہ ہی نہیں کہ رب کی بارگاہ میں غافل ہو کر تکیہ لگا کر سو رہے ہیں۔

مکہ اور مدینہ کی زمین کا بھی ادب کرو۔

ایک بزرگ تھے سید ولی صاحب نقشبندی لاہور کے رہنے والے انہوں نے حج نہیں کیا تھا، فرماتے تھے کہ مکہ اور مدینہ منورہ کی زمین کا ادب مانع ہو رہا ہے۔ جس زمین پر حضور ﷺ چلے پھرے، بیٹھے ہوں وہاں میں کس طرح پیشاب پاخانہ کروں۔ اس کے لیے یہ تدبیر انہوں نے اپنے نزدیک اختیار کی کہ میں مکہ اور مدینہ کی زمین نہ کھاؤں نہ پیوں اس کے لیے کم از کم پندرہ روز بھوکے اور پیاسے رہنے کی مشق کرنی چاہیے۔ چنانچہ اس ترکیب میں انہوں نے تین دن تک کی مشق کر لی تھی۔ کہتے ہیں کہ جب پندرہ روز تک بھوکے پیاسے رہنے کی مشق ہو جائے گی تب جاؤں گا۔

جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے کہا کہ بھوکے پیاسے رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ اونٹ پر دو کنستر رکھ لو اور اونٹ کے دونوں بازوؤں پر لٹکا دو ایک میں پیشاب کرو، دوسرے میں پاخانہ کرو۔ جب وہ بھر جائیں تو سمندر میں پھینک دیا کرو۔ اس طرح سے ادب بھی کامل ہو جائے گا اور حج و زیارت بھی نصیب ہو گی، غرض یہ کہ بعض اللہ والے لوگ اس طرح کا شدید ادب ملحوظ رکھتے ہیں۔

حقہ بیڑی پی کر دربار شاہی اور مجلس شاہی میں یعنی عرفات و خانہ کعبہ و حرم شریف میں مت جاؤ۔ منہ میں بدبو لے کر شہنشاہ کی بارگاہ میں جاؤ گے تو نکال دیئے جاؤ گے۔ کوئی دعا اس بدبودار منہ سے نکلی ہوئی قبول نہ ہوگی۔

داڑھی منڈوا کر شہنشاہی دربار میں مت جاؤ۔ داڑھی منڈے بخشے نہ جائیں گے جب تک کہ نمونہ حضرت ﷺ کا نہ بنائیں گے۔

حاجیوں کا دل کیوں سخت ہوتا ہے؟ جن حاجیوں کا دل سخت ہوتا ہے وہ کسی کی صحبت میں نہیں رہے۔ یعنی پیر کی صحبت ان کو نہیں ملی۔

حج کے لیے اہلیت ولیاقت ہونی چاہیے۔ ''خر عیسیٰ اگر بمکہ روز پاچوں بیاید ہنوز خر باشد۔'' سارا دار و مدار شریعت کا دل کے نرم ہونے پر ہے۔ اور دل خود بخود نرم نہیں ہوسکتا اس کے لیے پیر کے پاس جانا ضروری ہے۔ یہ بھی دل کی ایک بیماری ہے جس طرح ظاہری بیماریوں کے لیے حکیم طبیب کے پاس جاتے ہیں۔ اسی طرح دل کی بیماریوں کے لیے بھی طبیب روحانی یعنی پیر کے پاس جانا ضروری ہے۔

لاہور میں ایک بڑھیا اندھی تھی۔ مانگ رہی تھی یہ کہہ کر کہ کچھ اللہ کے واسطے دو ایک حاجی راستہ والے نے کہا لے۔ بڑھیا نے جھولی آگے کر دی۔ راستہ والے نے جھولی میں سے سب لے لیا۔ بڑھیا نے پکار کر کہا کہ بابا حاجی، بابا حاجی۔ راستہ والے نے کہا اس کو میرا حاجی ہونا کیسے معلوم ہے، اس کا یہ مطلب ہے کہ جن کو ظاہری آنکھ سے نہیں نظر آتا ان کی اکثر دل کی آنکھ روشن حاجی ایسے بھی ہوتے ہیں۔ ان کا یہ مرض بغیر پیر کی صحبت کے نہیں جاتا۔

ست گر ایسا چاہئے جو سقلی گر سا ہوئے
جنم جنم کے مورچے پل میں دیوے کھوئے

قربانی کے معنی

1- حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ آپ نے صبح اٹھ کر سو اونٹ قربانی کیے۔ دوسری رات پھر یہی خواب دیکھا، پھر صبح اٹھ کر سو اونٹ قربانی کیے۔ تیسری رات بھی پہلی رات کی طرح خواب میں دیکھا تو تیسرے دن اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی پر تیار ہوئے بیٹے کو لے کر مکہ سے چلے منیٰ کے مقام پر پہنچے۔ راستہ میں شیطان نے تین جگہ باپ بیٹے اور ماں کو بہکانا چاہا، مگر تینوں نے حکم خداوندی کی تعمیل پر بخوشی آمادگی ظاہر کرتے ہوئے شیطان کو دھتکارا اس لعنت میں منیٰ میں تین شیطانوں پر سات سات کنکریاں مارنے کا حکم ہے۔ جب شیطان کے بہکانے میں نہ آ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح فرزند پر تیار ہو کر ان کو ذبح کے لیے لٹایا چھری حلق پر نہ چلی اللہ تعالیٰ نے ایک دنبہ جنت سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ جبرائیل کے ذریعہ بھجوا کر اس کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ دنبہ ذبح کیا گیا اس کا قصہ عام ہے اس سنت کے پیروی میں قربانی جاری ہوئی ہے۔

حجر اسود کو بوسہ دینا

حجر اسود ایک پتھر ہے جنت سے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ آیا ہے۔ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک میں رکھ کر قریش کے چاروں قبیلوں کو ایک ایک کونا چادر کا پکڑوا کر خود اپنے ہاتھ سے خانہ کعبہ کی دیوار میں نصب فرمایا اور پھر

اس کو بوسہ دیا۔

کہاں تھے یہ نصیب اللہ اکبر سنگ اسود کے
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد ﷺ کے
میں قربان مکہ کی گلیاں جن پر لائیاں دل بھر تلیاں
سمجھ ہے اپنی اپنی اور عقیدہ اپنا اپنا ہے

حج میں حلق یا قصر

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بال گناہ کی حالت میں اگے ہوئے ہیں ان کو نکال دو اب تمہاری نئی زندگی شروع ہے۔

سعی صفا و مروہ اور زمزم

بی بی حاجرہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شدت پیاس کی وجہ سے بے تاب ہو کر پانی کی تلاش میں صفا کی پہاڑی سے مروہ کی پہاڑی تک دوڑ دوڑ کر قافلہ کو دیکھتی تھیں بالآخر ساتویں دفعہ دوڑ کر واپس بیٹے کے پاس آئیں تو ان کے قدموں کے نیچے زمین میں سے پانی بہنے لگا۔ حضرت موصوفہ نے اس کو زمزم کہا یعنی (ٹھہر ٹھہر) پس وہ پانی ٹھہر گیا اب ایک کنویں کی شکل میں موجود ہے تفصیل کتابوں میں دیکھ لو۔ اس دوڑنے میں سعی مابین صفا و مروہ سب پر واجب ہے۔

زیارت رسول مقبول ﷺ

مدینہ منورہ جانے کی نسبت انکار کیا جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ وہاں جانے سے آدمی قبر پرست بن جاتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ پارہ 5 دوسرا ربع دوسرے رکوع میں فرماتا ہے کہ

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ
وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا○

یہ حکم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں رہنے تک کا ہی نہیں ہے بلکہ قیامت تک کا حکم ہے۔ بعض لوگوں نے لکھ دیا ہے کہ وہاں جانا گناہ ہے اللہ تعالیٰ نے جس جگہ حج فرض کیا ہے وہاں من استطاع کی شرط لگائی مگر مدینہ شریف کے لیے کوئی شرط نہیں لگائی بلکہ ہر ایک امیر غریب کے لیے حکم دیا کہ اگر انہوں نے گناہ کیے ہوں تو آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں۔

1- خلیل الرحمٰن صاحب ایک بزرگ تھے مدینہ شریف میں انہوں نے اشعار ذیل میں مدینہ شریف کی حاضری کی نسبت بہت خوب و درست اظہار فرمایا ہے:

سب کچھ ملا جو مل گئی اس در کی حاضری
گو ملک و مال و خویش وطن سے جدا ہوا
قابل تھا نار کے مجھے جنت ہوئی نصیب
اس در کی حاضری سے تو قسمت بدل گئی

یہاں کی حاضری سے جہنمی بھی جنتی بن جاتا ہے۔

1- حدیث شریف میں آیا ہے:

مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِيْ۔

ترجمہ: ''جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔''

اگر قبر پرستی کا الزام مدینہ جا کر زیارت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کرنے سے عائد ہوتا تو کیوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حدیث شریف بالا فرماتے۔ پھر فرمایا: (حدیث شریف)

فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ وَ لَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ۔

ترجمہ: ''جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔''

3- حج و زیارت میں جو تکلیف ہو اس کو تکلیف نہ خیال کرنا چاہئے بلکہ اس کو خوشی وشوق سے برداشت کرنا چاہئے حضرت فصاحت جنگ جلیل لکھنوی نے جو حضور نظام خلد اللہ ملکہ کے استاد ہیں کیا اچھا کہا ہے، فرماتے ہیں:

زیارت کی تمنا میں خیال رنج و راحت کیا
کڑی جو راہ میں پڑتی اٹھاتے اپنی آنکھوں سے

ان کے اس شعر نے بار بار میری ہمت بڑھائی اور ان کا یہ شعر میرا رفیق سفر بنا رہا۔

4- حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کی زیارت کی تو اسے درے لگاؤ اس نے کیوں ایسا کہا اس کو کہنا چاہیے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

5- مدینہ شریف کی حاضری کے زمانہ میں آداب کا لحاظ ضرور رکھنا چاہئے۔ جس زمین پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلے پھرے ہوں تشریف رکھی ہو، وہ کیسی واجب التعظیم ہوگی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں بہت ادب سے حاضر ہونا ضروری ہے۔ حقہ، سگریٹ، بیڑی ہرگز نہ پئیں۔ آواز سے چلا کر نہ بولیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند آواز نہ کرو ورنہ اعمال خبط ہو جائیں گے۔'' یہ حکم حضرت کی زندگی میں تھا اور

تا قیامت ہے۔

6- حضور ﷺ کے دربار کے کتے بھی آواز سے نہیں بھونکتے۔ انسانوں کو ان سے زیادہ ادب ملحوظ رکھنا چاہیے۔ با ادب با نصیب بے ادب بے نصیب۔

ادب تاجیست از فضل الٰہی
نبر بر سر بروہر جا کہ خواہی

7- حضور ﷺ ہر اس زائر کی آواز سنتے ہیں جو مزار پُر انوار پر حاضر ہوتا ہے اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں اس کے مطالب کو پورا فرماتے ہیں۔

8- حدیث شریف میں ہے:

مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ مَمَاتِیْ فَقَدْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ۔

ترجمہ: ''جس نے میرے بعد میری زیارت کی اس نے گویا زیارت کی میری زندگی میں۔''

یہ دولت جن کو ملی وہ خوش نصیب ہیں۔

حدِ رسول اللہ ﷺ

آج کل ایک عام بات مشہور ہے کہ حضرت کی ذات کو حد سے نہ بڑھاؤ۔ حد سے وہی بڑھا سکتا ہے جس کو حد معلوم ہو جس کو حد ہی معلوم نہ ہو وہ کیا بڑھائے گا آپ کی حد سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں ایک بار کلمہ شریف پڑھنے سے تمام عمر کے گناہ بخشے جاتے ہیں اس قدر تو ہم کو معلوم ہے۔

محمد مصطفیٰ ﷺ اے کیف ممدوح الٰہی ہیں
بشر کیا کوئی بھی ان کا ثنا خواں ہو نہیں سکتا

محمد ﷺ سر قدرت ہیں کوئی رمز ان کا کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہیں حقیقت میں خدا جانے

1- معراج شریف میں جب حضرت ﷺ سدرۃ المنتہٰی پر پہنچے ہیں جبرائیل نے عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ اپنا جسم آپ کو دکھاؤں، میرے چھ سو پر ہیں ایک ایک پر اتنا بڑا ہے کہ ساری زمین اس کے لیے کافی نہیں ہو سکتی۔

جبرائیل نے اتنے بڑے بڑے چھ سو پر کھول کر دکھلائے، مولانا روم مثنوی شریف میں فرماتے ہیں اگر حضرت روحی فداہ ﷺ اپنے بڑے پر دکھا دیتے تو قیامت تک حضرت جبرائیل بے ہوش پڑے رہ جاتے۔

احمدار بکشاید آں پر جلیل
تا ابد بے ہوش ماندے جبرائیل

اس پر سے قیاس کرلو کہ حضرت ﷺ کی حد کتنی بڑی ہے۔

ب- جب سدرۃ المنتہٰی تک حضور ﷺ معراج کی رات پہنچے تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ یا اخی جبرائیل آگے چلئے تو جبرائیل نے فرمایا کہ یا حضرت میری حد یہاں ختم ہوچکی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا تو یہاں سے اب پہلا قدم شروع ہوا۔ اس پر جبرائیل نے عرض کی اگر اس سے بڑھ کر ایک بال برابر بھی آگے جاؤں گا تو تجلیات باری تعالیٰ مجھے جلا دیں گے۔

اگر یک سر موئے بر تر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

میں اس سے آگے ہرگز نہیں جا سکتا۔ جب بارگاہِ الٰہی کے سب سے

زیادہ مقرب فرشتے یہ کہتے ہیں کہ میں اس سے آگے ذرہ برابر بھی نہیں جا سکتا تو اب کون ہے جو حضرت ﷺ کی حد جانتا ہے۔

ج۔ معراج کی رات میں حضور ﷺ خدائے تعالیٰ کے اتنے نزدیک ہوئے کہ اس کا حال اللہ تعالیٰ ہی جانے۔ قرآن شریف سورۃ النجم میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے: قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی۔ ''دو کمان کے گوشے یا اس سے بھی نزدیک۔''

آپ کا نام مبارک زبان پر آجانے سے تمام عمر کے کفر و شرک و گناہ مٹ جاتے ہیں۔ اللّٰھم ارزقنا و ایاکم۔ خدائے تعالیٰ کلمہ شریف کا پڑھنا سب کو آخر وقت میں نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

حیات النبی ﷺ

1- جسم اور روح دو چیزوں سے انسان زندہ کہلاتا ہے جب تک جسم میں روح ہے تو کہتے ہیں کہ انسان زندہ ہے اور جب روح جسم سے نکل گئی تو کہا جاتا ہے کہ مردہ ہے مثلاً پنجرے میں طوطا جب تک ہے وہ مقید ہے پنجرے سے طوطا جب باہر ہو جائے گا تو وہ ہر طرح سے آزاد ہے اسی طرح روح اپنے جسم کے پنجرے سے نکلنے کے ساتھ ہی آزاد ہو جاتی ہے اور ہزارہا درجہ اس کی قوت بڑھ جاتی ہے۔

2- روح کے متعلق کفار نے سوال کیا تھا اس وقت ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ ''کہہ دو اے محمد ﷺ کہ روح خدا کا حکم ہے۔ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔ امر رب کے لیے موت نہیں ہے۔

3- کہتے ہیں کہ جس طرح دوسرے لوگ دنیا سے سفر کر گئے اسی طرح

رسول پاک ﷺ بھی سفر کر گئے۔ اگر رسول پاک ﷺ معاذ اللہ مر جاتے تو ازواج مطہرات کیوں دوسروں پر حرام ہوتیں۔ زندہ کی عورت دوسرے پر حرام ہوتی ہے نہ کہ مردہ کی۔

-4 جس قدر روحیں ہیں وہ مرتی نہیں بلکہ ایکمقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتی ہیں۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کو ''مر گئے'' کہنا سخت منع ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں ان کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔

ترجمہ: ''شہیدوں کی نسبت زبان سے مت کہو کہ مر گئے بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم سمجھ نہیں سکتے۔''

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَا اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِھِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

ترجمہ: ''شہیدوں کے متعلق خیال تک مت کرو کہ وہ مر گئے۔ بلکہ وہ زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا اور وہ ہر وقت خوش رہتے ہیں اس چیز سے جو رب نے اپنے فضل و کرم سے ان کو عنایت فرمائی ہے اور ان کو بشارت دی جاتی ہے۔ خوشخبری سنائی جاتی ہے ان کو لواحقین کی ان کے متعلق کی۔ ان کو کوئی خوف نہیں اور کوئی غم نہیں۔''

خدائے تعالیٰ ہی یہ فرما رہے ہیں کہ ان کے مردہ ہونے کا گمان نہ کرو یعنی مردہ ہونا تو ایک طرف تمہارے خیال میں بھی یہ بات نہ گزرے کہ وہ مردہ ہیں مقام غور ہے کہ شہیدوں کے متعلق خدائے تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے کہ شہیدوں کو مردہ مت کہو اور نہ گمان کرو پھر افسوس کا مقام ہے کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگ مردہ کہیں۔

حدیث شریف میں ہے جو جہاد میں قتل ہونا شہادت صغریٰ ہے نفس کے ساتھ جہاد کرنا شہادت کبریٰ ہے مقام غور ہے کہ شہادت صغریٰ پانے والوں کی نسبت خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ

''ان کو مردہ مت کہو بلکہ دل میں مردہ گمان بھی نہ کرو۔''

چہ جائے کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا جائے کہ وہ مردہ ہیں۔ نبی کا درجہ بلند ہے نبی کے بعد صدیق، صدیق کے بعد شہید، شہید کے بعد صالحین کا درجہ ہے۔ دیکھو قرآن شریف۔

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ۔

جن کو اللہ تعالیٰ نے نعمت عطا کی اسی نعمت کے لیے پانچوں وقت نماز میں کہتے ہیں:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔

یعنی ان کا رستہ نصیب فرما جن پر تو نے انعام کیا۔ یعنی ان پرانوں کا راستہ۔ اب جو لوگ پرانوں کا راستہ چھوڑ کر نیو فیشن اختیار کرتے ہیں وہ ذرا اس آیت شریف کو غور سے پڑھیں۔ وہ پرانوں کا راستہ تمہارا جدی ورثہ ہے دنیا میں کوئی جاہل سے جاہل بھی اپنا جدی ورثہ نہیں چھوڑتا تو ہم کیسے اپنا جدی ورثہ

چھوڑیں مثلاً حنفیت ہمارا جدی ورثہ ہے۔ ہمارے والدین بھی حنفی۔ پھر استادوں کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ بھی حنفی۔ حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ بھی حنفی۔ ہم کو تو تین طرف سے جدی ورثہ پہنچتا ہے۔ ہم کس طرح یہ تین جدی ورثہ چھوڑ سکتے ہیں بڑی سخت غلطی پر وہ لوگ ہیں جو اپنا جدی ورثہ صراط المستقیم چھوڑ کر گمراہ ہو کر پگڈنڈیوں میں ٹھوکریں کھاتے پھریں۔ اَللّٰھُمَّ اَحْفَظْنَا مِنْ کُلِّ بَلَآءِ الدُّنْیَا وَ عَذَابِ الْاٰخِرَۃِ۔

-5 ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں حاضر تھا۔ ایک شخص کریم بخش نامی لاہوری جو بارہ سال سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں مقیم تھا مواجہ شریف کے سامنے سلام پڑھ کر کھڑا تھا۔ فقیر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے مکان پر لا کر اسے ایک کرتہ دیا میرے ایک رفیق نے اس کو قیمتی کوٹ دیا۔ ایک نے پگڑی دے دی اور ایک نے پاجامہ دیا۔ ایک نے چادر دے دی، اس نے سارے کپڑے چادر میں لپیٹ لیے اور کپڑے لپیٹتے وقت کہا کہ جب آپ نے میرا ہاتھ پکڑا تھا اس وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت کپڑے پھٹ گئے ہیں اس نے کپڑے لپیٹ کر حرم شریف میں جا کر مواجہ شریف میں رکھ کر غسل کر کے وہی کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر دربار میں حاضر ہو کر دست بستہ کھڑے ہو کر عرض کی کہ حضور کپڑے مل گئے ہیں دیکھ لیں۔

فقیر دوسرے سال پھر مدینہ منورہ میں حاضر ہوا وہ کریم بخش ملا فقیر کو پہلی بات یاد تھی۔ پھر میں نے آدمی کو کہا کہ اس کو کپڑے دے دو۔ کپڑے نکالے تو اس میں کشمیری ٹوپی نکل آئی۔ میں نے کہا یہ بھی دے دو تو اس اللہ کے بندے نے کہا کہ آج میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی تھی کہ ٹوپی

پھٹ گئی ہے۔

پھر میاں کریم بخش لاہوری نے کہا کہ مجھے مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے بارہ سال ہوئے پہلے سال مجھے علم نہیں ہوا۔ پورے سال کے بعد یہ مسئلہ میری سمجھ میں آیا کہ رحمۃ للعالمین کا دربار موجود ہے اور حضرت ﷺ نے فرمایا ہے:

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَ اللّٰهُ يُعْطِي۔ (بخاری شریف)

یعنی خزانچی میں ہوں اور داتا رب ہے۔ اس کے بعد گیارہ برس گزر گئے، میں نے کسی انسان کے پاس کسی معاملہ میں کوئی سوال نہیں کیا۔ جب ضرورت ہوئی تو حضور ﷺ کی جناب میں جا کر عرض کیا پانچ منٹ نہ گزرتے کہ میری مراد پوری ہو جاتی۔

سب کچھ ملا جو مل گئی اس در کی حاضری
گو ملک و مال و خویش و وطن سے جدا ہوا
قابل تھا نار کے مجھے جنت ہوئی نصیب
اس در کی حاضری سے تو قسمت بدل گئی

وہاں حاضر ہونے سے جہنمی بھی جنتی بن جاتے ہیں اور قسمت بدل جاتی ہے۔

8- پچاس سال پہلے میرا ایک رفیق پنجاب کا رات کو حرم شریف میں شب باش ہوا۔ اس طرح کہ ترکوں کے زمانہ میں رات کو کسی کو حرم شریف کے اندر رہنے کی اجازت نہ تھی۔ جب تک کہ شیخ الحرم حکم نہ دیں مجھے چار آدمی اپنے ساتھ حرم شریف میں رکھنے کی اجازت تھی میرے ساتھ تین آدمی تو موجود تھے میں نے اس کو کہا کہ چوتھا تو رہ جا۔ اس دن روزے سے تھا۔ روزہ کھولنے کے بعد اس نے کھانا نہیں کھایا تھا ع

کی نماز پڑھنے کے بعد میرے ساتھ حرم شریف میں گیا اندر رات گزاری۔ فجر کو میرے ڈیرے میں آ کر کہنے لگا کہ رات کو بڑا عجیب تماشا ہوا کہ پچھلی رات ہوئی تو میں نے حضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت بھوک سے بڑی تکلیف ہو رہی ہے اتنے میں ایک سفید لباس والے بزرگ تشریف لائے اور مجھے فرمایا کہ جھولی کر، میں نے جھولی کی تو انہوں نے میری جھولی میں کھجوریں جو سیر بھر کی ہوں گی ڈال دیں تو میں نے پیٹ بھر کر کھا لیں۔ میں نے کہا کہ کہیں میرے لیے بھی دو چار کھجوریں رکھتا کہنے لگا کہ کھجوریں کھا چکنے کے بعد یاد آیا۔ چشم دید واقعہ کا انکار کفر ہے۔ میں نے کہا حضور نبوی ﷺ کے دربار کی کھجوریں تجھ کو مبارک ہوں۔

9- ایک مرتبہ فقیر مصر کی راہ سے مدینہ منورہ میں حاضر ہوا بمبئی سے لے کر مصر تک وضو کے لیے میٹھا پانی نہیں ملا۔ سمندر کے کڑوے پانی سے وضو استنجا کرتا رہا، کڑوے پانی کے لگنے سے چوتڑوں وغیرہ میں رانوں میں زخم ہو گئے اور اوپر کا چمڑا باریک اتر گیا اور اندر سے خون کا بہنا شروع ہوا اور خون لگ لگ کر کپڑا پلید رہتا تھا۔ مدینہ منورہ میں دربار میں حاضر ہوا۔ مغرب کی نماز کے بعد میں نے عرض کی کہ یہ تو میں جانتا ہوں کہ اس دربار میں حاضری دینے کے قابل نہیں تھا۔ یہ بڑی خوش نصیبی ہے کہ مجھ کو حاضری نصیب ہوئی۔ مگر بے وضو میں یہاں حضور ﷺ کی بارگاہ میں نہیں ٹھہر سکتا۔ یہ زخم ہر وقت جاری رہتا ہے مجھے فرمایا کہ ان زخموں کو آب کوثر سے دھو ڈال (آب کوثر ایک چھوٹی سی باولی ہے جو حرم شریف کے اندر بیر فاطمہ کے نام سے موجود ہے۔)

فقیر ادھر گیا۔ پانی پلانے والے چھوٹی چھوٹی ٹھلیاں رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک ٹھلیا لے لی۔ (پہلے تو خیال آیا کہ یہ پاک پانی اور زخم غلیظ ہے پھر خیال آیا کہ یہ تو میں حکماً کر رہا ہوں۔) اور ذرا پرے ہٹ کر ایک ران پر ایک چلو اور دوسری ران پر ایک چلو لیپ کر دیا اور نماز عشاء کے بعد گھر جا کر لیٹ گیا۔ فجر کو اٹھا تو زخم کا کہیں نام ونشان نہیں تھا۔ بدن آئینہ کی طرح چمک رہا تھا اس وقت سے آج تک باسٹھ برس ہوئے کوئی پھوڑا پھنسی اعضا میں نہیں ہوئی۔

-10 میرے استاد حضرت مولانا مولوی عبد الحق صاحب جو محدث مفسر کے علاوہ مکہ شریف والے کہتے تھے کہ یہ قطب زمانہ ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں مدینہ منورہ میں حاضر تھا ظہر کی نماز پڑھ کے میرے دل میں خیال آیا کہ میں حضرت ﷺ کا مہمان ہوں۔ حضرت نے میری دعوت نہیں کی۔ یہ خیال اس وقت آیا جب کہ میں مواجہ شریف کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ ادھر دل میں خیال آیا اور پانچ منٹ نہ گزرے کہ ایک بدو آیا اور کہا کہ رات کو مولوی صاحب آپ کی دعوت ہے۔ میں نے کہا میں کسی کی دعوت نہیں کھایا کرتا اس بدو نے کہا میں اپنی طرف سے نہیں کرتا۔ حضور ﷺ آپ کی دعوت کرتے ہیں۔ وہ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ وہ بدو مغرب کی نماز مسجد نبوی میں پڑھ کر مولوی صاحب کو ہمراہ لے کر بارہ میل تک مدینہ منورہ سے شمال کی جانب پہاڑ میں لے گیا۔ مولوی صاحب کی اسی برس کی عمر تھی۔ بدو وہاں اپنے مکان میں اپنی عورت سے پوچھا کہ کیا کھانا تیار ہے اس نے کہا نہیں۔ مولوی صاحب نے دل میں خیال کیا روزہ رکھا ہے اتنی دور سے آئے ہیں صرف افطار

کیا تھا۔ یہاں پہنچے تو کھانا ندارد معلوم نہیں کیا حال ہوگا۔ اتنے میں بدو باہر گیا اور ایک پیالہ شہد کا بڑا کہ اس میں دودھ گھی تھا شکر تھی اور کوئی نعمت اور بھی تھی مجھے دیا اور میں نے پی لیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ جو لذت اس کے پینے سے مجھے ملی ساری عمر اس سے پہلے یا بعد کبھی نصیب نہ ہوئی اس کے بعد بدو نے کہا کہ میں بھی کچھ کھاتا ہوں اور پانچ آدمیوں کا کھانا حرم شریف لے جانا ہے۔ لے کر۔ آپ کو ساتھ لے کر چلتا ہوں پھر وہ حرم شریف کے مولوی صاحب کو ساتھ لے کر چلا۔ حرم شریف میں مولوی صاحب کو داخل کر کے دوسروں کو کھانا پہنچانے کے لیے وہ بدو چلا گیا۔ حرم شریف میں روشنی بہت سی موم بتیوں کی تھی فانوس جل رہے تھے مولوی صاحب کے دل میں خیال آیا کہ اچھی دعوت ہوئی بارہ میل گئے بارہ میل آئے۔ چوبیس میل کا سفر ہوا مغرب اور عشاء کے درمیان جو وظائف پڑھتا تھا وہ فوت ہوئے۔ عشاء کی نماز باجماعت ترک ہوئی۔ تراویح کی جماعت بھی جاتی رہی۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا وقت ہے لوگوں نے کہا ابھی تو مغرب کی نماز سے فراغت ہوئی ہے۔ عشاء کی تیاری ہو رہی ہے۔ چوبیس میل کا سفر کیا۔ ایک گھنٹے تک بدو کے مکان میں ٹھہرے رہے۔ واپس ہوئے تو وہی وقت تھا جب کہ چلے ہیں۔ مولوی صاحب بڑے حیران ہوئے۔ دعوت کا خیال آیا ہی تھا کہ دعوت بھی ہوئی اور اس طور پر کہ جس کی اوپر تفصیل ہے۔

-11 کوئی پچاس برس کا واقعہ ہے کہ فقیر رات کو مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں شیخ الحرم کی اجازت سے شب باش ہوا۔ اس رات کو دلائل الخیرات

شریف اور موم بتی جو سرکاری طور پر اندر رہنے والوں کو ملتی ہے مجھے دے دیں۔ کیونکہ رات کو عشاء کی نماز کے بعد حرم شریف میں بتیاں بجھا دی جاتی تھیں۔ کسی کو اندر رہنے کی اجازت نہیں ہوتی حضرت امجد حیدر آبادی فرماتے ہیں:

ہے فیض کی تجلی گہری اندھیریوں میں
بکتا ہے رات ہی کو سودا تیری گلی میں
کس چیز کی کمی ہے مولا تیری گلی میں
دنیا تیری گلی میں عقبیٰ تیری گلی میں

ایک بجے رات کو جب میں دلائل الخیرات پڑھ رہا تھا تو حضرت خواجہ ضیا معصوم صاحب کابلی نے جو قائم اللیل اور صائم الدھر تھے اور ان کو اندر رہنے کی اجازت تھی مجھ سے فرمایا کہ کل رات ریاض الجنۃ میں دلائل الخیرات شریف پڑھ رہا تھا تو حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود تشریف لائے مجھے فرمایا کہ شویہ شویہ یعنی آہستہ آہستہ پڑھو۔ پس میں تم سے کہتا ہوں کہ آہستہ آہستہ پڑھو۔

12- میرا رفیق حاجی مہتاب الدین صوبیدار جو گھر سے ہی میرے ہمراہ آیا تھا مدینہ شریف پہنچ کر اس کے پیر پر پھوڑا نکل آیا۔ اس کی وجہ سے اٹھنے بیٹھنے سے بھی معذور تھا۔ ساری ٹانگ سوج گئی تھی۔ بزرگ آدمی تھا ایک دن میں نے اس کو کہا کہ اگر تو بھی رات کو حرم شریف کے اندر رہنا چاہے تو تیرے لیے بھی اجازت لے لی جائے۔ اس نے کہا مجھے چلنے کی استطاعت نہیں ہے میں نے کہا کہ دو آدمی اٹھا کر لے چلیں گے۔ دو آدمی اس کو اٹھا کر حرم شریف میں لے آئے رات اس نے وہاں گزاری اس کے ایک دن بعد مدینہ شریف سے رخصت ہوئے تو رفیق

نے کہا کہ میں آپ کا بڑا شکر گزار ہوں کہ آپ مجھ کو رات گزارنے کے لیے اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ میری ٹانگ اچھی ہو گئی۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کے حضور میں گھر سے دو ٹانگ لے کر چلا تھا۔ اب ایک ٹانگ لے کر واپس جاؤں گا دوسری ٹانگ کاٹی جائے گی۔ فجر کی نماز پڑھ کر بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور مجھے کہا کہ میرے ساتھ بازار چل۔ مرہم دلا دوں گا تو اس کو پھوڑے پر لگا دینا۔ میں نے کہا میں چل نہیں سکتا اس وجہ سے کہ ٹانگ سوج گئی ہے۔ اس نے کہا کہ تو یہیں ٹھہر جا۔ میں خود مرہم لا کر دوں گا۔ وہ گیا تھوڑی دیر کے بعد مرہم لے کر آیا اور کہنے لگا کہ پہلے جس جگہ پھنسی تھی اسی جگہ لگاؤ۔ میں نے حرم شریف ہی میں مرہم لگا دیا اور تھوڑی دیر بیٹھا رہا۔ اس عرصہ میں میرے بدن کی سوج بالکل جاتی رہی اور پھوڑا بھی بالکل چنگا ہو گیا۔ یہ میرا چشم دید واقعہ ہے اور یہ سارے چشم دید واقعے ہیں۔

-13 حضور ﷺ نے فرمایا کہ معراج کی رات کو میں نے موسیٰ علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا آدم علیہ السلام کو پہلے آسمان پر دیکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی دیکھا۔

-14 انبیاء کے جسم کو زمین نہیں کھاتی اور نہ چھوتی ہے۔

-15 انبیاء قبروں میں نماز پڑھتے ہیں سردار انبیاء کی نسبت خیال کرو کہ کیا درجہ ہو گا۔

-16 رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن یا شب جمعہ مجھ پر سو مرتبہ درود شریف بھیجے گا اس کی سو حاجتیں پوری ہوں گی، ستر آخرت کی، تیس دنیا کی۔ پھر اس کے لیے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر کرے گا۔

جو اس تحفہ کو میری قبر میں پیش کرے گا۔ جس طرح کہ تم پر تحفے پیش کیے جاتے ہیں۔ بے شک میرا علم میری وفات کے بعد بھی ویسا ہی ہو گا جیسا کہ میرا علم میری زندگی میں ہے وہ فرشتہ درود شریف پڑھنے والے کا نام ونسب مجھے بتائے گا۔ میں اس کو اپنے پاس روشن صحیفہ میں ثبت کرلوں گا۔

-17 رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص محبت سے درود شریف پڑھے اس کو میں اپنے کانوں سے سنتا ہوں۔

-18 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر سلام بھیجے گا میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔

-19 حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے پردہ کرنے کے بعد بھی بے شک زندہ ہیں اور اپنی نبوت پر قائم۔ اپنی امت کی طاعت و نیکی سے خوش ہوتے ہیں اور گناہ و نافرمانی سے غمگین۔

-20 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حی و زندہ ہونا قبر شریف میں اور استماع حالت حیات و ممات میں اور واقف ہونا احوال زائرین سے بلکہ تمام امت کے احوال خیر و شر کا پیش ہونا حضور میں۔ خصوصاً جمعہ کے دن درود شریف، اہل محبت کو سمع شریف سے سننا اور روضہ شریف پر حاضر ہو کر یا اپنے مقام سے جو مراد و مطالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگی جائیں وہ پوری ہوتی ہیں۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مذکورہ بیانات کافی ہیں۔

معراج شریف

جس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج شریف میں تشریف لے گئے ہیں۔ اس

کے نسبت دو فریق ہو گئے ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ خواب میں گئے۔ دوسرا کہتا ہے کہ جسم پاک کے ساتھ حالت بیداری میں گئے جو فریق یہ کہتا ہے کہ خواب میں گئے وہ اپنی دلیل میں کشش ثقل بیان کرتا ہے۔ یعنی جو چیز وزن رکھتی ہے وہ اوپر سے نیچے زمین کی طرف گر جاتی ہے۔ نیچے سے اوپر جا کر ٹھہر نہیں سکتی۔ اس دلیل کو جرمن نے غلط ثابت کر دیا۔ جرمن نے ایک ہوائی جہاز ایجاد کیا ہے جو گھنٹے میں کئی سومیل کا سفر طے کرتا ہے۔ اس کا کوئی انکار نہیں کرتا اور ادھر انکار کیا جاتا ہے کہ کیسے ہوا پر چلے گئے۔ اتنی جلدی کیسے چلے گئے ادھر پڑھتے ہیں کہ

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر۔

جرمن کی قدرت کے تو قائل ہیں کہ جرمن ایک گھنٹہ میں کئی سومیل سفر طے کر سکتا ہے مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قائل نہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

نیز ایک اور دلیل پیش کی جاتی ہے کہ مائی صاحبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ فرماتی ہیں کہ آپ کا جسد مبارک ہم سے جدا نہیں ہوا۔

مَا فَقَدَ جَسَدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم۔

گھر کا گواہ ہی یہ کہتا کہ آپ کا جسم میرے پاس سے جدا نہیں ہوا۔ تو جسمانی معراج کیسے ہوا۔ جو لوگ جسمانی معراج سے انکار کرتے ہیں وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں حدیث بالا پیش کرتے ہیں۔ یہ حدیث بالکل غلط ہے کیونکہ معراج شریف مکہ میں ہوا۔ اس وقت مائی صاحبہ کی عمر 6 برس کی تھی۔ ابھی کاح نہیں ہوا تھا۔ تین سال کے بعد مدینہ منورہ میں نکاح ہوا۔

نوٹ: ابوجہل بھی روح کے جانے کا انکار نہیں کرتا جسم کے جانے کا انکار کرتا ہے

نیز دیکھو قرآن شریف پندرھواں پارہ سورۃ بنی اسرائیل:

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔

اس آیت شریف کو خدائے تعالیٰ نے سبحان کے لفظ سے شروع کیا ہے۔

عرب شریف کا یہ محاورہ ہے کہ برأت استہلال کے لیے جو کوئی اہم مضمون بیان کرنا ہوتو اس کے پہلے وہ لفظ لے آتے ہیں جیسے سبحان، اس کے معنی کیا ہیں؟ بہت پاک وہ ذات، اس کلمہ کے معنی سے یہ ثابت ہوا کہ اس کے بعد کوئی مہتمم بالشان امر ہونے والا ہے وہ کیا ہے جو مہتمم بالشان امر ہے۔ ''الذی اسریٰ'' وہ پاک ذات جس نے رات کو سیر کرائی دن کی سیر کو اسریٰ نہیں کہا جاتا اسریٰ کے معنی رات کو سیر کرانا ہے۔ رات کو سیر کرائی کس کو اپنے عبد کو اس لفظ ''عبد'' کے آنے سے دونوں فریق کی بحث ختم ہوگئی۔ ''عبد'' نہ تو صرف جسم کو بالا اور نہ صرف روح کو بلکہ دونوں کے مجموعہ کا نام ''عبد'' ہے۔

اس آیت شریف سے ثابت ہوگیا کہ آپ اسی جسم کے ساتھ معراج میں تشریف لے گئے۔ معراج شریف خواب کا نام ہوتا تو بجائے ''عبدہ'' کے ''روحہ'' ہونا چاہئے تھا۔

خواب جو دیکھی جاتی ہے وہ روح کے ساتھ ہوتی ہے جسم کے ساتھ نہیں ہوتی۔ اس آیت شریف سے ثابت ہوا کہ جسد اقدس کے ساتھ تشریف لے گئے۔ نہ کہ خواب میں۔

خدا رازق مطلق ہے

-1 قیامت کے دن نو حصہ مخلوقات اس وجہ سے عذاب میں پکڑی جائے گی کہ اس کو خدائے تعالیٰ کی رزاقیت پر ایمان نہیں تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے آٹھ ہزار برس پہلے ہر ایک دانے پر اس کے کھانے والے کا نام رب نے لکھ دیا ہے۔ پس دل میں ایمان لانا چاہئے کہ وہی ہمارا رازق ہے۔ یہی ایک مسئلہ نہ سمجھنے سے لاکھوں گمراہ ہو گئے۔

ہر ایک مومن کا فرض ہے کہ وہ اس بات پر اعتقاد کرے کہ میرا ایک رازق ہے۔ رب کے معنی عربی میں پالنے والا، رزاق کے معنی رزق دینے والا ہے۔ رب نے جو رزق مقرر کر دیا ہے یہ ہزار محنت وکوشش کرے ایک دانہ نہیں بڑھتا اور بغیر محنت وکوشش کے بیٹھا رہے تو ایک دانہ کم نہیں ہوتا۔ مال بڑھ سکتا ہے مگر رزق نہ بڑھتا ہے نہ کم ہوتا ہے۔ جتنا قسمت میں لکھا ہوا ہے اتنا ضرور پہنچے گا۔

برسرِ ہر دانہ بنوشتہ عیاں
کیں فلاں ابن فلاں ابن فلاں

مولانا روم فرماتے ہیں:

رزق تو برتوز تو عاشق تر است

-2 صبح سے شام تک لوگ تشویش کرتے ہیں کہ ہمیں رزق کی تکلیف ہے کافی نہیں ہوتا۔ اس کے کیا معنی کیا وہ رزاق قادر نہیں جو ماں کے پیٹ میں دیتا رہا اور باہر لا کر کیا بھول جائے گا۔

مکہ شریف میں دو بزرگ آئے بخارا شریف کے۔ مکہ شریف کے

بزرگوں نے ان سے بخارا کے بزرگوں کا حال دریافت کیا انہوں نے کہا کہ مل جائے تو کھاتے ہیں ورنہ خاموش رہتے ہیں۔ مکہ شریف والوں نے کہا ہمارے کتے بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ مکہ شریف والے مل جائے تو دوسروں کو دے کر کھاتے ہیں نہ ملے تو شکر کرتے ہیں۔

بخارا کے بزرگوں نے کہا کہ ساری زمین پر کچھ نہ پیدا ہوتو ہم کو کچھ فکر نہیں، مکہ والوں نے کہا کہ تمہارا ایمان پورا نہیں، تم زمین اور تردد پر ایمان رکھتے ہو اور خدائے تعالیٰ کی زبان پر بھروسہ نہیں کہ فرماتا ہے:

وَ فِيْ السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنِ وَ مَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔

پھر ہم کو رزق کا فکر و غم کیوں کرنا چاہئے غم وہ کرے جس کا رب نہ ہو۔ زبان سے تو کہتا ہے کہ میرا رب ہے۔ دل میں بھی اس کا یقین ہو جائے تو پھر کیا ہی بات ہے۔

-3 پنجاب میں ایک بزرگ گزرے ہیں فرماتے ہیں کہ دیا ہوا تو مالک کا کھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم محنت کرتے ہیں، کماتے ہیں تو کھاتے ہیں۔ مالک کی رزاقیت پر ایمان نہیں۔

-4 مشرک وہی ہے جس نے خزانچی کو داتا سمجھ لیا۔ داتا داتا ہے۔ خزانچی خزانچی، داتا رب ہے اور حضور ﷺ خزانچی، حدیث:

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَ اللّٰهُ يُعْطِيْ۔

-5 میرے استاد نے پڑھا:

"رزق ہر چند بے گماں برسید، شرط عقل است جستن از درہا۔"

ان کے بڑے بھائی نے کہا معنی غلط ہیں:

''رزق ہر چند بے گماں برسد، شرط عقل است جستن اسد رہا۔''

عقل کا یہ تقاضا ہے کہ مخلوق کے دروازے کود جائے، جب تک اس کی نگاہ مخلوق کے دروازہ پر ہے اس کا ایمان پورا نہیں۔

6- حضرت بہاؤ الدین آملی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ کامل گزرے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ایک بزرگ تھے غار میں جا کر بیٹھ گئے ان کو خدائے تعالیٰ کی بارگاہ سے دونوں وقت کھانا آجاتا تھا۔ شیطان نے آ کر کہا کہ بھوکے مر جاؤ گے وہ باہر گئے۔ سوال کیا دو روٹیاں ملیں کتا پیچھے لگ گیا ایک روٹی ڈال دی پھر پیچھے لگا تو دوسری بھی ڈال دی۔ بزرگ نے کہا تو بڑا بے حیا ہے وغیرہ وغیرہ کتے نے کہا کہ تو بے حیا ہے یا میں، تجھ کو رب روزانہ کھانا دیتا رہا تو اس کے دروازہ پر پڑا رہا ایک دن نہ دیا تو اس کا دروازہ چھوڑ کر دوسروں کے دروازے پر گیا مجھ کو دیکھ کہ جس مالک کے گھر پر پڑا رہتا ہوں وہ اگر کئی کئی دن بھی نہیں دیتا ہے تو میں اس کا دروازہ چھوڑ کر دوسرے کے دروازے پر نہیں جاتا۔

7- خدائے تعالیٰ نے ہم کو ماں کے پیٹ میں بھی غذا دی ہے غذا منہ کے راستہ نہیں دی بلکہ نال کے ذریعہ دی۔ اس وجہ سے کہ منہ سے زبان سے کلمہ پڑھتا تھا۔

8- اولاد کا کیا رب رازق نہیں ہے اولاد کا فکر تم کیوں کرتے ہو۔ ایک بزرگ مرنے لگے ان کا تین برس کا ایک فرزند تھا لوگوں نے دریافت

کیا کہ فرزند کے لیے کیا کہتے ہو۔ جواب دیا ان کا مالک میں نہیں ہوں ان کا مالک اللہ ہے وہی ان کا رازق ہے رب کی رزاقیت پر ایمان ہے تو پھر فکر کس کا ہے۔

بہ ناداں آنچناں روزی رساند
کہ دانا اندر آں حیراں بماند

بشر مثلکم

آج کل کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ ہم جیسے بشر ہیں۔ ان لوگوں نے حضور ﷺ کی ذات پاک کو ظاہر پر قیاس کر لیا۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ تَرَاهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَ هُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ۔

(پ۹، آخری رکوع سورۃ اعراف)

یعنی ظاہری آنکھوں سے تو وہ آپ کو دیکھتے ہیں لیکن دل کی آنکھیں ان کی اندھی ہیں۔ وہ دل کی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے۔

ابوجہل اشد اندھا کہاں دیکھا محمد ﷺ کو
جو صدیقوں نے دیکھی ہے وہ صورت مصطفیٰ کی ہے

-2 کافروں نے آپ کو ظاہری آنکھوں سے دیکھا اور اپنے اوپر قیاس کر کے آپ کو اپنا ہم مثل سمجھا اور یہ کہا:

وَ قَالُوْا مَا لِهٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ یَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ۔ (پ ۱۸، سورۃ فرقان، پہلا رکوع)

ترجمہ: ''کیا ہے اس رسول کے لیے جو کھاتا ہے کھانا، اور پھرتا ہے بازاروں میں۔''

اس پر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ۔

ترجمہ: ''دیکھو یا رسول اللہ! یہ کیسی کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں۔''

ان کافروں نے اپنے اُوپر قیاس کر کے آپ ﷺ کو اپنے ہم مثل سمجھ رکھا ہے۔ کافروں کے اس کہنے پر بارگاہ الٰہی سے کیا حکم ہوتا ہے؟ خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں: فَضَلُّوا یعنی جنہوں نے یا رسول اللہ ﷺ آپ کو اپنی مثل سمجھ لیا وہ ہمیشہ قیامت تک گمراہ ہو گئے۔ آگے خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں: فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا۔ یعنی ان کی راہِ راست پر آنے کی ان سے استطاعت چھین لی گئی وہ توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول نہیں وہ مرتد ہو گئے۔ بشر مثلکم کے متعلق رسالے لکھنے والے اس آیت شریف کو غور سے پڑھ لیں، کافروں نے کہا:

ا- مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَ يَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ۔ (پ ۱۸، سورۃ مومنون، رکوع ۳)

ترجمہ: ''نہیں ہے یہ مگر تم جیسا بشر، وہ کھاتا ہے جیسا تم کھاتے ہو، وہ پیتا ہے جیسا تم پیتے ہو۔''

ب- فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ (پ ۱۸، سورۃ مومنون، رکوع ۲)

ترجمہ: ''انہوں نے کہا کہ یہ بشر ہو کر ہم کو ہدایت کریں گے۔''

توضیح: جنہوں نے پیغمبروں کی نسبت بشر کا لفظ استعمال کیا ان کے لیے آیت شریف: فَقَالُوْا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا میں کیا حکم ہوا؟ فرمایا: فکفروا ''وہ کافر ہو گئے۔'' سارا قرآن شریف اول سے آخر تک پڑھ جاؤ۔ خدائے تعالیٰ نے کسی کے کفر کا فتویٰ نہیں دیا مگر ان کے بارے میں جنہوں نے پیغمبروں کی نسبت بشر کا

لفظ استعمال کیا، جتنے باطل فرقے ہیں وہ اس مضمون کو غور سے دل کی آنکھیں کھول کر پڑھیں اور اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کریں از سرنو اسلام میں داخل ہوں۔ وَ مَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ۔

اس وقت کافروں نے پیغمبروں کی نسبت کا لفظ کہا تھا افسوس ہے کہ اب مسلمانوں نے کہنا شروع کیا ہے۔

-3 قرآن شریف پارہ ۲۲ سورۃ احزاب رکوع ۴: يَا نِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ۔ یعنی خدائے تعالیٰ امہات المؤمنین کو خطاب کر کے فرماتے ہیں: اے حضرت کی ازواج مطہرات نہیں ہو تم مثل کسی عورت کے عورتوں میں سے۔ پھر خدائے تعالیٰ فرما رہے ہیں۔ اس بارے میں مفسرین لکھتے ہیں کہ امہات المؤمنین کی نسبت آپ کی طرف ہو گئی اس لیے دنیا کی کوئی عورت امہات المومنین کی مثل نہیں اور امہات المومنین دنیا کی کسی عورت کی مثل نہیں۔ اس آیت شریف کے کیا معنی ہوئے؟ یہ کہ جس چیز کی نسبت آپ ﷺ کی ذات پاک کی طرف ہو جائے وہ بھی دوسروں کی مثل نہیں ہو سکتی، چہ جائیکہ آپ ﷺ کی ذات پاک دوسروں کی مثل ہو۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

-4 خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ (پارہ ۱۴، ربع اول، رکوع ۳) جتنے پیغمبر گزرے، یعنی کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ان سب پیغمبروں کی کم وبیش امتیں تھیں مگر تم سب سے بہتر ہو، کون فرماتا ہے؟ خدائے تعالیٰ، جب خدائے تعالیٰ کے فرمانے کے مطابق حضرت ﷺ کے غلام سارے پیغمبروں کی امت سے بہتر و افضل و اعلیٰ ہوتے ہیں تو کیا وہ رحمۃ

للعالمین سب سے اعلیٰ و اشرف نہ ہوں گے۔ امم سابقہ کے لوگوں کی عمریں ہزار ہزار برس کی تھیں وہ ہزار برس تک عبادت کرتے رہتے تھے۔ ان کی عمریں اور عبادتیں زیادہ مگر خیر امۃ کا خطاب و مرتبہ ہم کو بخشا گیا۔ کیوں؟ اس لیے کہ ہماری نسبت آپ کی ذات پاک سے ہوگئی ہے۔

بارہا گفتندوی گویند و گفتن واجب است
بعد حق افضل توئی اشرف توئی اعلیٰ توئی
نے خدا گویم ترانے حق بہ شکل آدمی
بندہ مولا توئی ہم بندہ را مولا توئی

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رب کے بندے اور باقی سب کے مولیٰ۔

کاش بشر مثلکم کی رٹ لگانے والے بھولے سے ہی اس آیت شریف کو پڑھ لیں۔ انشاء اللہ ان کی تشفی ہو جائے گی۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا۔

(پ۲۲، سورۃ احزاب، رکوع ٦)

اس آیت شریف میں خدائے تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سات خطابوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ پہلے نبی پھر رسول، پھر شاہد، پھر مبشر، پھر نذیر، پھر داعی الی اللہ، پھر سراجا منیرا۔ آپ کے ہم مثل ہونے کے مدعی جو لوگ ہیں، ان سے پوچھتا ہوں کہ ان کو ان میں سے کونسا خطاب بخشا گیا اگر کوئی خطاب ان میں سے نہیں بخشا گیا تو مدعیان مثلیت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل کس طرح ہو سکتے ہیں؟

5- قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ۔ (پ۳ سورۂ آلِ عمران رکوع ۱۱) خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فرما دیجئے ان لوگوں سے جو دعوے

کرتے ہیں خدائے تعالیٰ کی ذات کی محبت کا اگر وہ دعویٰ کرتے ہیں تو اس کو طریقہ ہم بتاتے ہیں وہ یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، اس وقت جس پیغمبر کے پیچھے لگ کر بارگاہ الٰہی میں پہنچ جانا تھا پہنچ جاتے تھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو فرما دیجئے کہ وہ دروازے تو بس بند ہو گئے صرف ایک میرا دروازہ کھلا ہے جو قیامت تک کھلا رہے گا، اب اگر تم بارگاہ الٰہی میں پہنچنا چاہتے ہو تو میرے پیچھے لگ کر چلے آؤ۔ اتباع کے معنی ہیں قدم بہ قدم چلنا۔ کسی کے پیچھے لگ کر چلنا اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ تم میری تابعداری کرو گے تو خدا تم کو اپنا محبوب بنالے گا تمہارے سارے گناہ بخش دے گا اس کی ذات بڑی غفور الرحیم ہے کیا مدعیان مثلیت کی اتباع بھی وہی نتیجہ پیدا کرے گی جس کا اوپر ذکر ہے۔

6- قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ۔ (پ ۱۶، آخری سورۃ کہف)

خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ میں تم جیسا بشر ہوں مگر میری طرف وحی آتی ہے۔ بے سمجھوں نے بشر مثلکم کو لے لیا یوحی الی کو چھوڑ دیا۔ پنجاب میں ایک شخص تھا نماز نہیں پڑھتا تھا ایک بزرگ نے اس سے کہا تو نماز کیوں نہیں پڑھتا، قیامت کے دن سب سے پہلے پرسش نماز کی ہوگی مسلم اور کافر میں فرق ظاہری صرف نماز ہی کا ہے تو اس شخص نے کہا کیا تو نے قرآن پاک میں نہیں پڑھا: لا تقربوا الصلوٰۃ۔ بزرگ نے فرمایا اس کے آگے پڑھو۔ اس شخص نے جواب دیا سارا قرآن تیرے باپ کو ہی یاد ہوگا اور اس پر تیرے باپ نے ہی عمل کیا ہوگا، مجھے تو عمل کے لیے لا تقربوا الصلوٰۃ

ہی کافی ہے اسی طرح بے سمجھوں نے بشر مثلکم کو لے لیا یوحی الی کو چھوڑ دیا۔

7- قرآن شریف میں ستر جگہ اپنے نام کے ساتھ خدائے تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یاد فرمایا ہے اور ستر جگہ اپنا نام پھر حضرت ﷺ کا نام فرمایا ہے۔ مدعیان مثلیت کا نام ایک جگہ بھی نہیں۔ وہ ثابت کریں کہ ان کو کس جگہ خدائے تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے۔ ایک ہی جگہ ثابت کریں مگر ثابت نہ کریں تو حضرت ﷺ کے مثل کیسے ہو سکتے ہیں۔

احادیث شریف

8- صحیح بخاری شریف: لَسْتُ كَاَحَدِكُمْ۔

ترجمہ: ''میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں۔''

9- صحیح بخاری شریف: اَيُّكُمْ مِثْلِيْ۔

ترجمہ: ''کون ہے تم میں سے جو میری مثل ہے۔''

10- اَبِيْتُ عِنْدَ رَبِّيْ يُطْعِمُنِيْ وَ يَسْقِيْنِيْ۔

ترجمہ: ''میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں وہی مجھے کھلاتے پلاتے ہیں۔''

میری قوت تمہارے اس کھانے پینے پر نہیں ہے جیسے جبرائیل کی قوت کھانے پر نہ تھی۔

قوت جبرائیل از مطبخ نہ بود
بود از دید از خلاق وجود

11- اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَ اللّٰهُ يُعْطِيْ۔ صحیح بخاری شریف میں وارد ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ عطا کرتا اور میں تمام مخلوق میں تقسیم کرتا ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تمام خزانوں کی کنجیاں عطا فرما دی ہیں اور حضرت ﷺ تقسیم فرماتے ہیں۔ حضرت ﷺ کے ہاتھوں ساری مخلوق کا رزق اور تربیت ظاہر و باطن ہے۔

12- جو دیوانے آپ کے ہم مثل ہونے کے مدعی ہیں وہ دیکھیں صحیح ترمذی شریف کہ حضور سراپا نور ﷺ جس گلی و بازار سے گزر جاتے وہ گلی بازار معطر ہو جاتے۔ ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ جب کبھی ہم آپ کی تلاش میں جاتے تو کسی سے یہ نہ پوچھتے کہ آپ کدھر تشریف لے گئے خوشبو کی ہوا کے طرف رخ کر کے دیکھتے جس طرف سے ہوا کی خوشبو آتی ادھر جاتے تو آپ کی ذات مبارک کو پا لیتے۔ مدعیان مثلیت کے جسم سے تو بغل کی گندگی کی اتنی بدبو آتی ہے کہ اگر وہ نماز باجماعت میں کھڑے ہوں تو دوسروں کو نماز پڑھنی مشکل ہوتی ہے۔ پھر آپ کیسے ہم جیسے بشر ہو سکتے ہیں۔

13- صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایک دن آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ تم صف میں کھڑے ہوتے ہوا پنے پیر برابر نہیں رکھتے، فرمایا کہ تم یہ خیال نہ کرنا کہ میں آگے ہی دیکھتا ہوں میں جیسا آگے دیکھتا ہوں ویسا پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ فرمایا کہ جب صف میں کھڑے ہوا کرو تو جسم ایک دوسرے کے ساتھ لگا رہے پیر برابر کر کے کھڑے رہا کرو۔ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ جیسے آپ سامنے دیکھتے ہیں اسی طرح پیچھے سے بھی دیکھتے تھے۔ ہم تو پیچھے نہیں دیکھ سکتے پھر آپ کی ہم مثل کیسے ہو سکتے ہیں۔

14- قرآن شریف سورۃ یوسف میں وارد ہے مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو ان کے ہاتھ میں سنگترے اور چھریاں تھیں انہوں نے کاٹنے تھے سنگترے اور کاٹ ڈالے اپنے ہاتھ۔ قطعن ایدیھن۔ یعنی زنانِ مصر یوسف کو دیکھتے ہی بے خود ہو گئیں، عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں زنانِ مصر اگر میرے یوسف کو دیکھ لیتیں تو اپنے جگر کاٹ ڈالتیں۔

15- حدیث شریف میں آیا ہے: ''ہزار ہا آدمیوں کا مجمع ہوتا، آپ سب سے اونچے بلند و بالا نظر آتے حالانکہ آپ کا قد مبارک موزوں و متوسط تھا۔

16- مدینہ منورہ میں ایک عورت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری لڑکی کی شادی ہے میں غریب ہونے کی وجہ سے عطر نہیں خرید سکتی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پسینہ مبارک کے چند قطرے اس کو عنایت فرمائے اور دلہن کو لگانے کی اجازت عطا فرمائی۔ صاحب مواہب لدنیہ لکھتے ہیں کہ اس لڑکی کی نسل سے (جو ترکوں میں موجود ہے۔) اب تک خوشبو آرہی ہے۔

17- اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ جو شخص کسی چیز کی نسبت یہ کہہ دے کہ میری یہ چیز ایسی ہے جیسی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی یا یہ چیز میری ان کی مثل ہے اتنا لفظ کہہ دینے سے وہ شخص بے ایمان و کافر ہو گیا۔ پچھلے جتنے اس کے عمل تھے سب برباد ہو گئے اور آگے جو عمل کرے گا وہ قبول نہ ہوں گے تو جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا قیاس کر کے ان کے ہم مثل بنتے ہیں ان کا کیا درجہ ہو گا۔

18- حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم جیسے بشر ہیں یا نہیں؟ جواب میں حضرت امام صاحب نے فرمایا:

مُحَمَّدٌ بَشَرٌ لَا كَبَشَرٍ بَلْ هُوَ يَاقُوْتٌ فِي الْحَجَرِ۔

حضرت ﷺ نے فرمایا میرا ظاہر تمہاری طرح ہے مگر مجھ میں اور تم میں فرق یہ ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے تمہارے پاس وحی نہیں آتی۔

19- بڑے بڑے کاملین ہم مثل ہونا چھوڑ کر اپنے لیے یہ کہتے ہیں کہ

نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم

زانکہ نسبت سگ کوئے تو شد بے ادبی

حضرت قدسی فرماتے ہیں کہ میں بڑا نادم ہوں بڑا شرمندہ ہوں کہ میں نے اپنی نسبت آپ کے دربار کے کتے کے ساتھ کی تھی کہا آپ ﷺ کا دربار اور کجا یہ گنہ گار حضور ﷺ کے دربار کے کتے کی نسبت اپنی طرف کرتے ہوئے کاملین شرمندہ ہوتے ہیں حضرت ﷺ کے ہم مثل ہونے کا دعویٰ ان سے کیا ہو سکے گا۔

ع به بیں تفاوت رہ از کجاست تابہ کجا

ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

20- میں کہتا ہوں کہ ساری دنیا میں مشرق سے مغرب تک چلے جاؤ ایک کی شکل دوسرے کی شکل سے ایک کا رنگ دوسرے کے رنگ سے غرض ہر چیز ایک دوسرے کی مثل نہیں ہے تو حضرت ﷺ کس طرح ہم جیسے بشر ہو سکتے ہیں۔

21- ہم میں اور حضرت ﷺ کی ذات پاک میں از روئے شریعت 27 درجے کا فرق حسب صراحت ذیل ہے۔

سب سے پہلا درجہ بشر کا ہے اس کے اوپر مومن کا۔ مومن کے اوپر ابرار کا اس کے اوپر اخیار کا، پھر مخلصین کا، صالحین، شہداء، متقین، مقربین، اولیاء اللہ، اوتاد، ابدال، نجبا، نقبا، قطب، غوث، تبع تابعی، تابعی، صحابی اصحاب بدر، خلفائے

راشدین، صدیق اکبر، نبی، رسول، اولوالعزم، مصطفیٰ، رحمۃ للعالمین، انسان زیادہ سے زیادہ اس زمانہ میں غوث کے درجہ تک پہنچ سکتا ہے۔ مگر تبع تابعی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ وہ تو دروازہ ہی بند ہو گیا اس کے اوپر کے درجوں تک ہم ہرگز ہرگز نہیں پہنچ سکتے تو پھر حضرت ہم جیسے بشر کیسے ہو سکتے ہیں۔

-22 حضرت کا نام لے کر بچے کا نام رکھتے ہیں ''محمد'' اس نام کی اہانت کے طور پر بچہ کا نام لے کر پکارا جاتا ہے ایک وہ ایمان تھا کہ حضرت سلطان محمود غزنوی نے پکارا ایاز کے بیٹے (جن کا نام محمد تھا اور جن کا مزار لاہور میں سوہا بازار میں موجود ہے) حضرت ایاز بھی کھڑے تھے۔ عرض کی کہ حضرت ﷺ نے میرے بیٹے کا نام لے کر کیوں نہیں پکارا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ جب سے میں بالغ ہوا۔ آپ کا نام مبارک کبھی بے وضو زبان پر نہیں لایا اس وقت وضو نہیں تھا۔ اس لئے تیرے بیٹے کا نام لے کر اس وجہ سے نہیں بلایا کہ اس میں حضرت کا نام داخل تھا۔

لاہور میں نور محمد ایک شخص کا بیٹا تھا۔ اس کا باپ زندہ تھا باپ نے اپنے بیٹے کو نور محمد کہہ کر پکارا۔ نور محمد کا بھی ایک بیٹا تھا اس نے اپنے باپ کو نور محمد کہہ کر پکارا۔ تو لوگوں نے کہا کہ باپ کا نام لے کر پکارنا حرام زادوں کا کام ہوا کرتا ہے۔ پس سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کو حق ہے کہ وہ رسول پاک کو جو چاہے کہہ لے لیکن بندوں کو شرم کرنا چاہئے ایک طرف تو امتی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور دوسری طرف ان پر حملے کرتے ہیں ان کی اہانت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

-23 حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک الوہیت میں ہیں اور حضرت وحدہ لاشریک عبودیت میں ہیں نہ تو اس کا کوئی ثانی نہ ان کا کوئی ثانی۔

-24 آقا اور غلام کبھی برابر نہیں ہو سکتے جتنی مخلوقات ہیں وہ سب آپ کی

غلام اور آپ سب کے آقا لولاك لما خلقت الافلاك، لولاك لما خلقت الدنیا۔ جو کچھ ہوا اسی رحمت للعالمین کا طفیل ہے۔ ایک مرتبہ فقیر مدینہ منورہ میں حاضر تھا۔ اس وقت اونٹ کی سواری تھی۔ ترکوں کی سلطنت تھی، مدینہ منورہ سے رخصت ہو کر چلا آیا، دوسرے دن قافلہ میں ایک شخص بمبئی کا رہنے والا میرا رفیق تھا۔ اس نے مجھ کو کہا کہ میرا حال آپ کو معلوم ہے۔ میں نے کہا نہیں، اس نے کہا کہ میرا نام سیٹھ محمد حسین ہے، بمبئی کا قاضی محلّہ جدید کا رہنے والا ہوں، میری لکڑی کی دوکان ہے۔ مجھے جذام کی بیماری ہو گئی تھی۔ بمبئی میں تمام ڈاکٹر اور یونانی طبیب ویدک سے علاج کرایا۔ سب نے جواب دے دیا پھر پونہ میں جا کر وہاں کے ڈاکٹر اور حکیموں سے علاج کرواتا رہا، کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس وقت تک میرا بیس ہزار روپیہ خرچ ہو گیا۔ سب نے جواب دے دیا ان سے مایوس ہو کر مدینہ منورہ دربار نبوی میں حاضر ہوا۔ پرسوں مغرب کی نماز کے بعد مواجہ شریف میں حضور ﷺ کے دربار میں کھڑے ہو کر رو رہا تھا اور یہ عرض کر رہا تھا کہ حضور ﷺ دنیا کے ڈاکٹروں اور حکیموں نے تو جواب دے دیا کہ تیری بیماری کا کوئی علاج نہیں۔ اب رحمت للعالمین کے دربار میں حاضر ہو گیا ہوں یہ کہہ کر میں زار زار رو رہا تھا آنکھیں بند تھیں جب دعا مانگ کر آنکھیں کھولیں تو میرا بدن آئینہ کی طرح بالکل صحیح وسالم تھا۔

-25 امرتسر کا غلام شیخ نامی بوڑھا آدمی دیوانہ ہو گیا۔ تن بدن کی کوئی ہوش نہ تھی۔ اسی حالت میں وہ مدینہ شریف حاضر ہوا۔ ادھر حضرت کی جناب میں حاضر ہوا اور ادھر دیوانگی جاتی رہی بالکل تندرست ہو کر بوڑھا آدمی

امرتسر واپس آ گیا اور مدت تک صحیح سالم زندگی گزاری۔

-26 ایک دفعہ کا واقعہ ہے فقیر مدینہ منورہ میں حاضر ہوا میں نے مولوی ضیاء الدین صاحب کو جن کے مکان میں فقیر کا بستر ہے اور ہمیشہ ٹھہرا کرتا ہے کہا کہ کوئی حجام بلاؤ انہوں نے بہت اعلیٰ ہندوستانی کاریگر حجام کو بلایا۔ جب وہ چلا گیا تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ اس کا حال آپ کو معلوم ہے میں نے کہا نہیں انہوں نے کہا جہاز میں یہ شخص پہلے نوکر تھا وہاں بڑی معقول تنخواہ پاتا تھا۔ وہاں سے نوکری چھوڑ کر مدینہ منورہ آ گیا جو پیسہ روپیہ اس کے پاس تھا خرچ کرتا رہا جب روپیہ ختم ہو گیا تو حضرت کی جناب میں مغرب کی نماز کے بعد جا کر رونا شروع کر دیا کہ یا حضرت ﷺ جو کچھ اپنے ہمراہ لایا تھا وہ خرچ ہو گیا اب مانگنے کی عادت نہیں۔ بہت دیر تک روتا رہا اور یہ عرض کرتا رہا کہ اب رحمت للعالمین کے دربار میں حاضر ہو گیا ہوں۔ اس رونے کی حالت میں اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور وہ بے خودی کی حالت میں تھا اس کو معلوم ہوا کہ کسی نے اس کے کیسہ میں کوئی چیز ڈالی ہے وہاں سے عرض کر کے باہر نکل آیا کیسہ میں ہاتھ ڈالا تو اس میں تیس پونڈ تھے۔ وہ کھلے دل سے خرچ کرتا رہا اور نیز لوگوں کی حجامت بنانا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ مال دار بن گیا۔ فقیر دوسرے سال حاضر ہوا تو مولوی صاحب نے پھر اسی حجام کو بلایا اس نے مجھے کہا کہ اب میں مال دار بن گیا ہوں۔ مکان بھی اپنا خرید لیا ہے رب نے نیک بیوی بھی بخشی ہے ایک فرزند بھی عطا فرمایا ہے۔ الحمد للہ!

-27 ایک مرتبہ سید ہاشم صاحب جو بہت بزرگ اور ضعیف العمر پنجاب کے

مزار اور اہل بیت کے روضہ منورہ کے مجاور تھے فقیر کے مکان پر تشریف لائے اور فرمایا کہ مکہ شریف والوں کی عادت ہے جب آتے ہیں تو واپسی پر پہلی منزل امیر حمزہ کے مزار شریف پر قیام کرتے ہیں۔ ایک شخص سیدھا سادھا تھا عبد الرحمان نام۔ اس نے اپنے رفیقوں سے پوچھا میں بہت دیر سے یہاں پہنچ گیا ہوں تم نے اتنی دیر کیوں لگائی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم کو رحمۃ للعالمین کے دربار سے برات مل رہی تھی اس کے حاصل کرنے میں ہم کو دیر ہو گئی۔ اس نے جب سنا اسی وقت دوڑتا ہوا پھر مدینہ شریف پہنچا۔ مدینہ شریف وہاں سے تین میل ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں حاضر ہو کر زار و زار رونا شروع کر دیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھیوں کو تو برات مل گئی اور میں محروم رہ گیا بہت دیر تک روتا رہا اسی حالت میں اس کو معلوم ہوا کہ اس کے کیسہ میں کسی شخص نے چھوٹا سا کاغذ ڈال دیا ہے۔ رونے کے بعد باہر نکلا کیسہ سے کاغذ نکال کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا۔

هٰذَا بَرَاتٌ النَّارِ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ۔

''عبد الرحمان کو دوزخ کی آگ سے نجات ہے۔''

وہ پھر دوڑتا ہوا قافلہ میں پہنچا اور اپنے ساتھیوں کو جا کر کہا کہ میں بھی برات لے آیا ہوں۔ انہوں نے جب پڑھا تو سارے متعجب اور حیران ہوئے۔ انہوں نے کہا ہم نے تو تیرے ساتھ مذاق کیا تھا ہم کو کوئی برات نہیں ملی اور تیرے نصیب تجھ کو برات مل گئی۔ یہ تیری خوش قسمتی ہے۔

28- بشر مثلکم کی رٹ لگانے والوں کی گستاخی بے ادبی انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ وہ اس مضمون کو جس میں مشتے نمونہ از خروارے، چند آیات شریفہ

قرآنی اور احادیث شریفہ نبوی عقائد اور روایت و واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ اگر غور سے اور دل کی آنکھیں کھول کر پڑھیں تو انشاء اللہ تعالیٰ یقین ہے کہ وہ اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کر کے صحیح راستہ پر پڑ کر اپنے تئیں اسلام کے فیوض و برکات سے معمور پائیں گے اور اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ان پر رہے گا۔

یہ بیان جو عین ایمان ہے حضور ﷺ سے محبت کرنے والوں کے لیے رحمت ثابت ہو گا۔ دشمنانِ رسول ﷺ جن کے دلوں میں آپ ﷺ کی عداوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے ان کو یہ ایمان کی دولت کیسے نصیب ہو سکتی ہے۔

خدا را انتظار حمد ما نیست
محمد چشم بر راہِ ثنا نیست
خدا مداح شانِ مصطفیٰ بس
محمد حامد حمد خدا بس

علم غیب

1- عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔ (سورۃ جن، پ ۲۹، رکوع ۲)

ترجمہ: ''ہم کسی پر علم غیب ظاہر نہیں کرتے مگر جس کو ہم پسند کر لیتے ہیں رسولوں سے۔''

علم غیب مخلوق کی نسبت بولا جاتا ہے خدائے تعالیٰ کے نزدیک غیب کوئی چیز نہیں۔ سب مشاہدہ ہے۔

2- چوتھا پارہ بعد نصف رکوع ۸: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ

لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔

ترجمہ: ''نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے تم کو خبردار کرے غیب کی بات پر اور لیکن خدائے تعالیٰ پسند کرتا ہے اپنے پیغمبروں میں سے جس کو چاہے۔''

-3 حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ۔ (سورۃ آل عمران، رکوع ۵)

ترجمہ: ''میں تمہارے گھروں میں کوٹھریوں میں کیا چیز ہے۔ وہ سب تم کو بتا دیتا ہوں۔ یہ بھی بتا دیتا ہوں جو کچھ رات کو تم نے کھایا۔''

-4 آیت شریف سورۃ یوسف، ۱۳واں پارہ، ربع اول، رکوع ۴ میں حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا بھائیوں کو: اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا وَ اْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِیْنَ۔

ترجمہ: ''یہ میرا کرتہ لے جاؤ میرے حضرت والد صاحب صلوات اللہ علیہ نابینا ہو گئے ہیں۔ ان کے چہرہ پر ڈال دینا ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ پھر تم سب مل کر سارے اہل و عیال میرے پاس آ جانا۔''

حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ میرے کرتہ کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرہ پر ڈال دینا۔ وہ بینا ہو جائیں گے۔ یہ علم غیب تھا یا نہیں۔ نہیں تو کیا تھا، ادھر جب قافلہ چلا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ۔

ترجمہ: ''مجھے آج حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو آتی ہے۔''

منکرین جب خدائے تعالیٰ کے فرمان کو بھی نہیں مانتے تو دوسرے واقعات کیسے مانیں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ قرآن شریف کو نہیں مانتے اور نہ قرآن شریف پر ان کا ایمان ہے۔ اگر مانتے تو یہ ساری آیات شریف قرآن شریف کی ہیں پھر انکار کیوں کرتے ہیں فقیر کے نزدیک منکرین کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے بلکہ ان کے عقیدہ کے جو عالم ہیں، ان کی زبان پر ان کا ایمان ہے وہ بغیر آیت شریف، حدیث شریف کے کہہ دیں کہ ایسا ہے ایسا ہے، تو مان لیتے ہیں۔ ہم اگر سارا قرآن شریف سناتے ہیں تو بھی نہیں مانتے۔

-5 حضرت آدم علیہ السلام کے حال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو قیامت تک جتنے ہونے والے تھے سب کے نام سکھا دیئے۔ فرشتوں سے حضرت آدم علیہ السلام کا علم بڑھا ہوا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا علم زیادہ ہے یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

حسن یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

قال اللہ تعالیٰ:

عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔

ترجمہ: ''میں نے سکھا دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آپ نہیں جانتے۔''

-6 يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا۔ (پ۲۲، سورۃ احزاب، رکوع ۶)

اس آیت شریف میں اللہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سات خطابوں سے مخاطب فرمایا ہے۔ خطاب نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی گزرے ہیں۔ 313 رسول معنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم عربی زبان میں لغت نکال کر دیکھو غیب کی خبر دینے والے کے ہیں۔

خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یایھا النبی یعنی اے غیب کی خبر دینے والے تحقیق ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا۔

شاھدا کے معنی عربی میں گواہ ہیں۔ گواہ وہ شخص ہوتا ہے جس نے موقع پر اپنی آنکھوں سے واقعہ دیکھا ہو۔ عدالتوں میں ہر روز گواہ پیش ہوتے ہیں۔ حاکم گواہ سے پوچھتا ہے کہ تو نے کیا دیکھا۔ اگر وہ کہہ دے کہ میں نے دیکھا کہ میرے سامنے مار رہا تھا۔ حاکم کہتا ہے کہ اس گواہ کو قائم رکھو۔ اگر گواہ کہہ دے کہ میں نے دیکھا نہیں سنا تھا تو حاکم کہتا ہے کہ جاؤ تمہاری گواہی کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا اگر حضرت ﷺ ہمارے حالات کو دیکھ نہیں رہے ہیں تو گواہی کس بات کی دیں گے۔ حضور ﷺ نہ صرف اس دنیا میں تشریف لانے کے بعد سے مخلوقات کے حالات کے گواہ ہیں بلکہ اس سے قبل کے زمانہ کے بھی حضرت ملک الموت ساری دنیا کی مخلوقات کو دیکھ رہے ہیں اور ہر ایک کے سانس کا حساب کرتے ہیں۔ ہر ایک آدمی کو ایک دن رات میں چوبیس ہزار سانس آتا ہے وہ تو سب دیکھ رہے ہیں اور سورج ساری دنیا کی مخلوقات کو ایک وقت میں دیکھ رہا ہے۔ اس کا بھی کوئی انکار نہیں کرتا مگر آپ کے دیکھنے کا انکار کیا جاتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ سورج کا نور زیادہ ہے یا حضرت ﷺ کا۔ آپ فرماتے ہیں کہ

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَ خَلَقَ الْخَلْقَ مِنْ نُوْرِیْ۔

ترجمہ: ''پہلے جو چیز رب نے پیدا کی وہ میرا نور تھا باقی ساری مخلوق میرے نور سے پیدا کی۔''

سورج کو آپ ﷺ کے نور سے کیا نسبت، سورج کا نور آپ کے نور کے سامنے ایک ذرہ کی حیثیت کا بھی نہیں۔ جب سورج دنیا کے ذرہ ذرہ کو دیکھ رہا ہے تو حضرت ﷺ کا ان ذرات کو دیکھنا کونسا مشکل کام ہے۔ حضور ﷺ سراجا

منیرا ہیں آپ کا چراغ قیامت تک روشن رہے گا۔ اس لیے حضور ﷺ کو اب بھی علم غیب ہے۔

7- حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی اپنی تفسیر عزیزی میں (پارہ ۲، رکوع ۱۶) وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔ کی تفسیر فرماتے ہیں کہ حضرت اپنے نور نبوت کے ساتھ ہر امتی کے حالات اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے ہتھیلی پر ایک رائی کا دانہ۔

8- وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔ (پ ۳۰، رکوع ۳، ربع ۴)

ترجمہ: ''ہمارا رسول غیب میں بخل کرنے والا نہیں۔''

نوٹ: اس آیت شریف کی تفسیر میں مولوی شبیر احمد صاحب دیوبندی نے حاشیہ میں حسب ذیل تشریح لکھی ہے:

''یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے، ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے یا اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات سے یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے یا جنت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے اور ان چیزوں کے بتلانے میں ذرا بخل نہیں کرتا۔''

9- صحیح بخاری شریف میں ہے: ''ایک شخص کا اونٹ گم ہوا۔ حضرت ﷺ کی جناب میں مسجد نبوی میں آہ و زاری کرنے لگا۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ پہاڑی کے پرے تیرا اونٹ ہے، مسجد نبوی میں بیٹھ کر فرمایا وہ شخص وہاں پہنچا تو اس کا اونٹ وہاں موجود تھا آپ نے اس کا پتہ بھی بتا دیا تھا کہ فلاں درخت کے پاس ہے وہ شخص اپنا اونٹ لے آیا۔

10- حضرت ﷺ نے فرمایا: ما کان و ما یکون۔ ''جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو

گا۔'' کا علم مجھ کو ہے۔

11- صحیح بخاری شریف میں ہے مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ جمعہ ارشاد فرمارہے تھے۔ ذرا ٹھہرے اور فرمایا: سَارِیَةَ الْجَبَلَ تین مرتبہ با آواز بلند فرمایا جتنے لوگ بیٹھے تھے سب حیران رہ گئے کجا خطبہ اور کجا ساریہ۔ اس وقت حضرت ساریہ مدینہ شریف سے (۳۰۰ میل) سے زیادہ فاصلے پر تھے۔ پورے تین مہینے کے بعد ملک نہاوند سے جہاں کافروں کے ساتھ لڑائی تھی ایک قاصد آیا اور خبر دی کہ کافروں کے ساتھ جنگ ہورہی تھی۔ پیچھے پہاڑ تھا آگے لڑائی ہورہی تھی۔ اہل اسلام کا لشکر پہاڑ کے نزدیک تھا کافر ذرا دور تھے کافروں نے اپنی فوج کا ایک دستہ پہاڑ کے ادھر سے بھیج دیا کہ پیچھے جاؤ۔ پہاڑ سے نیچے اتر کر میدان میں آکر ایک طرف تم ہوگے ایک طرف ہم۔ مسلمان درمیان میں آجائیں گے ہم ان کو فنا کر دیں گے۔ حضرت ساریہ تو اپنی لڑائی کے کام میں مشغول تھے ان کو اس واقعہ کی خبر نہیں مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی مسجد میں خطبہ پڑھتے ہوئے ان کافروں کو پہاڑ سے نیچے اترتے ہوئے دیکھ لیا اور حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو ڈانٹ کر بڑے جوش کے ساتھ تین مرتبہ فرمایا: ''پہاڑی کی طرف دیکھو'' حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ نے پہاڑ کی طرف دیکھا تو اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ جاؤ پہاڑ کی طرف۔ جب ان کا لشکر پہاڑ کی طرف گیا تو کافر پیچھے ہٹ گئے حضرت ساریہ کے لشکر نے کافروں پر حملہ کر کے ان کو شکست دی اور فتح یاب ہوا۔ اس حدیث شریف کے بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین سو میل سے زیادہ فاصلے سے کافروں کے لشکر کو دیکھ

سکتے ہیں تو حضرت ﷺ کا کیا درجہ ہو گا۔

-12 حضرت پیران پیر فرماتے ہیں میں ساری دنیا کے شہروں کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے ہتھیلی پر رائی کا ایک دانہ۔ دیکھو قرآن شریف:

ان رحمتی وسعت کل شی۔

ترجمہ: ''میری رحمت نے ہر ایک چیز کو گھیر لیا ہے۔''

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ۔

-13 حضرت شاہ عبد العزیز صاحب نے اپنی تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب کی خدمت میں مہمان حاضر ہوا کرتے۔ باورچی نے عرض کی کہ حضرت بعض دن مہمان زیادہ آجاتے ہیں کھانا تھوڑا ہوتا ہے۔ آپ مجھے فرما دیا کریں۔ جتنے مہمان آیا کریں میں اتنا کھانا تیار کروں۔ حضرت خواجہ صاحب کے پاس بلی بیٹھی ہوئی تھی۔ فرمایا: اس بلی سے پوچھ لیا کرو باورچی بلی سے پوچھ لیا کرتا۔ جتنے مہمان آنے والے ہوتے اتنی مرتبہ بلی میاؤں میاؤں کہتی۔ باورچی اتنے آدمیوں کا کھانا تیار کر لیتا۔ ایک مرتبہ بلی نے تین آوازیں دیں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ تین مہمان آئیں گے جب دستر خوان بچھایا گیا تو مہمان چار بیٹھ گئے، باورچی نے حضرت خواجہ صاحب سے عرض کی کہ آج بلی نے غلطی کی۔ اس نے تین آدمی کہے تھے بیٹھ گئے چار حضرت خواجہ نے بلی کو کہا کہ باورچی تیری شکایت کرتا ہے تو نے غلطی کیوں کی، پاس ہی مسافر کھا رہے تھے، بلی دوڑ کر گئی، ایک مسافر کے کپڑے کو پہلے ہاتھ کے نیچے سے کھینچتی تھی پھر کپڑے کو منہ ڈال کر کھینچا تو وہ اٹھ کھڑا ہو گیا اس مسافر نے کہا کہ بلی سچی ہے۔ میں

مہمان نہ تھا میں تو کافر تھا۔ یہاں آ گیا تھا میں کسی بندہ خدا کی تلاش میں تھا۔ یہاں آ کر میں نے دیکھا کہ بلیوں کو بھی علم غیب ہے میں سچے دل سے کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوتا ہوں۔ اس حکایت سے یہ ثابت ہوا کہ منکرین علم غیب حضرت ﷺ کی ذات پاک کی نسبت انکار کرتے ہیں۔ حضرت ﷺ کے غلاموں کی حیوان بلی جو کہ آپ کی خدمت میں رہتی تھی اس کو بھی علم غیب تھا تو بتا دیا کرتی تھی کہ آج اتنے مہمان آئیں گے۔ منکرین علم غیب اس حکایت کو ذرا غور سے پڑھیں اور عقائد باطلہ سے توبہ کر کے زمرہ اہل اسلام میں شامل ہو جائیں۔

-14 فقیر اپنے چند چشم دید واقعات سے بھی علم غیب کے متعلق بیان کرتا ہے شاید کوئی سعید ازلی ان واقعات کو پڑھ کر ایمان کو کامل کر لے۔ ان واقعات کو پڑھ کر ایک شخص کا بھی ایمان بچ گیا تو میری نجات کے لیے کافی ہے۔

☆ فقیر اپنے حضرت پیر و مرشد کے ہمراہ امرتسر سے روانہ ہو کر موضع ڈیریاں والا تحصیل رعیہ ضلع سیالکوٹ میں پہنچا۔ ولی داد خان نامی ایک شخص کے گھر میں چھ لڑکیاں ہیں لڑکا کوئی نہیں۔ حافظ مہر دین صاحب نامی نے عرض کی کہ ولی داد خان کے گھر میں چھ لڑکیاں ہیں لڑکا کوئی نہیں، دعا فرمایئے۔ دوسرے سال آپ تشریف لائے پھر اسی جگہ رات کو شب باش ہوئے اس کے گھر میں حافظ مہر دین نے عرض کی کہ حضرت لڑکا کوئی نہیں۔ فقیر بھی تھا آپ نے فرمایا لڑکا نہیں ہوا۔ جواب دیا نہیں۔ فرمایا گڑ منگواؤ۔ گڑ پر قرآن شریف دم کر کے ولی داد خان

صاحب مرحوم کو دیا اور فرمایا کہ یہ اپنی عورت کو کھلا دے۔ اب تیرے گھر لڑکا پیدا ہو گا۔ اس کا نام محمد شریف رکھنا۔ سارے مجمع کے سامنے علی الاعلان فرمایا۔ تیسرے سال پھر امرتسر سے آ رہے تھے کہ خود ولی داد خان بچہ اٹھا کر لایا اور عرض کی کہ حضرت! محمد شریف حاضر ہے۔ اس وقت محمد شریف تین مہینے کا تھا آپ نے بڑی مہربانی فرمائی اس کو پڑھ کے دم کیا۔

ابھی بچہ پیدا نہیں ہوا ماں کے رحم میں بھی اس کا نطفہ نہیں گیا، آپ پہلے ہی علی رؤس الاشہاد کھلم کھلا فرما رہے ہیں کہ بیٹا ہو گا۔ اس کا نام محمد شریف رکھنا۔ یہ علم غیب نہیں تھا تو اس کا نام کیا ہو گا۔

☆ ایک اور واقعہ پیر کی موجودگی میں موضع نویں کے ضلع گوجرانوالہ میں میاں حسن دین نے عرض کی کہ میرے گھر لڑکا کوئی نہیں۔ دعا فرمایئے۔ آپ نے دعا فرمائی حسن دین رب تیرے گھر لڑکا دے گا اس کا نام محمد شریف رکھنا پورے نو مہینہ کے بعد وہ لڑکا پیدا ہوا اس کا نام محمد شریف رکھا۔ یہ علم غیب نہیں تھا تو کیا تھا یہ تو غلامان غلام کا علم غیب ہے۔

☆ فقیر کے بڑے بھائی صاحب سید نجابت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مولوی امام دین صاحب ایڈیٹر رسالہ انوار الصوفیہ کی بیوی آئیں۔ ایک عورت نے عرض کی حضرت! مولوی صاحب کے گھر اولاد نہیں ہے۔ ان کی بیوی حاضر ہوئی ہے۔ ان کو حمل ہے دعا فرمایئے کہ لڑکا پیدا ہو۔ سب کے سامنے فرمایا کہ لڑکا تو نہیں لڑکی پیدا ہو گی۔ اس کے بعد کچھ نہیں ہو گا چنانچہ اس حمل سے لڑکی پیدا ہوئی اس کے بعد پچیس (25) سال ہوئے مولوی صاحب کے گھر میں کچھ نہیں ہوا، منکرین اب کیا کہیں گے۔

15- ایک دفعہ فقیر کے بھائی سفر مدینہ منورہ میں تھے۔ میرے بھائی صاحب جو قافلہ کے ہمراہ تھے شہر سے باہر نکل کر شب باش ہوئے اونٹوں کے قافلہ میں۔ انہوں نے پچھلی رات سحری کا وقت تھا ایک آدمی کو میرے بلانے کے لیے کہ میں مسجد نبوی میں اصحاب صفہ کے چبوترے پر حضرت آغا خلیل صاحب کے پاس تھا بھیج دیا کہ جلدی آؤ قافلہ کے اونٹ لدے جا رہے ہیں۔ میں نے حضرت آغا صاحب سے عرض کی کہ مجھ کو اجازت دیں میں جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم ٹھہرو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت کے ساتھ صبح کی نماز پڑھ جانا (اس وقت ترکوں کا زمانہ تھا) تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ بھائی صاحب نے دوسرے آدمی کو بھیجا کہ جلدی آؤ قافلے کے اونٹ لدے جا رہے ہیں۔ میں نے حضرت آغا صاحب سے عرض کی حضرت اب تو دوسرا آدمی بھی آ گیا قافلہ چلا گیا تو میں اکیلا کیسے جاؤں گا تو حضرت آغا صاحب نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں تمہارا قافلہ ظہر کی نماز پڑھ کے جائے گا وہ جو دو آدمی بلانے کے واسطے آئے تھے وہ دونوں کھڑے تھے اور میں اور آغا صاحب بیٹھے تھے میں نے کہا کہ یہ دو آدمی کھڑے ہیں کیا یہ جھوٹ بول رہے ہیں یہ کہتے ہیں کہ اونٹ لدے جا رہے ہیں آپ کہتے ہیں ظہر کی نماز پڑھ کے قافلہ جائے گا۔ حضرت آغا صاحب نے جواب دیا اگر یہ جھوٹ نہیں بولتے تو میں بھی جھوٹ نہیں بولتا۔ تمہارا قافلہ ظہر کی نماز پڑھ کے جائے گا۔ ان کے فرمانے کی تعمیل کر کے امام شافعی کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھ کر قافلہ میں پہنچ گیا، کئی ہزار اونٹ شامی، رومی، ترکی، تاتاری چلے گئے ہمارے پنجابیوں کے پچاس اونٹ تھے وہ

بیٹھے ہوئے تھے میں کبھی تو قافلہ سالار کے پیچھے کبھی مطوف کے پیچھے اور کبھی مزور کے پیچھے پھرتا تھا اور کہتا تھا کہ جلدی چلو جلدی چلو۔ اونٹ والے بدو کبھی گھاس خریدنے چلے جائیں کبھی دانہ خریدنے کو کبھی حاجیوں سے کرایہ کے پیسے وصول کر کے آپس میں تقسیم کرتے تھے۔ اسی حالت میں ظہر کا وقت آ گیا ظہر کی نماز پڑھی جب آخر کا سلام میرے منہ میں تھا تو بدوؤں نے کہا جبی جبی چلو چلو اس وقت مجھے یاد آ گیا کہ آغا صاحب نے کہا تھا کہ تمہارا قافلہ ظہر کی نماز کے بعد جائے گا تو وہ سچا نکلا۔

16- اس کے دوسرے سال پھر مدینہ منورہ میں حاضر ہوا تھا۔ اس وقت ایک رات وہاں ٹھہرا کرتا تھا مگر اب دو راتیں ہو گئیں۔ میں نے پچھلی رات حضرت آغا صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ قافلہ پرسوں سے باہر نکل گیا وہ چلا جائے گا مجھے جانے دو، فرمایا میں بات کہوں میں نے عرض کی فرمایئے فرمایا کہ آئندہ رات بھی تم ادھر ٹھہرو گے۔ اس پر میں نے کہا کہ پچھلے سال آپ نے جو فرمایا تھا کہ تمہارا قافلہ ظہر کی نماز پڑھ کر چلے گا میں نے اس پر یقین نہیں کیا تھا مگر جو لفظ آپ کی زبان سے نکلے تھے وہ حرف بحرف سچے نکلے اس پر آغا صاحب بڑے ہنسے کہ میری بات پر یقین نہیں کیا تھا میں نے کہا اس وقت تو یقین نہیں کیا آج یقین کر لیتا ہوں۔ چنانچہ قافلہ رات وہاں ٹھہرا رہا اور میں حضرت آغا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ علم غیب نہیں تھا تو کیا تھا حضرت آغا صاحب اس وقت بقید حیات تھے اس کے بعد میں مدینہ منورہ میں ہر سال حاضر ہوتا رہا۔ مجھے چلنے کے وقت آغا صاحب نے فرمایا کہ تو

آئندہ سال بھی آئے گا میں نے کہا نہ تو میرے پاس جسمانی طاقت ہے نہ مالی طاقت ہے کیسے آسکوں گا فرمایا ضرور آئے گا ان کے فرمانے کے مطابق دوسرے سال رب مجھے لے جاتا رہا۔ وہاں حاضری کا شرف نصیب ہوتا رہا۔

-17 حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب کے دادا پیر صاحب مارہرہ شریف یو-پی میں تشریف فرما تھے۔ ایک شخص نے عرض کی کہ حضرت بارہ برس گزر گئے میری بیوی کو گم ہوئے اس کا کوئی پتہ نشان نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ درویشوں کے پاس جائے تو خالی ہاتھ نہ جانا چاہئے، تو خالی ہاتھ کیوں آیا ہے، آپ نے اس کو اپنی چادر مبارک دی اور ایک آنہ کے پیسے دیئے۔ فرمایا جاؤ ایک آنہ کے پھول لے آؤ۔ وہ باغ سے پھول خرید کر واپس آرہا تھا۔ اس باغ کے اندر ایک حوض تھا۔ دیکھا تو اس حوض کے کنارے اس شخص کی عورت ننگی مادر زاد بیٹھی ہے۔ یہ وہی چادر جو حضرت صاحب نے دی تھی اس کو اوڑھا کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہاں آ کر پوچھا کہ تو کہاں سے آئی اس نے کہا میں بخارے شریف میں تھی آج ایک شخص کے ساتھ میرا نکاح کرنا چاہتے تھے مجھے غسل کے لیے بٹھایا ہوا تھا میں غسل کر رہی تھی۔ اتنے میں یہ بزرگ آگئے اور چادر اوڑھا کر لائے یہ غلامان غلام کے علم غیب کا حال ہے حضور ﷺ کے علم غیب کا کیا حال ہوگا۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

صحیح بخاری شریف میں وارد ہے کہ ہر قبر میں منکر نکیر سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ اور اس نبی ﷺ کے بارے میں تو کیا کہتا ہے، تیرا دین کیا

ہے؟ اس سے ثابت ہوا کہ ہر قبر میں رسول پاک ﷺ تشریف لاتے ہیں۔ نیز حدیث شریف میں ہے کہ ہفتہ میں دو بار ہر اُمتی کا اعمال نامہ رسول پاک ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے معلوم ہوا کہ تمام دنیا میں نوے کروڑ مسلمان ہیں ایک ہی وقت میں نوے کروڑ اعمال ناموں کو دیکھ لینا آخر کیا بات ہے۔

-18 حضرت شمس تبریز اپنے دیوان میں فرماتے ہیں:

در شعاع آفتاب معرفت
ذرہ لاف غیب دانی میکند

ترجمہ: ''آفتاب معرف کی شعاع میں جب ذرہ لاف غیب دانی کرتا ہے تو حضور ﷺ کی ذات پاک کی (جس سے کائنات کا ظہور ہوا ہے۔) غیب دانی کس پائے کی ہوگی، سمجھ لو۔''

شفاعت

-1 اس زمانے میں بعض لوگ جو دشمنِ رسول ﷺ ہیں ہر بات میں کوئی نہ کوئی نقص یا آپ ﷺ کی کسر شان تراش کر لوگوں کے دلوں سے آپ ﷺ کی محبت وعزت وقدر گھٹانے میں دن رات لگے رہتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ (سورۃ الم نشرح، پ ۳۰) آپ کے ذکر کو ہم نے بلند کیا۔ کسی بازار میں چلے جاؤ جس طرف سے فونوگراف کی آواز آئے گی وہ نعت رسول اللہ ﷺ ہی کی ہو گی۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی تفسیر ہو رہی ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ کوئی گھر یا کوئی چھپر دنیا میں ایسا نہیں رہے گا جس میں ایک مرتبہ نہ پکارا جائے گا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اگر میرے اس

کلام میں شک وشبہ ہو تو ہر شہر میں جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اس کی تصدیق کر لو۔ مگر جو دشمن رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کو نعت شریف سننے سے انکار ہے وہ آپ کی نعت شریف کیوں سنیں گے۔ ع

جلیں وہ خوب ہی یا رب عدو فی النار جا ٹھہرے

دشمنانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ شعر بھی یاد کر لیں:

سکہ نام محمد نہ مٹا پر نہ مٹا
مٹ گئے آپ ہی جتنے مٹانے والے

شفاعت کے مسئلے کا اس زمانے میں انکار کیا جاتا ہے دیکھو قرآن شریف پ ۱۵، میں سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۸:

وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ

"رات کو اٹھ کر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تہجد کی نماز پڑھا کریں جو آپ پر فرض کی گئی ہے خدائے تعالیٰ آپ کو مقام محمود نصیب فرما دیں۔"

یہ دشمنان رسول صلی اللہ علیہ وسلم انکار کریں اور یہ کہیں کہ وہ شفاعت نہیں کریں گے۔

تیرے مقام کا تو خدا ہی کو علم ہے
جنت تو ہے جگہ تیرے ادنیٰ غلام کی

آپ کا مقام محمود وہی مقام ہے جس پر آپ تشریف فرما ہو کر شفاعت کریں گے۔ خدائے تعالیٰ پارہ نمبر 9 کے آخر میں فرماتے ہیں:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔

ترجمہ: ''خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں یاد کرو یا رسول جب کافروں نے یہ دعا مانگی تھی کہ یا اللہ پاک ہم پر پتھر برسایا کوئی سخت عذاب بھیج دے۔''

پندرہ دن گزر گئے کوئی عذاب نازل نہیں ہوا کافر ہنستے مسخریاں کرتے کہ آپ سچے ہوتے تو ہم پر پتھر کیوں نہ برسائے جاتے۔ آپ نے سنا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ یا اللہ کیا میں ترا محبوب نہیں پھر کیا وجہ کہ کافروں نے اپنے منہ سے مراد مانگی میں نے تو بد دعا نہیں کی تھی۔ پندرہ دن گزر گئے ان پر پتھر نہیں برسائے گئے، اب وہ ٹھٹھے مسخریاں کرتے ہیں اسی وقت جبرائیل علیہ السلام آئے اور یہ ارشاد آپ کو پہنچایا:

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِیْهِمْ۔

ترجمہ: ''ہم ہرگز ان کو عذاب نہیں کریں گے کیونکہ آپ ان میں تشریف فرما ہیں۔''

آپ کو ہم نے فرمایا:

وَ مَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔

کے ہوتے ہوئے کیسے عذاب کریں گے۔ خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں کافر بھی اگر عذاب سے بچے ہوئے ہیں تو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے طفیل سے۔ ورنہ ان کو پتھر برسا کر برباد کر دیتے۔ دنیا سے ان کا نام مٹا دیتے۔ آپ کی موجودگی میں کافروں پر عذاب نہیں کرتے تو آپ کے غلاموں پر کیوں کریں گے۔

اگر در خانہ کس است یک حرف بس است

2- پارہ ۳ ربع ۴، رکوع ۳ پہلی آیت شریف:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ۔

ترجمہ: ''خدائے تعالیٰ جل شانہٗ کے ساتھ محبت ہے تو کیا کرو میری اتباع۔''

میرے پیچھے پیچھے چلو ہر بات میں میری نقل کرو میری تابع داری کرو تو نتیجہ کیا ہوگا خدائے تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنا لیں گے اور پچھلے سارے گناہ بخش دیں گے رب کی ذات غفور و رحیم ہے۔

جب صرف آپ کی تابع داری کرنے سے خدائے تعالیٰ اپنا محبوب بنا لیتا ہے تو حدیث شریف میں آیا ہے کہ خدائے تعالیٰ فرمائیں گے: اِشْفَعْ یعنی شفاعت قبول کی جائے گی۔

میرے گاؤں کے پاس ایک دشمن رسول ﷺ آیا۔ نماز جمعہ پڑھانے کے بعد منبر پر چڑھ گیا اور یہ لفظ کہے کہ لوگ کہتے ہیں قیامت کے دن حضرت ﷺ اپنے غلاموں کی شفاعت کریں گے۔ جب وہ اپنے ماں باپ کی شفاعت نہیں کر سکتے تو دوسروں کی کیسے کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد اور بکتا رہا۔ جونہی وہ اپنی بکواس ختم کر چکا تو اس جگہ چودھری فقیر محمد صاحب (خدائے تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت نصیب کرے) بیٹھے ہوئے تھے۔ عالم تو نہ تھے مگر درویشوں کے صحبت یافتہ تھے۔ نماز کے بعد چودھری صاحب نے لوگوں کو کہا کہ بیٹھے رہو اس مولوی سے پوچھا کہ یہ حافظ قرآن جو ہیں ان کا کچھ درجہ ہے یا مرتبہ یا ان کو کوئی ثواب ہے یا نہیں؟ تو وہ مولوی کہنے لگا کہ حافظوں کا بڑا درجہ ہے حافظ وہ ہوگا جس کے سینہ میں کلام پاک ہوگا اس کو دوزخ کی آگ نہیں جلائے

گی۔ قرآن شریف حفظ نہیں ہو سکتا جب تک کہ حضرت کا دست مبارک اس کے سینہ پر نہ پھرے۔ پھر کہا کہ قیامت کے دن بعض لوگ ایسے ہوں گے کہ تختوں پر بیٹھے ہوں گے زمین پر نہیں بلکہ ہوا پر ان کے تخت اڑتے ہوں گے ان تختوں پر جو بیٹھے ہوں گے ان کے سروں پر تاج ہوں گے ان کی روشنی سورج سے بھی زیادہ ہو گی۔ لوگ فرشتوں سے پوچھیں گے کہ یہ کون لوگ ہیں فرشتے جواب دیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے بیٹوں نے دنیا میں قرآن شریف حفظ کیا تھا۔ تب چودھری صاحب نے کہا کہ ان کے ماں باپ کو یہ درجہ ان کے اپنے عملوں کے طفیل ملے گا یا بیٹوں کے طفیل تو مولوی کی زبان سے نکل گیا بیٹوں کے طفیل۔ اتنا سن کر چودھری صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب ایک حافظ قرآن کے طفیل تو ان کے والدین کو یہ درجے ملیں گے جو آپ نے بیان کئے جو لولاک کے مالک ہیں ان کو کتنے درجے ملیں گے، ان کی کیا شان ہو گی۔ مولوی کا تو منہ کالا ہو گیا۔ مولوی نے سر نیچے ڈال لیا۔ چودھری نے کہا کہ بے دین تو ہمارا دین چھیننے کے لیے آیا ہے، ہم دیہاتی آدمی ہیں تو ایمان کا ڈاکو ہے، اسی وقت نکل جا۔ وہ (۲۰) من چاول باسمتی کے جو ہر سال مولوی کو دیا کرتا تھا وہ بھی بند کر دیا۔

یہ درجے اور مرتبے تو بغیر شفاعت کے ہیں۔ جب آپ شفاعت کریں گے تو کیا ہو گا دیکھو قرآن شریف سورۃ النساء پارہ ۵، رکوع ۹، ۸:

وَ مَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَ لَوْ اَنَّھُمْ
اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ
الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔

شفاعت کا ثبوت جتنا اس آیت شریف سے ثابت ہے اتنا کسی سے بھی نہیں۔ خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں کسی رسول کو ہم نے نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اس

رسول کی فرمانبرداری کرائی جائے اور اگر انہوں نے گناہ کئے ہیں تو وہ آپ کے پاس آجائیں (مدینہ منورہ میں) اور ہماری بارگاہ میں اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں اور حضرت بھی ان کی سفارش کریں کہ یا اللہ پاک یہ میرا غلام ہے۔ انہوں نے رب کی ذات کو پالیا۔

سب کچھ ملا جو مل گئی اس در کی حاضری
گو ملک و مال وخویش و وطن سے جدا ہوا
قابل تھا نار کے مجھے جنت ہوئی نصیب
اس در کی حاضری سے تو قسمت بدل گئی

اس دربار کی حاضری سے جہنمی جنتی بن جاتے ہیں رب کی ذات کو پا لیتے ہیں سارا قرآن شریف پڑھو کسی جگہ خدائے تعالیٰ نے نہیں فرمایا یہ کام کریں تو رب کی ذات پالیں گے مگر اس آیت شریف میں فرمایا کہ جو آپ کے پاس مدینہ شریف میں جا کر حاضر ہو گیا اور بخشش مانگی اور آپ نے اس کی سفارش کی تو اس نے رب کی ذات کو پالیا۔ باقی رہے توابا رحیما۔ یہ وصف رب کی ذات کو پا لیا تو کس حالت میں، توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا۔ اور جس نے رب کی ذات کو پالیا اس کے لیے باقی ہی کیا رہا۔

3- فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ۔ (سورۃ مدثر)

ترجمہ: ''شفاعت کرنے والوں کی شفاعت ان کو کوئی فائدہ نہیں دے گی۔''

لوگ شفاعت رسول کریم کے منکر ہیں جب کہ اس آیت شریف سے نہ صرف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شفاعت کرنا ثابت ہوتا ہے بلکہ شفاعین جمع کا صیغہ ہے۔ اس میں دوسرے شفاعت کرنے والے بھی ثابت ہوتے ہیں۔ اس سے ثابت

ہوتا ہے کہ آپ کے سوائے اور بہت سارے شفاعت کریں گے۔ دیکھو حدیث
شریف:

"تمام مومن اپنے متعلقین اپنے دوستوں کی شفاعت کریں
گے۔"

4- اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَہٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ
یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔

خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں: فرشتے جنہوں نے عرش معلیٰ کو اٹھایا ہوا ہے اور جو اس کے گرداگرد ہیں وہ کیا کرتے ہیں؟ ایک تو رب کی حمد کی تسبیح پڑھتے ہیں دوسرے جو ایماندار ہیں جو پڑھتے ہیں: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں کہ یا اللہ! ان کے گناہ بخش دے۔ گناہ ہم کریں اور دعائے مغفرت ہمارے لئے فرشتے مانگیں۔ یہاں سمجھنے کی بات ہے کہ فرشتے کن کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں مومنوں کے لئے نہ کہ موحدوں کے لئے ان کے لئے دعائے مغفرت کریں گے جو پڑھیں گے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ صرف لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے والوں کے لئے فرشتے دعائے مغفرت نہیں کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا کلمہ شریف پڑھنے والوں کے لئے خود بخود فرشتے دعائے مغفرت کر رہے ہیں اور فرشتوں کی دعا رد نہیں جاتی وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ جب فرشتے خدائے تعالیٰ کے فرمان کے مطابق مومنوں کے لئے دعا کر رہے ہیں تو آپ کے شفاعت کرنے پر ان کے غلاموں کی مغفرت خدائے تعالیٰ کیا نہ فرمائیں گے۔

اگر در خانہ کس است یک حرف بس است

5- ساری دنیا میں یہ قاعدہ ہے کہ کسی مجرم کی سفارش کسی حاکم کے پاس

وہی شخص کر سکتا ہے جس کا اس حاکم کے ساتھ کوئی تعلق ہو۔ دوسرے
اس حاکم کے دل میں سفارش کرنے والے کی کوئی وقعت وعزت ہو تو وہ
اس کی بات پر عمل کر کے سفارش قبول کرے گا۔ اگر کوئی غیر یا نا آشنا
کسی مجرم کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کرنا تو ایک طرف رہا،
حاکم اس کی بات کو سنتا بھی نہیں۔ سفارش کرنے والا بھی اسی وقت
سفارش کرتا ہے جب اس کو یقین ہو جائے کہ میری سفارش منظور ہو گی
اگر سفارش کرنے والے کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ حاکم میری بات
سنے گا بھی نہیں تو وہ سفارش کیوں کرے گا۔ یہی معنی ہیں۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تک ہماری اجازت نہ ہو گی کوئی شخص
ہمارے پاس کسی کی سفارش یا شفاعت کر نہیں سکتا۔ خدائے تعالیٰ کی جناب میں
اس کی اجازت کے بغیر کوئی کسی شخص کی سفارش یا شفاعت نہیں کر سکتا۔ خدائے
تعالیٰ شفاعت کرنے کی اس کو اجازت دیں گے جس کی سفارش یا شفاعت آپ کو
منظور ہو۔ اگر منظور نہ کرنی ہو تو اجازت ہی کیوں دیں گے۔

ایک حدیث شریف بھی مجھے یاد آ گئی:

”قیامت کے دن ساری مخلوق اکٹھی ہو کر حضرت آدم علیہ السلام کی
خدمت میں جائے گی کہ آپ ہمارے باپ ہیں بارگاہ الٰہی
میں ہماری سفارش کرو۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ مجھے
حکم ہوا تھا کہ اس درخت کا دانہ نہ کھانا میں نے غلطی سے کھا
لیا تھا اس لئے میں معذور ہوں تمہاری سفارش نہیں کر سکتا۔
مخلوق پھر حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں جائے گی پھر

حضرت ابراہیم علیہ السلام، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کے پاس جائے گی تو سارے پیغمبر علیہم السلام کہیں گے کہ تم اگر
اپنی سفارش چاہتے ہو تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو شفیع عاصیاں
ہیں ان کے پاس جا کر عرض کرو آج سب کی سفارش کرنے
والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ جب ساری مخلوق
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں حاضر ہو گی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب
کی سفارش فرما دیں گے۔"

6- وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں سورۃ والضحیٰ میں کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کو عنقریب اتنا عطا فرمائیں گے کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں اتنی رحمت اتنا فضل کریں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو جائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہم کو منظور ہے جب یہ آیت شریف نازل ہوئی تو صحیح بخاری شریف کی حدیث شریف ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے تو فرما دیا کہ مجھے راضی کر لیں گے فرمایا:

وَاللّٰهِ لَا اَرْضٰى وَلَوْ كَانَ وَاحِدٌ مِّنْ اُمَّتِيْ فِي النَّارِ۔

ترجمہ: "قسم کھا کر فرمایا کہ قسم ہے اللہ کی میں کبھی راضی نہیں ہوں گا اگر میرا ایک بھی غلام دوزخ میں رہ جائے گا۔"

میرا نام لیوا اور پھر دوزخ میں جائے جب خدائے تعالیٰ نے بغیر آپ کی شفاعت، سفارش کے یہ فرمایا ہے کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کو راضی کر لیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم قسم کھا کر فرما رہے ہیں کہ آپ کو راضی کرنا ہمارا کام ہے تو شفاعت اب کدھر رہی رضا مقدم رکھی گئی ہے تو اس کے سامنے شفاعت کوئی

چیز نہیں۔

اچھے ان کے ہیں تو اے کیف برے کس کے ہیں
اپنی امت ہے محمد ﷺ کو پیاری ساری

7- عزیزم شیخ غلام علی نقشبندی گورداسپوری کا شعر ہے کہ
بھلے برے سبھی جاتے ہیں رحم تو دیکھو
نکالتے ہیں نہیں بد کو بھی وہ مدینہ سے

8- صحیح بخاری شریف کی حدیث شریف ہے: بِهِمْ تُرْزَقُوْنَ وَ بِهِمْ تُمْطَرُوْنَ۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ تمہارے اندر وہ اللہ کے مقبول و برگزیدہ نیک بندے ہیں جن کے طفیل سے تم کو رزق دیا جاتا ہے۔ جن کے طفیل تم زندگی بسر کر رہے ہو۔ جن کی برکت سے تمہارے لئے بارش ہوتی ہے۔ اس حدیث شریف کے کیا معنی۔ آپ فرماتے ہیں اگر وہ نیک بندے نہ ہوں تو نہ تم زندہ رہ سکو، نہ تم کو رزق مل سکے، نہ تم بود و باش کر سکو، اس حدیث شریف سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ جو لوگ بندگان خدا پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ طفیلی ہیں۔ محنت مزدوری کمائی دوسرے لوگ کریں اور پیر بیٹھے بٹھائے کھا لیتے ہیں۔ معترضین کا اعتراض بالکل غلط ہے اور لچر ہے۔ پیران عظام لوگوں کے طفیلی نہیں بلکہ باقی ساری مخلوق پیران عظام کے طفیل کھا رہی ہے۔ ان ہی کے طفیل سے بارشیں ہوتی ہیں۔ ان ہی کے طفیل سے رزق دیا جا رہا ہے۔ ان ہی کے طفیل یہ زندہ رہتے ہیں۔ دیکھو قرآن شریف:

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ۔

خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں اگر کافر بچے ہوئے ہیں تو آپ ﷺ کے طفیل

ورنہ ہم ان کو تباہ کر دیتے۔

9- حضرت ﷺ شفاعت فرمائیں گے۔ کن کی؟ اپنے غلاموں کی جو منکر شفاعت یا حضور ﷺ کی اہانت کرنے والے یا کسر شان کرنے والے ہوں۔ ان کی شفاعت نہ فرمائیں گے۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل تر سیدم
کہ دل آمردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

فی الواقع حضرت اپنے غلاموں کی شفاعت فرمائیں گے نہ کہ دشمنوں کی۔

تعظیم اہل بیت

1- وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ مَا اَلَتْنٰهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ۔ (پ ۲۷، س طور، رکوع ۱)

ترجمہ: ''اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملایا اور ان کے عمل میں ذرا سی بھی کمی نہیں کی۔''

جو لوگ ایمان لے آئے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی تابع داری کی۔ ان کے باپ دادا کے قدم بہ قدم چلتے رہے۔ اپنے آباؤ اجداد کا اتباع کرتے رہے۔ یعنی باپ دادا اگر اولڈ فیشن تھے تو یہ بھی اولڈ فیشن رہے۔ اپنے باپ دادا کے پرانے رسم و رواج کو نہیں چھوڑا بلکہ اپنا جدی ورثہ جو اسلام ہے اس کو نہیں چھوڑا تو قیامت کے دن ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے یعنی جس درجہ میں ان کے آباؤ اجداد ہوں گے اس درجہ میں ان کی اولاد بھی ہو گی۔ و

ما علینا الا البلاغ اس آیت شریف سے ثابت ہوا کہ جس درجہ میں قیامت کے دن حضرت تشریف فرما ہوں گے اسی درجہ میں آپ کی اولاد بھی ہو گی۔

تیرے مقام کا تو خدا ہی کو علم ہے
جنت تو ہے جگہ ترے ادنیٰ غلام کی

-2 اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ۔

(قرآن شریف پ ۲۱، سورہ احزاب کا پہلا رکوع)

ترجمہ: ''جو مومن ہیں وہ اپنی جانوں سے بھی اولیٰ حضرت کی ذات پاک کو سمجھتے ہیں۔''

اس آیت شریف کے فرمان کے مطابق جب تک مومن حضرت کی ذات پاک کو اپنی جان سے عزیز نہ سمجھے گا وہ مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔

بجز حب محمد کامل ایمان ہو نہیں سکتا
خدا کا چاہنے والا مسلماں ہو نہیں سکتا

-3 قرآن شریف: فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ۔ سورہ مومنوں کا آخری رکوع۔ خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں: ''قیامت کے دن تمہارے نسب کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔'' یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ کس کا بیٹا ہے۔ کس نسل سے ہے۔ اس کی تفسیر میں حضرت ﷺ نے فرمایا:

کُلُّ سَبَبٍ وَّ نَسَبٍ یَّنْقَطِعُ اِلَّا سَبَبِیْ وَ نَسَبِیْ۔

قیامت کے دن ہر رشتہ ناطہ نسب قطع ہو جائیں گے۔ فرمایا مگر میرے رشتہ ناطہ اور میرے نسب کا لحاظ خدائے تعالیٰ قیامت کے دن بھی کرے گا۔ اس حدیث شریف سے حضرت ﷺ کے نسب اور آپ ﷺ کے رشتہ ناطہ والوں کی قدر و منزلت ثابت ہو گئی۔ جس جس شخص پر آپ ﷺ کا نام پاک آ جائے گا اس

نام کے طفیل یا برکت سے اس کو خدائے تعالیٰ بخش دیں گے اور جس نام میں آپ ﷺ کا نام پاک آجائے گا اس کو خدائے تعالیٰ بخش دیں گے تو کیا آپ ﷺ کے نسب یا رشتہ ناطے والے کو نہ بخشیں گے؟ اگر در خانہ کس است یک حرف بس است اس حدیث شریف سے ثابت ہو گیا کہ سید، آلِ رسول کو اگرچہ وہ گناہ گار بھی ہو اور اس کے عمل قابل بخشش نہ ہوں تو اس سید، آلِ رسول کی پھر بھی بخشش ہو جائے گی آپ کی ذات پاک کے نسب کے طفیل سے۔

4- پ ۳۰ سورہ وَ الشَّمْسِ وَ ضُحٰهَا میں خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں حضرت صالح کی اونٹنی کو ان کی قوم نے مار ڈالا۔ ان کے مارنے پر خدائے تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا۔ دیکھو آیت شریف: فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوّٰهَا وَ لَا يَخَافُ عُقْبٰهَا۔ صرف اونٹنی کے قتل کرنے پر اس قوم کو نیست و نابود کر دیا۔ اس کا نام و نشان نہیں چھوڑا جو سید الانبیاء سید الرسل ﷺ کی اولاد کو قتل کرے گا یا ان سے بے ادبی یا گستاخی کرے گا تو سمجھ رکھیں ان کا کیا حشر ہو گا بلکہ مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ ظالم اگر اونٹنی کے بچے کو رہنے دیتے تو پھر بھی عذاب سے محفوظ رہتے جو قاتلان حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مسلمان سمجھتے ہیں وہ اس آیت شریف کو بھی پڑھیں۔

5- سَلٰمٌ عَلٰی اِلْ يَاسِيْنَ۔ قرآن شریف پ ۲۳، سورۃ (صفت) رکوع ۴۔ بعضے مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ ال آل کا مخفف ہے "ال یاسین" کا مطلب آل یاسین ہے۔ مطلب یہ کہ خدائے تعالیٰ آپ کی آل پر سلام بھیجتا ہے یاسین حضرت کا خطاب ہے جس کو خدائے تعالیٰ فرمادیں اس کے درجہ یا مرتبہ کو کون پہنچ سکتا ہے اس سے بڑھ کر سیدوں کا درجہ کیا ہو

گا کہ خدائے تعالیٰ ان کو سلام بھیجتا ہے۔

6- قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی۔

(پ ۲۵، سورۃ شوریٰ رکوع ۳)

ترجمہ: ''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دو میں تم سے اجرت نہیں مانگتا ہوں کہ میرے اہل بیت کے ساتھ محبت رکھو۔''

7- دیکھو قرآن شریف: اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یُؤْمِنُوْنَ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔

(پ ۲۴، سورۂ مومن رکوع ۱)

خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں: وہ فرشتے جنہوں نے عرش معلے کو اٹھایا ہوا ہے اور جو اس کے گرداگرد ہیں وہ کیا کرتے ہیں ایک تو رب کی تسبیح پڑھتے ہیں دوسرے مومنوں کے واسطے دعا مانگتے ہیں کہ اللہ پاک ان کے گناہ معاف کر دے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے طفیل عرش معلے کے فرشتے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے لئے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ! ان کے غلاموں کو معاف کر دے۔ چنانچہ اسی آیت شریف کے ترجمہ میں مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے اپنے ایک قصیدہ میں ایک شعر لکھا ہے:

تیرے طفیل سے اتنی تو ہو گئی تخفیف
بشر گناہ کرے اور ملائک استغفار
کرم کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

اب اس دوسرے شعر کے مولوی محمد قاسم کے لکھنے پر غیر اللہ سے مدد مانگنے پر جو چاہو فتویٰ لگا لو یہ تمہارا کام ہے شعر دکھانا میرا کام۔

-8 حضرت ﷺ کی ذات پاک کے طفیل سے کافروں کو نجات مل رہی ہے تو کیا ان کی اولاد کی بخشش نہ ہو گی۔ آج کل غلط العام مشہور ہے کہ قیامت کے دن ہماری نجات عملوں پر ہو گی کسی وسیلہ یا ذریعہ یا کسی کے طفیل سے نہیں ہو گی۔ یہ بالکل غلط ہے اور یار لوگوں کی اڑائی ہوئی بات ہے دیکھو قرآن شریف خدائے تعالیٰ کیا فرماتے ہیں:

وَ اِذْ قَالُوْا اللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِاْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔

(پ ۹ سورہ انفعال)

خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یاد کرو یا رسول اللہ (ﷺ) جب کافروں نے ہم سے سوال کیا تھا اور یہ بات کہی تھی کہ اللہ پاک کہ اگر تیرا کلام پاک یا حضرت ﷺ سچ تیری طرف سے ہیں تو ہم مان لیں گے بشرطیکہ ہم پر پتھروں کا مینہ برسا یعنی بجائے پانی کے قطروں کے ہمارے اوپر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور سخت عذاب بھیج دے تو پھر ہم مان لیں گے اس کے بغیر ہم نہیں مانتے۔

اس آیت شریف کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں کہ کافروں کو یہ بد دعا مانگے ہوئے پندرہ دن گزر گئے کوئی عذاب نہ آیا۔ کافر بڑے خوش ہوئے ٹھٹھے مسخریاں کرتے اور یہ کہتے تھے کہ اگر آپ ﷺ سچے پیغمبر ہوتے تو ہمارے اوپر پتھر برستے۔ جب آپ کو ان کا ٹھٹھا کرنا مسخری کرنا اور خوشیاں کرنے کا حال معلوم ہوا تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ اے مولیٰ کیا میں تیرا محبوب نہیں ہوں۔ تیرا رسول نہیں ہوں۔ کافروں نے اپنے منہ سے مراد مانگی تھی میں نے تو ان کے حق میں بد دعا نہیں کی تھی۔ پندرہ دن گزر گئے ان کے حق میں کوئی عذاب نہیں نازل ہوا۔ نہ ان کے اوپر پتھر برسے اب وہ مسخریاں کرتے اور ٹھٹھے کرتے

ہیں۔ تو اسی وقت جبرئیل تشریف لائے اور یہ آیت شریف نازل ہوئی:

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ۔

(پ ۹ سورہ انفعال رکوع ۴)

خدائے تعالیٰ کبھی عذاب نہیں کریں گے ان کو حالانکہ آپ ان میں تشریف فرما ہیں۔ آپ کی موجودگی میں عذاب:

وَ مَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

(پ ۱۷ سورہ انبیاء آخری رکوع)

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے عذاب کیسے بھیج دیں گے اجتماع ضدین تو محال ہے۔ عذاب تو اس جگہ پر ہوگا جس جگہ رحمت نہ ہوگی اور جس جگہ رحمت ہوگی وہاں عذاب نہ ہوگا اس آیت شریف سے کیا ثابت ہوا کافر بھی بچے ہوئے ہیں تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کرنے کے طفیل یا برکت سے بچے ہوئے ہیں جب ان کی برکت سے خدائے تعالیٰ کافروں کو عذاب نہیں کرتا تو ان کی اولاد پر کیسے عذاب کرے گا۔

9- اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔

اہل بیت کے گناہ فرشتے لکھتے ہی نہیں۔ حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ ان کا فعل گناہ کی شکل میں ہوتا ہے مگر فرشتے نہیں لکھتے۔

10- اَنَا تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ۔ (حدیث)

میں تمہارے اندر دو چیزیں بہت بھاری قیمتی اور بے مثل چھوڑ چلا ہوں۔ (۱) کلام اللہ (۲) اپنے اہل بیت۔ اگر تم ان دونوں کو مضبوط کر کے پکڑو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ لن تضلوا بعدی۔ ہرگز میرے پیچھے گمراہ نہ ہو گے۔

11- دیکھو صحیح بخاری کی حدیث:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَ نَفْسِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

ترجمہ: ''کوئی شخص تم میں سے ایمان دار ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ جب تک میری ذات کے ساتھ اتنی محبت نہ کرے کہ مجھ کو پیارا سمجھے اپنے اپنے باپ سے اپنے بیٹے سے جان سے ساری دنیا کی مخلوقات سے۔''

اگر کوئی شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوائے اپنے کسی محبوب یا کسی معشوق سے سب سے بڑھ کر محبت کرتا ہے تو ہم اس کو مومن کامل نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ اپنے محبوب کی محبت حضرت کی ذات سے زیادہ رکھتا ہے حالانکہ آپ نے فرمایا ہے کہ و الناس اجمعین۔ جتنی مخلوقات دنیا میں ہیں ان سب سے بڑھ کر میری ذات کے ساتھ محبت رہے وہ مومن کامل کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔

12- حدیث صحیح بخاری:

مِثْلُ اَهْلِ بَیْتِی کَسَفِیْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَهَا نَجَا وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ اَوْ هَلَكَ۔

ترجمہ: ''میری اہل بیت کا حال ایسا ہے جیسا حضرت نوح کی کشتی جو اس میں سوار ہو گیا وہ بچ رہا جو پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔''

13- اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابَ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔

ترجمہ: ''حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما قیامت کے دن جنتی لوگوں کے سردار ہوں گے۔''

جب وہ سارے جنتی لوگوں کے سردار ہوں گے تو کیا ان کی اولاد سردار

نہ ہوگی۔ حر یعنی شریف کا بیٹا حر شریف ہوتا ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں جس درجہ میں حضرت ﷺ قیامت کے دن تشریف فرما ہوں گے اسی درجہ میں آپ ﷺ کی اولاد یعنی سیدوں کو بھی رکھا جائے گا۔ یعنی جس اعلیٰ مقام جنت میں آپ ﷺ ہوں گے اسی درجہ میں آپ ﷺ کی اولاد سیدوں کو بھی رکھا جائے گا۔ یعنی جس اعلیٰ مقام جنت میں آپ ہوں گے آپ ﷺ کی اولاد بھی اسی درجہ میں ہوگی۔

14- جو لوگ غیر قوم ہو کر سید زادی کے ساتھ نکاح کر لیتے ہیں وہ اپنے آپ کو کس طرح مسلمان کہہ سکتے ہیں اور ہر نماز میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ پڑھتے ہیں اگر یہ نہ پڑھیں تو نماز ہی نہیں ہوتی اور رات کو سید زادیوں پر سواری کرتے ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور اہانت بے ادبی گستاخی اہل بیت کی ہوسکتی ہے حالانکہ ساری فقہ کی کتابوں میں کھلم کھلا سید زادی کا نکاح غیر سید سے بالکل ناجائز ہے اہل فتویٰ کے نزدیک بھی یہ نکاح ناجائز ہے۔ اَلْاَعْرَابُ بَعْضُھُمْ کُفُوٌّ بَعْضٍ۔ عرب ہی عربوں کے کفو ہو سکتے ہیں عجمی عرب کا کفو نہیں ہوسکتا فتوے کے اعتبار سے ثابت ہوا کہ سید زادی کا نکاح کسی دوسری قوم کے ساتھ جائز نہیں ہوسکتا۔

15- حضرت امام شافعی پڑھا رہے تھے۔ سامنے ایک کوٹھے کے اوپر بچے کھیل رہے تھے آپ کبھی بیٹھتے تھے کبھی اٹھتے تھے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا ایک صاحب زادے سید ان میں کھیل رہے ہیں جب وہ میرے سامنے آجاتے ہیں تو میں تعظیم لئے کھڑا ہو جاتا ہوں۔

16- امام شافعی فرماتے ہیں:

لَوْ کَانَ رَفْضٌ حُبَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ
فَلْیَشْھَدِ الثَّقَلَانِ اِنِّیْ رَافِضٌ

اگر اہل بیت کی محبت رفض ہے جن اور انس سارے گواہ رہیں کہ میں پکا رافض ہوں۔ جو لوگ ہر باب میں امام شافعی کے مقلد بنتے ہیں وہ ان کے اس شعر کو بھی پڑھ کر ان کے مقلد بننے کے مدعی بنیں۔ اپنی آنکھیں کھولیں اور اہل بیت کی عداوت چھوڑ کر ان کی محبت اختیار کریں۔

17- سید عملوں سے سید نہیں بن جاتا بلکہ وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہی سید ہوتا ہے قطب اور غوث پر اس کی تعظیم فرض ہے جو اس کی تعظیم نہ کرے وہ قطب اور غوث نہیں رہ سکتا۔

18- سید فی الحقیقت سید ہوں یا نہ ہوں ان کی تعظیم فرض ہے۔ نام آتے ہی تعظیم فرض ہو گئی۔ سید کی نسبت تحقیق کی ضرورت نہیں تحقیق اچھا کام نہیں بلکہ بے ایمانی ہے۔ تحقیق کرنے والے سے پوچھا جائے کہ اپنے باپ کا نطفہ ہونے کا اس کے پاس کیا ثبوت ہے کسی کے متعلق ہرگز بدگمانی نہ کرنی چاہئے۔

19- تعظیم کے مسئلے کی نسبت جب یہ ثابت ہوا کہ جس طرح مسلمان پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و ادب فرض ہے ویسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی تعظیم واجب و فرض ہے اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی تعظیم و ادب نہیں کرتا وہ مومن نہیں رہ سکتا اگرچہ وہ نمازیں پڑھے۔ روزے رکھے مگر شرع میں وہ مومن نہیں کہلا سکتا۔

20- غوث قطب وغیرہ سب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر درود بھیجتے ہیں۔ یہ درجہ

سوائے آلِ محمد ﷺ کے اور کسی کو نصیب نہیں۔ اس لئے وہ واجب التعظیم ہیں۔

-21 ایک مرتبہ ایک اخبار والے نے لکھا تھا کہ ساری دنیا میں (۹۰) کروڑ مسلمان ہیں وہ نوے کروڑ پانچوں وقت نماز میں کیا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ۔ ایک سید زادے حیدر آباد میں سوئے ہوئے ہیں نوے کروڑ مسلمان (ساری دنیا کے مسلمان) پانچوں وقت ان کے لئے دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ پاک آپ ﷺ کی ذات پاک پر رحمت کر اور آپ ﷺ کی آل پر بھی رحمت کر۔ کیا یہ درجہ اور مرتبہ سوائے آلِ رسول کے کسی دوسرے شخص کو نصیب ہوسکتا ہے اگر وہ ساری دنیا کی دولت بھی خرچ کرے۔ یہ درجہ اس کو نصیب نہیں ہوسکتا مثلیت کا دعویٰ کرنے والے بھی ذرا اس مضمون کو غور سے پڑھیں اور مثلیت اور بشر مثلکم کے عقیدے سے توبہ کر کے حلقہ اسلام میں داخل ہوں۔

-22 حضرت ﷺ کی تعظیم جس طرح اہل اسلام پر فرض ہے جو آپ ﷺ کی آل کی تعظیم نہیں کرتا وہ حضرت محمد ﷺ کی تعظیم کر ہی نہیں سکتا جو لوگ حضرت ﷺ کے ہم مثل بنتے ہیں جس شخص کے سینہ میں آپ ﷺ کی ذات پاک کی محبت نہیں یا وہ ان کی تعظیم نہیں کرتا وہ مومن کہلانے کا مستحق نہیں آپ ﷺ یا آپ ﷺ کی ذات آلِ اطہر کی تعظیم وہ شخص کرے گا جس میں ادب و محبت کا نام ایمان ہے دیکھو قرآن شریف:

النبی اولٰی بالمؤمنین۔

-23 کوئٹہ میں شیر علی نامی قالین فروش تھا اس کی دکان پر ایک انگریز پولٹیکل

ایجنٹ آیا اور ایک قالین خریدنے کے بعد شیر علی نے اس انگریز سے کہا
کہ یہ قالین امیر دوست محمد خان والئی کابل جو عبد الرحمان خان کا دادا
تھا اس کے نیچے بچھایا جاتا تھا۔ ان دنوں فرانس میں ایک نمائش تھی۔
اس انگریز نے قالین فرانس کو بھیجا اور اس کے ساتھ ایک چٹھی بھی لکھی۔
جس میں لکھا تھا کہ یہ قالین امیر دوست محمد خان والئی کابل کے نیچے
بچھایا جاتا تھا۔ فرانس والوں نے اس انگریز کو لکھا کہ آپ نے امیر
دوست محمد خان کا قالین ہماری نمائش میں بھیج کر نمائش کی اور ہماری
عزت بڑھائی یہ قالین شکریہ کے ساتھ قبول کیا جاتا ہے اور پانچ سو
روپیہ بطور انعام کے بھیجے جاتے ہیں امریکہ سے کوئی سوداگر نمائش
دیکھنے آیا تھا اس نے پچیس ہزار کا خرید لیا امریکہ میں اس سوداگر سے
عجائب گھر میں رکھنے کے لیے پچاس ہزار روپیہ میں وہ قالین خرید لیا گیا
وہ قالین دس روپے کا بھی نہیں تھا اس پر ایک امیر کا نام آجانے سے
کافروں نے پچاس ہزار کا خرید لیا کسی نے تحقیق نہیں کی کہ امیر دوست
محمد خان کا ہے یا نہیں آج کل مسلمان کا یہ کام ہو گیا ہے کہ اگر کوئی شخص
یہ کہہ دے کہ یہ تبرک حضرت محمد ﷺ کا ہے تو اعتراض کرتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ حضرت ﷺ کا ہی ہے ان سے یہ
پوچھو کہ تمہارا اپنے باپ کے نطفہ سے ہونے کا کیا ثبوت ہے پہلے تم
اس کا ثبوت پیش کرو تو ہم تبرکات کا ثبوت پیش کریں گے۔

24- میں ایک دفعہ بمبئی میں تھا حضرت مخدوم علی متقی کا وہاں مزار ہے مہائم
شریف میں ۱۲ ربیع الاول کو ہر سال ایک مرتبہ حضرت ﷺ کے موئے
مبارک کی وہاں زیارت کرائی جاتی ہے فقیر بھی ۱۲ ربیع الاول کو وہاں

موجود تھا نورانی سیٹھ نے مجھ سے پوچھا کہ اس کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے کہ یہ موئے مبارک سچا آپ ﷺ کا ہے۔ میں نے کہا کہ جب آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ ﷺ کا موئے مبارک کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کرتے ہیں پھر مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں۔ جب موئے مبارک کی نسبت حضرت ﷺ سے ہوگئی تو یہ سمجھنا چاہئے کہ موئے مبارک حضرت ﷺ کا ہی ہے پس تعظیم فرض ہوگئی۔

عاشقاں راچہ کار با تحقیق
ہر کجا نام اوست قربانیم

ہم تو اس نام مبارک پر قربان ہیں کوئی شخص کافروں کے گھر میں پیدا ہوا۔ ساری عمر کفر کرتا رہا آخر عمر میں اس نے سچے دل سے ایک مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ پڑھ لیا تو صرف ایک مرتبہ اس کی زبان پر آپ کا نام پاک آنے سے ساری عمر کے کفر ساری عمر کے شرک اور ساری عمر کے گناہ بخشے گئے اور محمدی کہلانے کا مستحق ہو گیا۔

25- آج کل دشمنان رسول یہ کہتے کہ محمدی کہلانے سے بھی مشرک ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہو جاتی ہے ایمان کا نام شرک رکھ دیا ہے کیا ان کی نسبت ان کے باپ کی طرف کرنے سے وہ مشرک نہیں بن جاتے۔ ان کا باپ بھی غیر اللہ ہے حضرت آدم سے لے کر حضرت ﷺ کے زمانہ تک جتنے پیغمبر گزرے سب کی کم وبیش امتیں تھی اور ان سب کی نسبت ان کی طرف کی جاتی تھی مثلاً حضرت عیسیٰ کی امت عیسائی کہلاتی تھی اور کہلاتی ہے، حضرت موسیٰ کی امت یہودی کہلاتی تھی اور کہلاتی ہے، علیٰ ہذا القیاس تمام دنیا کی مخلوقات ہم

کو یعنی مسلمانوں کو محمدی کے لقب سے ہی پکارتی ہے۔ خدائی کوئی نہیں کہتا۔ حالانکہ دنیا میں جتنی مخلوقات ہیں خدائے تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں ان کو خدائی کوئی نہیں کہتا بلکہ وہ جس نبی کی امت ہوتے ہیں اس نبی کی طرف ان کی نسبت کی جاتی ہے اور اسی نام سے ان کو پکارا جاتا ہے۔

نیک ہیں یا بد ہیں ہم اب تو انہی کے ہو چکے
جا پڑیں گے ان کے در پر جن کے کہلاتے ہیں ہم

ہم پیدا ہوئے محمدی، دنیا میں تمام عمر محمدی کہلاتے رہے اور مرنے کے وقت بھی اس کے فضل و کرم سے یقین رکھتے ہیں کہ محمدی ہو کر مریں گے مرنے کے بعد بھی مسلمانوں کی قبر میں دفن ہوں گے جو لوگ کہتے ہیں کہ محمدی کہلانے سے مشرک ہو جاتے ہیں مر جانے کے بعد مسلمانوں کی قبروں کو کیوں پلید کرتے ہیں چوڑھے چماروں کی قبروں یا عیسائیوں کی قبر میں جا کر کیوں دفن نہیں ہوتے انہوں نے تو یہاں تک بھی کہا ہے کہ غلام محمد نام رکھنے سے کافر ہو جاتا ہے۔ اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے انکار کرتے ہیں تو پھر شیطان کے غلام بنیں گے؟

-26 سید کا نام آجانے سے مسلمانوں پر اس کی تعظیم واجب ہوگئی۔

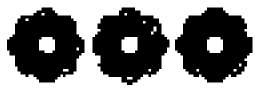
فی الجملہ نسبتے بہ تو کافی بود مرا
بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

ہمارا تو اس نام کو سلام ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک آگیا۔ ہمارے نزدیک اس کی تعظیم فرض ہوگئی۔

عاشقاں را چہ کار با تحقیق
ہر کجا نام اوست قربانیم

-27 ایمان محبت کا نام ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جتنی محبت ہوگی اتنا ہی

کامل ہوگا مسلمان کے پاس دولت بڑھ گئی۔ علم بڑھ گیا مگر وہ جس کے بڑھانے کا حکم تھا وہ کم ہوگئی اور کم ہوتی ہی جا رہی ہے آج کل جو زمانے کی رفتار ہے وہ گمراہ کن فرقے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے دن رات مشغول رہتے ہیں پس جان لو کہ جس کے دل میں آنحضرت ﷺ ،ور ان کی آل کی عداوت ہے اور ان کی کسر شان یا بے ادبی کرتا ہے تو یقیناً جہنمی ہے۔ جو حضرت ﷺ کے غلام ہیں ہم ان کے غلام ہیں جو ان کا نہیں وہ ہمارا نہیں وہ کیسا ہی قریبی رشتہ دار ہو ہمارا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ جب ان کا حضرت ﷺ کی ذات پاک سے تعلق نہ رہے تو ہمارا ان کے ساتھ کیسے تعلق رہ سکتا ہے۔



ضرورت مرشد

1- جو لوگ مرشد کی ضرورت کا انکار کرتے ہیں۔ ان کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ اگر پیر کی ضرورت نہیں تو خدائے تعالیٰ کو پیغمبروں کے بھیجنے کی ضرورت کیا تھی۔ کیا خدائے تعالیٰ براہ راست ہدایت نہیں کرسکتا۔

2- خدائے تعالیٰ خود فرماتے ہیں: ہر قوم کے لئے ہم نے ہدایت کرنے والا بھیج دیا تاکہ وہ اس کو راہ حق کی راہ نمائی کرے۔ کیا وہ خود بخود ہدایت نہیں کرسکتا تھا۔

3- خدائے تعالیٰ نے الحمد شریف میں فرمایا:

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔

ترجمہ: "صراط مستقیم کی ہم کو ہدایت فرما۔"

جب ہدایت کو حاصل کرنا فرض ہوگیا تو جس کے ذریعے سے ہدایت حاصل ہوگی اس کا حاصل کرنا فرض کرنا نہ ہوگا۔ ع

علم ہدایت زہدا یہ مجو

ہدایت تو ہادی کے سکھلانے سے نصیب ہوگی نہ کہ کتابیں پڑھنے سے۔

4- میرے استاد حضرت مولانا مولوی حافظ حاجی علامہ زماں مولوی محمد عبد اللہ صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص مسمی زرین خان پشاوری نے سوال کیا کہ کیا پیر کی ضرورت ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہاں پیر کی

ضرورت ہے۔ زرین خان نے عرض کیا کہ حضرت کیا آپ کو بھی ضرورت ہے۔ آپ کو تو دینی دنیاوی سارے علم رب نے دیئے ہیں۔ فرمایا مجھے بھی ضرورت ہے۔ فرمایا جس کام کو ہم خود بخود نہیں کر سکتے۔ ماں باپ، استاد، حضرت پیر و مرشد کے فرمانے کی برکت سے جب تک اس کام کو محبت اور شوق سے نہ کر لیں ہم کو آرام نہیں آتا۔ ان کے فرمانے کی عجب تاثیر ہوتی ہے۔ وہ بات ایک دفعہ فرمادیں ان کے ایک دفعہ فرمانے سے ساری عمر انسان اس کام پر پابند رہتا ہے اور ہمیشہ اس پر عمل کرتا ہے۔

جو کچھ کہ ملا ملا کرم سے تیرے
جو کچھ ہو گا تیرے کرم سے ہو گا

5- ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ فقیر مکہ شریف میں حاضر ہوا تھا تو پہلی ملاقات میں پہلی حاضری میں میرے استاد حضرت مولانا مولوی عبدالحق صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ایک حدیث شریف کی (حدیث مصافحہ) اجازت دی، پانی دم کر کے پی کر مجھ کو پلایا اور کھجوریں پڑھ کر کھلائیں۔ محدثین کے نزدیک اس کو حدیث اسودین کہتے ہیں۔ حدیث مصافحہ:

مَنْ صَافَحَنِیْ اَوْ صَافَحَ مَنْ صَافَحَنِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

آپ نے فرمایا:

ترجمہ: ''جس نے میرے ساتھ مصافحہ کیا یا اس شخص کے ساتھ کیا جس نے میرے ساتھ کیا تھا۔ قیامت تک وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

اس حدیث شریف کا مطلب کیا ہے؟ فرماتے ہیں جس نے میرے ساتھ مصافحہ کیا وہ جنت میں جائے گا۔ اس کو جنت نصیب ہوگی۔ جس کو میرے ساتھ مصافحہ کرنا نصیب نہ ہوا وہ اس کے ساتھ مصافحہ کرے جس نے میرے ساتھ پہلے مصافحہ کیا تھا۔ اسی طرح قیامت تک جو مصافحہ کرتے جائیں گے۔ خواہ درمیان میں کتنے ہی ہاتھ آجائیں وہ مصافحہ ان کے ساتھ نہیں بلکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے ساتھ ہوگا۔ وہ سب جنت میں داخل ہوں گے۔ یعنی جس نے بلا واسطہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا وہ بھی جنتی اور جس نے بالواسطہ قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا وہ بھی جنتی مثلاً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصافحہ کیا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ مصافحہ کیا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ مصافحہ کیا، حضرت امام قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے ساتھ مصافحہ کیا حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے ساتھ مصافحہ کیا، بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے ساتھ مصافحہ کیا، حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے ساتھ کیا، تو قیامت تک جتنے ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کرتے جائیں وہ بھی جنت میں جائیں گے کیونکہ وہ نور محمدی مصافحہ کرنے کی برکت سے ان کے سینہ میں بھی منتقل ہو کر ان کے دلوں کو بھی نور ایمان سے منور کر دے گا۔ اس کی ظاہر مثال ہمارے پاس موجود ہے کسی ہسپتال میں چلے جاؤ۔ اس میں بیماروں کو بجلی لگاتے ہیں وہاں بجلی کا آلہ موجود ہے۔ تم اس بجلی کو ہاتھ میں پکڑ لو، سارے جسم میں فوراً بجلی اثر کرے گی۔ جس کے ہاتھ میں بجلی کی کڑیاں ہیں اس کے جسم میں بجلی اثر کرے ہی گی، اگر اس کے ساتھ دوسرے آدمی نے ہاتھ لگا دیا، دوسرے کے ساتھ تیسرے اور تیسرے کے ساتھ چوتھے نے اور اسی طرح اگر لاکھ آدمی بھی ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھ لگاتے جائیں تو ان سب میں وہی تاثیر بجلی کی پیدا ہوگی جو لاکھوں کے

علیحدہ علیحدہ بجلی کے ہاتھ لگانے سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر کسی کو اس کلام میں شک ہو تو فقیر اس کے دکھلانے کو تیار ہے۔ اس مادی بجلی کا انکار کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس میں تاثیر نہیں یعنی اس مادی بجلی کی تاثیر کا کوئی انکار نہیں کرتا۔ اس خدائی بجلی نور محمدی کی بجلی روحانی کی تاثیر کا انکار کیا جاتا ہے اور پھر کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ سراج دین ہیں۔ **لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ۔**

ایک زنجیر کا ایک ایک ٹکڑا دوسرے سے ملا ہوا ہوتا ہے، خواہ وہ زنجیر کتنی ہی لمبی ہو، ایک مرتبہ سرے سے اس کو ہلاؤ تو اس کے آخر تک جس قدر کڑیاں ہیں سب میں حرکت پیدا ہوگی۔

مسئلہ

محدثین کی اصطلاح میں جس حدیث کے راوی تھوڑے ہوں گے، اس حدیث کا زیادہ اعتبار کرتے ہیں مگر صوفیائے کرام کے نزدیک معاملہ بالکل برعکس ہے۔ ادھر جتنے ہاتھ بڑھتے جائیں گے اور جتنی دور چلے جائیں گے اس کا اعتبار زیادہ کیونکہ متبرک اور نورانی ہاتھوں کی بجلی بھی اس میں اثر کرتی جائے گی۔ تو جو شخص پیران عظام کے سلسلے میں ان کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر فیضان الٰہی یا نور محمدی یا روحانی بجلی حاصل کرنی چاہے اور اس نور محمدی سے اپنے قلب کو نورانی بنانا چاہتا ہے وہ کسی کامل کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے قلب سیاہ کو روشن کر سکتا ہے۔

6- بیمار کو طبیب یا حکیم یا ڈاکٹر کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک ڈاکٹر یا حکیم آواز دیتا پھرے کہ آؤ علاج کرا لو تو کیا، اس دیوانے کے پاس کوئی جائے گا، کوئی نہیں جائے گا، بیمار کا فرض ہے کہ وہ طبیب یا ڈاکٹر کے پاس جا کر عاجزی سے ان کی خدمت میں عرض کرے بیماری کا علاج کرو۔ یہ تو ظاہری بیماریوں کا حال ہے اور روحانی بیماریوں کا حال تو اس

سے کئی درجہ بڑھا ہوا ہے۔ ظاہری بیماریوں میں تو کئی کئی مہینہ ظاہری طبیبوں کے زیر علاج رہتے ہیں، روپیہ خرچ کرتے ہیں، خدائے تعالیٰ نے ظاہری بیماریوں کے لئے لاکھوں حکیم ڈاکٹر، وید ہر ملک میں پیدا کر دیئے ہیں۔ باطنی بیماریاں پیدا کیں تو کیا ان کے علاج کے لئے کوئی حکیم یا ڈاکٹر نہیں پیدا کیا؟ جو ظاہری جسمانی بیماریوں کا علاج کرے اس کو حکیم یا ڈاکٹر یا وید کہتے ہیں اور جو باطنی بیماری کا علاج کرے، اس کو مرشد ہادی یا پیر کہتے ہیں۔ جسمانی طبیبوں وغیرہ کی ضرورت کو مانا جاتا ہے اور باطنی طبیبوں یا ڈاکٹروں کی ضرورت سے انکار کیا جاتا ہے۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

بارگاہِ الٰہی میں پہنچنے کے دو راستے ہیں پہلا شریعت، دوسرا طریقت، دونوں برحق ہیں، دونوں نور علی نور، فرق اتنا ہے کہ شریعت کا راستہ بڑا لمبا اور دراز ہے، طریقت کا راستہ بڑا قریب اور نزدیک، شریعت کیا ہے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، حج کرنا، زکوٰۃ دینا، توحید و رسالت پر ایمان لانا۔

7- ایک شخص کسی شخص کے پاس گیا۔ اس نے اس کو ایک جوڑی بیلوں کی دے دی اور زمین دے دی۔ وہ شخص اس میں سال بھر ہل چلاتا رہا محنت کرتا رہا، دن رات اسی فکر میں رہا، فصل پختہ ہو جانے پر فصل کو کاٹ کر دانہ بھوسہ سے علیحدہ کیا، پھر دانوں کو صاف کر کے چکی پر لا کر اس کا آٹا پیسا، کہیں سے توے کی تلاش کی، لکڑیاں جمع کیں، چولہا بنایا یہ سب محنت کر کے روٹی پکائی اور کھائی، یہ شریعت ہے اور جس کو پکی پکائی روٹی دے دی گئی یہ طریقت ہے۔

8- شریعت کے پانچ بناء ہیں اور طریقت کے بھی پانچ بنا ہیں۔ شریعت کے پانچ بنا یہ ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور کلمے کا پڑھنا۔ ان میں سے سب سے اہم بناء نماز ہے۔ اگر یہ درست ہو جائے گی تو شریعت درست ہو جائے گی۔ اسی طرح طریقت کے پانچ بناء ہیں۔ ذکر، فکر، مراقبہ، محاسبہ اور رابطہ۔ ان میں سے سب سے اہم بنا رابطہ ہے۔ اگر یہ درست ہو جائے تو طریقت درست ہو جائے گی۔

9- ایک شخص نے مکہ شریف جانے کا ارادہ کیا، بمبئی پہنچا، جا کر دیکھا تو وہاں سمندر تھا، اس نے تیر کر جانے کی کوشش کی، سمندر کے کنارے پر ہاتھ پیر ہلا رہا تھا، کسی نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا کر رہا ہے، اس نے جواب دیا کہ تیرنا سیکھ رہا ہوں، کیوں؟ اس نے کہا کہ مکہ شریف جانا ہے، جب تیرنا سیکھ جاؤں گا تو یہاں سے تیر کر وہاں پہنچ جاؤں گا۔ اس نے کہا تو دیوانہ ہے، کبھی سمندر کو بھی کسی نے تیر کر آج تک عبور کیا ہے، جدہ شریف یہاں سے بائیس سومیل دور ہے اتنی دور ہاتھوں سے تیر کر تو کب پہنچے گا، ایک مگر مچھ آئے گا تجھے لقمہ کر لے گا یا ایک دریائی موج آئے گی تجھے غرق کر دے گی تیرے بازوؤں میں رب نے اتنی طاقت نہیں بخشی کہ تیر کر اتنی دور جا سکے۔ زیادہ سے زیادہ تو ایک میل دو میل تیر سکتا ہے، دو ہزار میل تیر کر جانا محال ہے، اس نے کہا مجھے پہنچنا ضرور ہے کیا کروں، اس نے کہا کہ اگر پہنچنا چاہتا ہے تو کسی آگ بوٹ والے کے پاس جا، وہ بمبئی کی مغل کمپنی کے دفتر میں چلا گیا، ٹکٹ خریدا، آگ بوٹ میں بیٹھ گیا، آگ بوٹ والے نے اس کے ساتھ اور دو ہزار آدمی بٹھا لئے، آٹھویں دن جدہ شریف پہنچ کر اس کو کہا کہ اتر جاؤ۔

اپنے بازوؤں سے وہاں پہنچنا شریعت ہے، آگ بوٹ میں بیٹھ کر سمندر عبور کر کے پہنچنا طریقت ہے۔

-10 ایک چیونٹی نے ارادہ کیا کہ میں خانہ کعبہ شریف پہنچوں، دو ہزار سال تک چلتی رہی، پھر بھی نہیں پہنچی اور نہ کبھی پہنچ سکتی تھی، چونکہ اس کی طلب صادق تھی، ایک کبوتر آیا، دانہ کھانے کے لئے زمین پر بیٹھا، وہاں چیونٹی موجود تھی، اس کے پیر پر بیٹھ گئی، کبوتر اڑا اور خود بھی خانہ کعبہ شریف پہنچا اور چیونٹی کو پہنچا دیا۔ چیونٹی کا اپنے قدموں سے چل کر پہنچنا تو شریعت ہے اور کبوتر کے پاؤں پر بیٹھ کر پہنچنا طریقت ہے۔

مور مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد

پنجہ برپائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

-11 لاہور کے قلعہ میں حضرت عالمگیر بادشاہ قلعہ کی دوسری چھت پر بیٹھے ہوئے تھے اور اس وقت لاہور کے علماء کو اپنے دربار میں بلایا ہوا تھا، بادشاہ نے سوال کیا کہ رب کی بارگاہ میں پہنچنے کا کونسا طریقہ ہے۔ مولوی صاحبان نے گردن نیچے ڈال لی۔ کیا بتاتے، ادھر ادھر دیکھا ایک صوفی صاحب دریائے راوی کی طرف سے آرہے تھے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ س کا جواب وہ بزرگ دیں گے۔ بادشاہ نے کمند اندازوں کو حکم دیا کہ اوپر سے کمند کو لٹکا کر وہ بزرگ جب قلعہ کے نیچے پہنچیں تو اس میں بٹھا کر ان کو کھینچ لیں۔ نوکروں نے ایسا ہی کیا کہ جب قلعہ کی دیوار کے نیچے پہنچے تو ان کو اٹھا کر اوپر پہنچا دیا گیا۔ صوفی صاحب نے جواب دیا کہ بارگاہ الٰہی میں پہنچنے کا یہی طریقہ ہے جس کو آپ نے استعمال کیا۔ بادشاہ نے پوچھا کیسے؟ صوفی صاحب نے جواب دیا کہ

بادشاہ سلامت اگر میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا تو آپ کے قلعہ کی سات ڈیوڑھیا پہلے ان سات ڈیوڑھی والوں سے یارانہ پیدا کرتا۔ ان کے ساتھ آشنائی پیدا کرتا۔ سالہا سال گزر جاتے پھر بھی باریابی نصیب ہوتی یا نہیں۔ اب آپ کا دل چاہا تو بغیر محنت وکوشش کے اپنے نوکروں کو حکم دیا۔ انہوں نے نیچے سے کھینچ لیا۔ آپ کی مجلس میں بٹھا دیا۔ قلعے کے دروازہ میں داخل ہو کر ساتوں ڈیوڑھیوں کا طے کرنا۔ ہر ایک ڈیوڑھی والے کے ساتھ آشنائی پیدا کرنا اور ساتوں ڈیوڑھیوں کا طے کر کے بادشاہ کے دربار میں پہنچنا شریعت ہے اور بادشاہ اگر خود کھینچ لے کمندگروں کے ذریعے سے تو اس کا نام طریقت ہے۔ ع

اگر در خانہ کس است یک حرف بس است

12- لاہور میں تین طالب علم جھگڑ رہے تھے۔ ایک نے کہا کہ استاد کی کیا ضرورت ہے۔ دوسرے نے کہا کہ پیر کی کیا ضرورت ہے۔ تیسرے نے کہا کہ باپ کی کیا ضرورت ہے؟ فی الواقع جو شخص یہ کہتا ہے کہ باپ کی کیا ضرورت ہے، اس کو پیر کی کیا ضرورت ہے اگر باپ نہ ہوتا تو بیٹا کہاں سے پیدا ہوگا، اگر استاد نہ ہوتو شاگرد کہاں سے پڑھے گا اگر پیر نہ ہوتو مرید کا تزکیہ نفس وتصفیہ قلب کیسے ہوگا۔ جس طرح بغیر باپ کے بیٹا نہیں پیدا ہوسکتا ویسے ہی بغیر پیر کے مرید بھی نہیں ہوسکتا، باپ اگر بیٹے کے جسم کی پرورش کرتا ہے تو پیر اس کی روح کی پرورش کرتا ہے۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

-13 دنیا میں جو شخص آیا وہ اکیلا رہ کر زندگی بسر نہیں کر سکتا، اس کو اس کی زندگی بسر کرنے کے لئے بیسیوں آدمیوں کی ضرورت ہے، مثلاً دنیا میں پیدا ہو کر ماں کی ضرورت ہے جو اس کو دودھ پلائے تاکہ وہ زندہ رہے۔ ایک دن اگر ماں دودھ نہ پلائے تو بچہ زندہ نہ رہے۔ پھر جب اس کے دانت نکلے وہ تین سال کا ہوا تو اس کو کھانے پینے کی ضرورت ہوئی۔ یہ بچہ خود تو غلہ دانہ پیدا نہیں کر سکتا۔ نہ روٹی پکا سکتا ہے۔ ہر ایک چیز کے مہیا کرنے کے لئے اس کو دوسرے انسان کی ضرورت ہو گی۔ اس کے بعد کپڑا پہننے کی ضرورت ہو گی، تو جُلاہے کی ضرورت ہو گی، پھر درزی کی ضرورت ہو گی۔ حجام کی ضرورت ہو گی، باورچی کی ضرورت ہو گی، بھنگی کی ضرورت ہو گی، علم پڑھنا چاہئے تو استاد کی ضرورت ہو گی، ان ساری ضرورتوں کو تو مانتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ اگر ضرورت نہیں تو پیر کی ضرورت نہیں۔

-14 ہدایت کے محکمہ کے افسر اعلیٰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ضلالت کے محکمہ کا افسر اعلیٰ شیطان ہے۔ ہدایت حاصل کرنا ہر مومن پر فرض ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ جس کے ذریعے ہدایت ملے گی اس کا حاصل کرنا بدرجہ اول فرض ہے، وہی پیر ہے۔

-15 اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے پیغمبروں کو بھیجا ہے۔ جتنے پیغمبر گزرے سب ہادی تھے۔

اِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ۔

ترجمہ: ''البتہ آپ ہدایت کرتے ہیں سیدھے راستے کی طرف۔''

اگر یہ کہا جائے کہ پیغمبر ہدایت نہیں کرتے اور دلیل میں اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ

مَنْ اَحْبَبْتَ۔ ''ہدایت نہیں کر سکتے اس کو جس کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔''
لائیں تو یہ درست نہ ہوگا۔ اس وجہ سے کہ پیغمبر ہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ وہ ہدایت کریں گے ان کا کام ہدایت کرنے کا ہے، البتہ ہدایت سے مستفیض کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ مفسرین نے ہادی کے معنی راہ بتانے والے کے کئے ہیں۔ راہ بتانا دو قسم کا ہے، ایک یہ کہ اپنے مقام پر ہی رہ کر راہ بتا دے کہ اس راستہ پر چلے جاؤ یہی سیدھا راستہ ہے۔ دوسرا یہ کہ نہ صرف راہ بتائے بلکہ منزل مقصود تک پہنچا دے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ

''راہ بتانا پیغمبروں کا کام ہے، منزل مقصود تک پہنچانا ہمارا کام ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک بھی ہادی ہے اور پیغمبران علیہم السلام کی ذات بھی ہادی۔ اب نبوت ختم ہوگئی، اس لئے اب ہدایت کا کام پیران کبار کا ہے۔

16- یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (پارہ ۶، ربع سوم رکوع ۲)

وسیلہ کے معنی اس آیت شریف میں پیر کے ہیں۔ بعض نے نیک عمل اور بعض نے تقویٰ کے کئے ہیں اور بعض نے قرآن شریف، مگر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ یہ چاروں معنی نہیں ہو سکتے۔ اس وجہ سے کہ لفظ آمنوا میں قرآن پاک اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک شامل ہے بغیر اس کے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا۔ اتقوا میں نیک عمل شامل ہیں اس وجہ سے کہ بغیر تقویٰ کے نیک عمل ہو نہیں سکتا۔ پس وسیلہ کے معنی سوائے پیر کی ذات کے اور نہیں ہو سکتے۔ وابتغوا الیہ الوسیلۃ کے معنی پیر کی ذات کو تلاش کرنا ہے۔

17- يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ۔
(سورۃ شعراء، رکوع ۵)

جتنے دل ہیں سب بیمار ہیں، قلب سلیم بنانے والی پیر کی ذات ہے۔

18- كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔
(پ ۳۰، سورۃ مطففین)

دلوں کا زنگار دور کرنے والی پیر کی ذات ہے۔

19- ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ۔

ترجمہ: ''تمہارے دل پتھروں سے زیادہ سخت ہو گئے۔''

ایسے سخت دلوں کو نرم کرنے والی پیر کی ذات ہے۔

20- دل کی بیماریاں ۳ ہیں، حدیث نفس، خطرات، انتقاش صور محسوسات۔

حدیث نفس

شیخ چلی کا قصہ نماز میں انڈے بچے نکالنے کا۔

خطرات

چار قسم کے ہیں: رحمانی، نفسانی، شیطانی، ملکانی۔

انتقاش صور محسوسات

کسی دیکھی ہوئی چیز کا نماز میں خیال آجانا۔

جب تک یہ بیماریاں دل میں موجود ہوں، نماز قبول نہیں ہوتی ان بیماریوں کا علاج کرنے والا پیر ہی ہے۔

مَنْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ۔

ترجمہ: ''جو شخص خشوع و خضوع کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرے اس

کے لئے جنت لازم ہو گئی۔"

تحیۃ الوضو کی نسبت یہ حدیث شریف ہے:

21- هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ۔ (پ ۲۸، س جمعہ، رکوع ۱)

ترجمہ: "ہم نے ان پڑھوں میں ایک رسول بھیجا تا کہ ہماری آیات پڑھ کر سنائے اور معنی سمجھائے اور دلوں کو پاک کرے۔"

پڑھ کر سنانا سکھانا، معنی سمجھانا، ظاہری علماء کا کام ہے دلوں کو پاک کرنے اور حکمت بتانے کا کام پیران عظام کا جس کا اپنا دل پاک نہیں وہ دوسروں کے دلوں کو کیا پاک کر سکتا ہے۔

22- پیر کی توجہ روحانی بجلی ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بے عنایات حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

23- اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ۔ (پ ۲۶، سورۃ فتح، پہلا رکوع)

بیعت کس کو کہتے ہیں، ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کے معاہدہ کو بیعت کہتے ہیں، مرشد کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنے سے بجلی کا اثر نمودار ہو جاتا ہے۔

24- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ دس برس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے، اس دس برس میں آپ پر کسی ایک دفعہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض نہیں ہوئے، کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مہمان آ گئے، دستر خوان منگوایا وہ میلا تھا، تنور میں ڈلوایا، پھر نکلوایا۔ وہ صاف اجلا تھا۔ آگ کی خاصیت کپڑے کو جلانے کی ہے نہ کہ صاف کرنے کی مہمان

نے حیران ہو کر دریافت کیا، فرمایا کہ دستر خوان سے حضور ﷺ نے ہاتھ صاف کیا تھا، اس کی تاثیر سے اس کپڑے کو آگ نے نہیں جلایا۔ جس کپڑے کو حضرت ﷺ کا ہاتھ لگ جائے اس کو آگ نہیں جلا سکتی تو جس جسم انسان سے حضور ﷺ کا ہاتھ لگ جائے اس کو آگ کیسے جلا سکے گی، پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ آخری پیر میں بھی وہی تاثیر ہو گی جو حضرت ﷺ کی ہے۔

25- حضرت ﷺ سے بیعت دو قسم کی ہوتی ہے، ایک بلا واسطہ، یہ صورت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نصیب میں تھی، حضور ﷺ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرتے تھے۔ دوسری بالواسطہ، یہ صورت حال ہم لوگوں کے لئے ہے کہ سلسلہ بہ سلسلہ ہمارے ہاتھ حضور ﷺ تک پہنچتے ہیں۔

26- یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔

(پ ۱۱، سورۃ توبہ، رکوع ۱۵)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ساتھ رہنا صدیقین کے۔ یہ دو قسم کا ہے۔

۱- بدن کے ساتھ یہ ناممکن ہے۔

۲- دل کے ساتھ رہنا، اس کا نام تصور، رابطہ، بیعت ہے۔ بدعقیدہ لوگ اس کو شرک کہتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے حال میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَوْ لَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ۔ (پارہ ۱۲، ربع چہارم) برہان رب کیا ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام کا درمیان میں آنا۔ وہ یہ کہ مائی زلیخا نے حجرہ میں یوسف علیہ السلام کو بلایا، دروازہ بند کیا اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام سامنے آگئے اور فرمایا کہ بیٹا پیغمبر یہ کام نہیں کرتے۔ اس پر حضرت یوسف علیہ السلام دوڑے اور کمرہ سے بھاگ نکلے آگے جو کچھ ہوا وہ عام ہے۔

جس کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ تصور ہی تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سامنے آ گئے۔

27- اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔

(پ ۱۹، ربع اول، رکوع ۴)

جو لوگ توبہ کریں ایمان لائیں نیکی کریں ہم ان کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کرتے ہیں۔ پس پیر کے پاس جانے سے گناہ نیکی سے بدل جاتے ہیں یعنی نیکی کی توفیق اور ایمان پیر کے پاس جانے سے ملتا ہے۔

28- مرید ہونے سے اور پیر کے پاس جانے سے جاں کنی، قبر، پل صراط، قیامت کے عذاب سے بچ جائے گا۔

(دیکھو تفسیر محمدی حافظ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

29- رشتے ناطے دو قسم کے ہیں:

۱- رحم کے ناطے، یہ مرنے کے بعد ٹوٹ جائیں گے۔

۲- روح کے ناطے، یعنی پیر مرید کا ناطہ یہ روز ازل سے قیامت تک باقی رہے گا۔

30- بے پیروں کو نجات نہیں، جس کا پیر نہیں اس کا پیر شیطان، مشہور بات ہے۔

31- کوئی بھی انبیاء کا ورثہ نہیں پا سکتا، جب تک پیر کے ساتھ محبت نہ ہو۔

32- محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیدا نہیں ہو سکتی جب تک پیر کے ساتھ محبت نہ ہو۔

پہلے عشق پیر ہے اور بعدہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم
بعدہ عشق حق اس قاعدے کو تو نہ بھول

33- ایمان محبت رسول ﷺ کا نام ہے اگر ایمان حاصل کرنا ہے تو کسی محبت رکھنے والے سے محبت رکھو۔ یہ محبت رکھنے والے ہی پیر ہوتے ہیں۔

34- اگر اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا چاہتے ہو تو حضرت ﷺ کی ذات پاک سے محبت رکھو۔ حدیث شریف میں ہے:

مَنْ اَحَبَّنِیْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰہَ۔

قرآن شریف میں ہے:

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ (پ ۳، س آل عمران، رکوع ۴)

35- مائی صاحبہ روٹی پکا رہی تھیں، حضرت ﷺ نے بھی دو روٹیاں لگائیں مگر وہ نہ پکیں، مائی صاحبہ کی روٹی پکی، پیغمبر کا ہاتھ جس کو لگ جائے وہ قیامت تک نہ جلے گا۔

اے دل ترسندہ از نار و عذاب
باچناں دست و دہاں کن اقتراب
چوں جما دے را چنیں تشریف داد
جاں عاشق راچہا خواہد کشاد

36- بر در پیرے برو ہر صبح و شام
تا ترا حاصل شود مقصد تمام

مردوں کو ایصال ثواب

1- کہا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد مردے کو ثواب نہیں پہنچتا، حال یہ ہے کہ روح نہیں مرتی، جب روح نہیں مرتی تو اس کو ثواب کیوں نہیں پہنچتا۔

2- دیکھو قرآن پاک پارہ ۲۸، ربع اول، رکوع ۴:

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَان۔

☆ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَاب۔

(پ۱۳، سورۃ ابرار)

اگر زندہ کا پڑھا ہوا مردوں کو نہیں پہنچتا تو یہ دعائیں اللہ تعالیٰ نے کیوں سکھائی ہیں۔

3- جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد مردے کو ثواب نہیں پہنچتا، تو وہ مردے کی نماز جنازہ کیوں پڑھتے ہیں۔ زندہ ہی کی پڑھ لیا کریں۔

4- مدینہ منورہ میں ایک صحابی تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نام تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی میری ماں فوت ہو گئی ہے کوئی کام بتایئے کہ اس کا ثواب میری ماں کو پہنچے۔ فرمایا کنواں بنوا دو، یہ نیت کر کے کہ اس کا ثواب تیری ماں کو پہنچتا رہے اگر مردے کو ثواب نہیں پہنچتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد رضی اللہ عنہ کو ایسا حکم کیوں دیا۔

☆ سیالکوٹ میں ایک آدمی تھا۔ اس کی ماں مر گئی، جس کا یہ اعتقاد تھا کہ مردے کو ثواب نہیں پہنچتا، ایک مسلمان اس کے گھر پر گیا اور کہا کہ سنا ہے کہ تمہاری والدہ فوت ہو گئیں صبر کرو، ان کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ اس جانے والے نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی شروع کی اور الحمدللہ شریف پڑھنا شروع کیا۔ جس کی ماں مر گئی تھی، اس نے کہا کہ یہ بدعت ہے، مردے کے لئے دعا مانگنا بدعت ہے، اس کا کہیں ثبوت نہیں، مردوں کو ثواب نہیں پہنچتا۔ اس نے دعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھائے، اس نے بھی اس کی بات سن کر ہاتھ نیچے کر لئے اور اس کی ماں کو گالیاں دینی شروع کر دیں، دو تین گالیاں نکالیں وہ کہنے لگا کہ خبردار

زبان سنبھال کر بول، میری ماں کو گالی کیوں نکالتا ہے تب اس شخص نے کہا کہ قبر میں تیری ماں کو گالی تو پہنچ گئی مگر قرآن شریف کا ثواب نہیں پہنچتا۔

-5 جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مردوں کو ثواب نہیں پہنچتا، شاید کبھی وہ قرآن شریف بھی پڑھ لیتے، تو ان کو اس مسئلے کی حقیقت معلوم ہو جاتی، خدائے تعالیٰ نے بارہا قرآن شریف میں دعا سکھائی کہ تم اپنے مردہ بھائیوں کے لئے، ماں باپ کے لئے، مومنوں کے لئے دعا کرو کہ یا اللہ پاک ان کو بخش دے اگر زندوں کی دعائیں مومنوں کے لئے مفید نہیں تھیں، تو یہ دعائیں ہم کو کیوں سکھائیں، دیکھو قرآن شریف پارہ ۲۸، ربع اول، رکوع ۴:

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ۔

اس سے ثابت ہوا کہ مردوں کو ثواب پہنچتا ہے۔

-6 ایک شخص مر گیا، اس پر حج فرض تھا۔ وہ ادا نہیں کر سکا، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے وارث ایک شخص کو اس کی آمد و رفت کا خرچ کرایہ دے کر مکہ شریف بھیجیں۔ یہی شخص میقات میں پہنچ کر اس مردہ کی طرف سے احرام باندھ کر اس کی طرف سے حج بدل ادا کرے تو اس مردہ کے ذمہ سے وہ فرض ساقط ہو گیا۔ حضرت ملا علی قاری نے ایک حدیث نقل کی ہے:

حدیث شریف یہ ہے:

"جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا۔ تو ان کی وفات کے بعد ایک صحابی کھجوریں لے

آئے، دوسرے کھیر دودھ کی لائے، دونوں چیزوں کو سامنے رکھ کر آنحضرت ﷺ نے قرآن شریف پڑھ کر صاحبزادہ صاحب کی روح مبارک کو بخشا۔ جب آنحضرت ﷺ نے کھانا سامنے بذات خود مردے کے لئے ایصال ثواب کیا ہے تو منکرین کو گریبان میں منہ ڈال کر نادم ہونا چاہئے اور اپنے باطل عقیدہ سے توبہ کر کے آئندہ کسی مسلمان کو ایصال ثواب سے امید ہے کہ منع نہ کریں۔ ع

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

7- اَلْمَيِّتُ كَالْغَرِيْقِ۔ میت کی مثال ایسی ہے جیسی ڈوبنے والے کی ایک شخص پانی میں ڈوب رہا ہے، وہ اپنے بچاؤ کے لئے کوئی سہارا ڈھونڈتا ہے کہ میرا وارث یا کوئی عزیز واقارب مرنے کے بعد میری مدد کرے۔ تاکہ میں بھی اس کے سہارے سے عذاب سے بچ جاؤں، مثلاً اس کا کوئی عزیز اس کے لئے دعائے مغفرت کرے یا اس کی روح کو پڑھ کر بخشے یا کسی مسکین کو کھانا کھلا کر اس کا ثواب اس کی روح کو پہنچائے یا مردہ کو ثواب پہنچانے کی نیت سے نقد جنس کپڑے غلہ، دانہ وغیرہ خرچ کرے تو ان سب چیزوں کا ثواب اس مردے کو پہنچتا ہے۔

دیکھو حدیث شریف، صحیح حدیث میں وارد ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس میت کے لئے اس کے مرنے کے بعد درود شریف یا پچھتر ہزار مرتبہ کلمہ شریف پڑھ کر اس کی روح کو اس کا ثواب بخش دے تو اس مردے کے سارے گناہ خدائے تعالیٰ معاف کر دے گا اگر مردہ کو ثواب نہیں پہنچتا تو یہ حدیث کیوں فرمائی۔

روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ قبرستان تشریف لے گئے اور ایک مرتبہ الحمد شریف اور گیارہ مرتبہ قل شریف پڑھ کر اس کا ثواب اس مقبرے کے مردوں کو بخشا آٹھ دن کے بعد پھر اس قبرستان میں آپ پہنچے تو اس کا ثواب اس قبرستان کے مردے آپس میں تقسیم کر رہے تھے۔

8- حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت البقیع میں تشریف لے جا کر دعائے مغفرت فرمانا حدیثوں سے ثابت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر چھ میل کا سفر کر کے جانا اور دعائے مغفرت کرنا۔ مزار شریف کی زیارت کرنا، حدیثوں سے ثابت ہے جو لوگ یہ کہتے کہ قبر کی زیارت کرنے سے آدمی قبر پرست ہو جاتا ہے۔ وہ ذرا اس حدیث شریف کو غور سے پڑھی لیں کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی قبر پرست تھے۔

9- حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات اور پیر کو قبور کی زیارت فرمایا کرتے تھے۔

10- ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت البقیع میں دو قبروں پر کھجور کی ڈالیاں لگائیں، لوگوں کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ ایک قبر والا پیشاب سے پاک نہیں رہتا تھا، دوسری قبر والا چغل خوری کیا کرتا تھا۔ اس لئے ان پر عذاب ہو رہا تھا۔ تخفیف عذاب کے لئے کھجور کی ڈالی لگا دی جب تک یہ ہری رہے گی عذاب میں تخفیف رہے گی، پس قبروں پر سبزی لگانا پھول ڈالنا عذاب کی تخفیف کے لئے جائز ہے۔

11- قبروں کی زیارت کرنا بھی عبادت ہے اس سے موت کی یاد آجاتی ہے۔

12- جو لوگ بزرگوں کی زیارتوں کو جاتے ہیں اور اولیاء اللہ کے ساتھ محبت و

اخلاص کا برتاؤ کرتے ہیں ان کے اعمال صالحہ ان بزرگوں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور وہ اس سے کمال شادماں وخوش ہوتے ہیں۔

13- اہل قبور کے لئے مغفرت کی دعا مانگی جاتی ہے۔ تو وہ خوش ہوتے ہیں، اسی وجہ سے قبروں کی زیارت کو جاکر اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَ نَحْنُ لَكُمْ تَبْعٌ وَ اَنَا اِنْشَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ۔ کہنے کا حکم ہے۔

14- اہل قبور آپس میں ملتے جلتے ہیں اور ایک دوسرے کے عزیز و اقارب ملنے جلنے والوں کا حال دریافت کرتے ہیں۔

مرنے کے بعد قبر بنانا

1- مرنے کے بعد قبر بنانا جائز ہے۔ دیکھو قرآن شریف
اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرُ۔
میں مقابر کا بھی ذکر موجود ہے زیارت کا لفظ بھی موجود ہے، اگر قبر کا نام ونشان نہ ہوگا تو زیارت کس کی کریں گے۔ اس آیت شریف سے قبروں کا بنانا اور قبروں کی زیارت کرنا دونوں جائز ہیں۔

2- وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ۔
(پ ۱۷، ربع چہارم، رکوع ۳)
فرمایا خدائے تعالیٰ نے کہ کافروں میں سے کوئی شخص مرجائے تو یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا اور کافر کی قبر پر جاکر کھڑے نہ ہونا۔ اس آیت شریف سے خدائے تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنا اور ان کی قبروں پر ایصال ثواب کے لئے جاکر کھڑے ہونا، قبروں کی زیارت کرنا ثابت

ہوتا ہے اور قبروں کا بنانا بھی ثابت ہو گیا اگر قبر کا نام و نشان نہ ہو گا تو کس پر جا کر کھڑے ہوں گے اور کس پر فاتحہ پڑھ کر ثواب پہنچا دیں گے۔

3- جو لوگ قبر پر گنبد بنانے کا انکار کرتے ہیں، کاش وہ کبھی حدیث شریف بھی پڑھ لیتے ان کو یہ ثابت ہو جاتا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دنیائے فانی سے رحلت فرمائی تو آپ کو آسمان کے نیچے دفن کیا گیا۔ یا اس حجرہ شریف میں جس میں آپ تشریف فرما تھے خواہ وہ کسی شکل میں بنا ہوا تھا اور اب تک اسی حجرہ میں تشریف فرما ہیں اور قیامت کے دن اسی میں تشریف فرما ہوں گے۔ اسی حجرہ کی زیارت کے لئے ستر ہزار فرشتے صبح اور ستر ہزار فرشتے شام کو نازل ہوتے ہیں۔ دیکھو حدیث شریف۔ اس حجرہ شریف کی زمین جس میں آپ تشریف فرما ہیں اس کا مرتبہ، اس کا درجہ کل روئے زمین اور خانہ کعبہ شریف بلکہ عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔ اس مسئلے کے ثبوت میں کسی فرقے والے کا بھی انکار نہیں ہے، اس کو سب مانتے ہیں، نجدی بھی اس مسئلے کو مانتے ہیں۔

4- جو لوگ قبریں بنانے کا انکار کرتے ہیں ان کو معلوم رہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب شام میں تشریف لے گئے تو وہاں سارے پیغمبروں کے روضہ مبارک موجود تھے۔ چنانچہ اب تک بھی اسی وقت کے بنے ہوئے موجود ہیں۔ خلیل الرحمٰن میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا روضہ مبارک اب تک زیارت گاہ مخلوق ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا روضہ بیت المقدس میں، حضرت یحییٰ علیہ السلام کا دمشق میں، حضرت یوسف علیہ السلام کا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا کنعان میں، اگر روضوں کا بنانا منع تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کیوں نہ نیست و نابود کر دیا کیا ان

سے بڑھ کر کوئی باغیرت مسلمان تھا۔ بلکہ اب انگریز مؤرخ نے جس کا نام گبن ہے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں اپنے خلیفہ کو مصر میں بھیجا اس نے سوٹس پہنچ کر آپ کی خدمت میں عرضی لکھی، اس میں لکھا ہوا تھا کہ اس شہر میں حضرت دانیال کا روضہ قدیم زمانہ کا اور بہت پرانا ہونے کے باعث قریب ہے کہ شہید ہو جائے۔ اس کے لئے کیا حکم ہوتا ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خلیفہ کو لکھا کہ اس روضہ مبارک کو از سر نو تعمیر کر دو۔ اب منکرین عمارت روضہ اس جگہ کیا کہیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت کیا فتویٰ دیں گے۔

5- حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر گزرے ہیں ان سب پیغمبروں کی امتوں کی قبریں بنتی رہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے خدائے تعالیٰ کے حکم سے قبروں کا بننا شروع ہوا چالیس برس کا واقعہ ہے کہ فقیر جنت المعلیٰ میں حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ کی زیارت کے لئے مزار شریف پر گیا۔ گنبد مبارک کے دروازہ میں داخل ہونے لگا تو دیکھا کہ اس کے اندر ایک بزرگ لیٹ کر اپنی داڑھی مبارک سے جھاڑو دے رہے ہیں۔ میں دروازہ میں کھڑا رہا وہ سارے روضہ مبارک کے اندر داڑھی سے جھاڑو دے کر دروازہ میں پہنچے تو اٹھے، میں دروازہ میں کھڑا تھا مجھے فرمانے لگے شاہ صاحب میں نے یہ لمبی داڑھی اس لئے رکھی ہے کہ آٹھویں دن جب حاضر ہوتا ہوں تو داڑھی سے جھاڑو دیتا ہوں۔ وہ بزرگ حضرت حافظ امام الدین صاحب سیالکوٹی نقشبندی تھے۔ بیس سال سے اپنا گھر بار بیوی بچوں کو

چھوڑ کر مکہ شریف میں ہجرت کر کے تشریف فرما تھے اور مدینہ منورہ میں جا کر بھی کئی کئی مہینے گزارتے تھے۔ مکہ شریف میں فقیر کا قیام ان کے حجرہ میں ہوا کرتا تھا ایک دن فرمایا کہ میں مدینہ شریف جتنی مدت ٹھہرتا ہوں ہر روز ایک قرآن شریف ختم کرتا ہوں پھر فرمایا کہ بیس سال سے مکہ شریف میں کبھی جوتا نہیں پہنا۔ کبھی سواری پر سوار نہیں ہوا۔ باوجودیکہ اسی سال سے زیادہ عمر تھی اور ضعیف بھی ہو گئے تھے پھر بھی حج کرنے کو پاپیادہ تشریف لے جایا کرتے۔

ماں باپ کی اطاعت

1- جو شخص وضو کر کے ماں باپ کی زیارت کرے ایک مرتبہ اس کے گناہ اگرچہ جسم کے بالوں کے برابر بھی ہوں بخشے جائیں گے۔ جسم پر تین کروڑ پچاس لاکھ بال ہوتے ہیں اور اتنی ہی نیکیاں ملیں گی۔ ایک صحابی نے عرض کیا کہ اگر میں دوسری مرتبہ ماں کا چہرہ دیکھ لوں تو کیا ہو گا۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر اتنی ہی نیکیاں ملیں گی پھر عرض کیا کہ تیسری مرتبہ دیکھ لوں تو کیا ہو گا فرمایا کہ پھر اتنی ہی نیکیاں ملیں گی۔ پھر عرض کی کہ چوتھی مرتبہ دیکھ لوں تو کیا ہو گا ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کچھ کمی نہیں ہے۔ اس کے خزانوں سے جتنی دفعہ ماں کے چہرہ کو دیکھو گے اتنی دفعہ نیکیاں حاصل ہوتی رہیں گی۔

2- قرآن شریف میں ہے:

اِنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ۔ (سورۃ لقمان ۲۱)

ترجمہ: "شکر کرو تم میرا اور اپنے والدین کا۔"

3- ماں باپ زندہ ہوں تو ان کی قدم بوسی کرنی چاہئے اگر مر گئے ہوں تو ان کی قبروں کی زیارت کرنی چاہئے۔

لوگ یہ کہتے ہیں کہ قدم بوسی کرنے سے سجدہ ہو جاتا ہے وہ نادان ہیں انہوں نے سجدہ کے معنی ہی نہیں سمجھے۔ شریعت میں جو سجدہ ہے وہ کیسے ہوتا ہے؟ اس کے لئے شرط ہے کہ سجدہ میں آٹھ اعضا زمین پر برابر لگے رہیں یعنی دونوں پاؤں، دونوں زانو، دونوں ہاتھ، پیشانی، ناک، اگر ان میں سے ایک عضو بھی زمین کے ساتھ نہ لگے تو سجدہ نہیں ہوتا۔

یہ بھی شرط سجدہ شریعت کے لئے ہے کہ اعضا زمین سے لگیں اور اس کا رخ قبلہ کی طرف ہو اور نیت بھی سجدہ کی ہو قدم بوسی میں پیر تو البتہ زمین پر پہلے سے لگے رہتے ہیں باقی کوئی عضو زمین کے ساتھ نہیں لگتا۔ پھر سجدہ کیسے ہو گیا دیکھو مشکوٰۃ شریف: كُنَّا نَتَقَبَّلُ يَدَيْهِ وَ رِجْلَيْهِ۔ ہم حضرت ﷺ کے ہاتھ اور پیروں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔

حدیث شریف میں ہے:

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّهَاتِكُمْ۔

ترجمہ: ”جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔“

حدیث شریف میں ہے:

”جو شخص یہ چاہتا ہے کہ بہشت کی دہلیز کو چومے تو وہ اپنی ماں کے قدموں کو چومے۔“

4- جو شخص اس امر کا متمنی ہے کہ میرا رب مجھ سے راضی ہو اس کو لازم ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کو راضی رکھے اگر ماں باپ ناراض ہو گئے تو اس کو یقین کر لینا چاہئے کہ میرا رب بھی مجھ سے ناراض ہے۔

5- ماں باپ اگر خفا ہوں تو اف بھی نہ کرو جس طرح مردہ غسال کے سامنے ہوتا ہے۔ اسی طرح ماں باپ کے سامنے رہو۔ ان کی وفا یاد آئے گی ان کے جانے کے بعد۔

6- ماں باپ کا ہر حکم مانو بجز خلاف شرع احکام کے۔

7- ماں باپ مشرک بھی ہوں تو ان کی اطاعت کرو بشرطیکہ احکام شرع کے خلاف نہ ہو۔

8- ماں باپ کی دعا اولاد کے حق میں ضرور قبول ہوتی ہے ان کی بددعا بھی ضائع نہیں ہوتی۔

9- ماں باپ کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو۔

10- ماں باپ کی بغیر اجازت حج بھی نہیں کر سکتے گھر میں ان کی زیارت کر لیا کرو۔

11- ماں کا حق باپ سے تین درجہ زیادہ ہے۔

12- جو شخص ماں باپ کی خدمت کرے گا اس کی اولاد بھی اس کی خدمت کرے گی۔

13- ماں باپ اگر بیٹے کو عاق کر دیں تو اس کا روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ کوئی عمل قبول نہیں ہوتا ادھر بندہ ناراض، ادھر رب بھی ناراض۔

14- دنیا میں کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اپنے سے بہتر حالت میں دیکھنا نہیں چاہتا سوائے ماں باپ کے لہٰذا والدین کا حق بھی اولاد کو اسی طرح ادا کرنا چاہیے۔

15- خالق تو رب ہے مگر پیدا کرنے کا ذریعہ ماں باپ ہیں۔

16- وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔

(پارہ ۱۵، رکوع ۳، ربع اول)

-17 وَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا۔ (پارہ ۲۰، رکوع ۱۳)

-18 وَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا۔ (پارہ ۲۶، ربع اول، رکوع ۲)

-19 فقیر نے اطاعت والدین کی نسبت جو دیکھا اس میں سب سے اول عرب شریف کا درجہ اور دوسرا افغانستان کا، تیسرا کشمیر کا، باقی اللہ اکبر۔

-20 کوئی شخص ماں باپ کا حق اطاعت ادا نہیں کر سکتا ایک شخص نے متواتر بارہ سال تک اپنی ماں کی خدمت کی وہ بیمار تھی کھانا بھی اس کو یہ اپنے ہاتھ سے کھلاتا رہا اور پیشاب پاخانہ بھی اپنے ہاتھ سے اٹھاتا رہا ایک دن اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ الحمد للہ! میں نے ان کی خدمت کا حق ادا کر دیا۔ رات کو سو گیا خواب میں فرشتہ نے اس کو کہا دیوانے یہ تیرے دل میں کیا خیال پیدا ہوا اور جو تو نے کہا کہ میں نے ماں کا حق خدمت ادا کر دیا جب تو شیر خوار بچہ تھا سردی کی رات تھی ماں نے تجھ کو اپنے پہلو میں گرم بستر پر لٹایا تھا تم نے پیشاب کر دیا جس کی وجہ سے تمہارے سونے کی جگہ گیلی ہو گئی تھی، ماں نے تم کو اپنی گرم جگہ پر لٹایا اور گیلی جگہ خود لیٹ گئی، تیرا بارہ برس کا حق خدمت ماں کے اس ایک دفعہ کے عمل کے برابر نہیں ہو سکتا جس طرح بندہ رب کا حق ادا کرنے سے قاصر و عاجز ہے اسی طرح اولاد بھی ماں باپ کا حق ادا کرنے سے قاصر و عاجز ہے۔

-21 حقیقت میں ہم بچپن میں بے تکلفی کے ساتھ ماں باپ کے ہاتھوں میں پرورش پاتے ہیں۔ ان کا ادب یا ان کی تعظیم ہم کو کون سکھاتا ہے، ماں باپ نے تو سکھانا ہی نہیں تھا۔ سب سے پہلے ادب سکھانے والا استاد ہے، استاد کے بعد حضرت پیر و مرشد۔ جب بچہ ان دونوں کی خدمت

میں حاضر ہی نہ ہوا تو تعظیم کا سبق کس سے پڑھے۔ شامت اعمال سے ہم ایسے زمانے میں پیدا کیے گئے ہیں کہ اس میں حقوق والدین سے بالکل نابلدیت ہوتی جاتی ہے۔ ہمارے پنجاب میں لندن سے پاس کر کے ایک ولایت کا باشندہ انگریز ڈپٹی کمشنری پر مقرر ہو کر آیا۔ وہ باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ باپ نے بہت روپیہ خرچ کر کے بیٹے کو دیکھنے ولایت سے پنجاب آیا بیٹے سے ملا۔ مل کر ایک گھنٹہ بھی نہیں گزرا تھا کہ بیٹے نے کہا اے باپ میری کوٹھی میں تیرے رہنے کے لئے کمرہ خالی نہیں ہے۔ تو ہوٹل میں چلا جا۔ باپ کو اس کے کہنے کا کتنا صدمہ ہوا ہوگا۔ وہ دس ہزار میل کا سفر طے کر کے تکلیف برداشت کر کے روپیہ خرچ کر کے بیٹے سے ملنے آیا تو بیٹا کہتا ہے کہ میری کوٹھی میں تیرے لئے کمرہ خالی نہیں ہے تو ہوٹل میں جا کر ٹھہر یہ ہے موجودہ زمانے کی تعلیم کا اثر۔

اللھم نجنا من ھذہ المصائب۔

ہماری شامت اعمال سے ہندوستان میں بھی ایک ایسا فرقہ پیدا ہو گیا ہے جس نے یہ بانگ دہل پکارنا شروع کر دیا ہے کہ ماں باپ کی تعظیم کا قدم بوسی کرنے سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے۔ اللھم احفظنا من کل بلاء الدنیا و عذاب الاخرہ۔

اللہ تعالیٰ ان کی مصاحبت سے ہم کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

ایسے بھی لوگ ہیں جو قرآن شریف کا ادب و تعظیم نہیں کرتے، قرآن شریف کو پشت کے پیچھے رکھتے ہیں، بلکہ قرآن شریف نیچے رکھ کر خود اوپر بیٹھتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کی شان میں قرآن شریف میں آیا ہے: فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ جو لوگ قرآن شریف کا ادب و تعظیم نہیں کرتے وہ ماں باپ کا تعظیم و

ادب کیا کریں گے۔

22- درحقیقت ہم نے ماں باپ کی قدر ہی نہیں پہچانی کہ وہ کیا تھے۔ اس قصہ سے اس مسئلے کی حقیقت کھل جائے گی۔ مولانا روم نے مثنوی شریف میں لکھا ہے کہ زمینداروں کا قاعدہ ہے کہ رات کو وہ اپنے بیلوں کو کھیت میں چھوڑتے ہیں پچھلی رات کو جا کر ہل جوتتے ہیں۔ ایک زمیندار اپنے قاعدے کے مطابق اپنے دو بیلوں کو لے جا کر کھیت میں باندھ کر واپس آیا۔ رات اندھیری تھی اس کے واپس آنے کے بعد ایک شیر کھیت میں آیا اور ایک بیل کو کھا لیا اور مست ہو کر بیٹھ رہا پچھلی رات اندھیرے میں زمیندار جب کھیت میں آیا اور ایک بیل کے کندھے پر جوا رکھا تو وہ کھڑا ہو گیا، دوسرا کھڑا نہیں ہوتا تھا۔ زمیندار نے اس کو غلطی سے بیل سمجھ کر دو تین ڈنڈے زور سے مارے، ڈنڈے مارنا ہی تھا کہ شیر اتنی زور سے گرجا کہ زمیندار بے ہوش ہو کر گر پڑا اور شیر جنگل میں چلا گیا۔ جب زمیندار کو ہوش آیا تو وہ بڑا پچھتایا اور کہنے لگا کہ میں شیر کو بیل سمجھ کر ڈنڈے مارتا رہا اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ وہ شیر ہے تو میں اس کے نزدیک ہی کیوں جاتا۔ اس واقعہ سے ساری حقیقت واضح ہو گئی کہ ہمارے ماں باپ درحقیقت شیر تھے اور ہم اس زمیندار کی طرح ان کو غلطی سے بیل سمجھ کر ڈنڈے مارتے رہے۔ ہم نے ان کی قدر نہ پہچانی کہ وہ کیا تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ جنت میں میرا ساتھی کون ہو گا۔ ارشاد باری ہوا کہ فلاں شہر جو چار سو میل کے فاصلہ پر ہے جاؤ، اس کا پتہ بتا دیا۔ وہاں جا کر دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ شخص قصاب ہے۔ تفصیلی

حالات کے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کی ماں نے اپنے بیٹے سے خوش ہو کر یہ دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رفاقت نصیب فرما۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی ماں کو بشارت دی کہ تیری دعا مستجاب ہوئی اور مجھے اس کی زیارت کا حکم ہوا۔

-23 جو شخص یہ کہتا ہے کہ ماں کی قدم بوسی سے یا اس کے سامنے جھکنے سے مشرک ہو جاتا ہے۔ اس سے پوچھنا چاہئے کہ عورت کے پاس جانے کے وقت وہ جھکتا ہے یا کھڑا رہتا ہے اگر جھکتا ہے تو کیا یہ شرک نہیں ہوتا۔

-24 کروڑ روپیہ خرچ کرو مگر ماں نہیں مل سکتی۔ عورتیں بہت مل جاتی ہیں، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے ماں باپ زندہ ہیں۔

-25 سیالکوٹ کے ایک بزرگ تھے اقبال کے استاد، سو برس سے زیادہ عمر تھی ایک میل کے قریب ان کے ماں باپ کی قبر تھی۔ ہر روز ان کی زیارت کرتے۔ ماں باپ کی قبر کی زیارت کرنا بھی عبادت ہے۔

-26 آج کل قبر پر فاتحہ پڑھنے والے کو قبر پرست کہتے ہیں۔ پیر کے پاس جا کر بیٹھنے والے کو پیر پرست، اپنی نسبت زن پرست نہیں کہتے۔

-27 مدینہ منورہ میں کوئی شخص فوت ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے وہاں دیکھا کہ قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے ایک بوڑھی عورت آئی اور کہنے لگی کہ یہ قبر والا میرا نافرمان لڑکا تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی خطا معاف کر دے۔ کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ مجھے تکلیف دیتا تھا۔ پھر فرمایا کہ معاف کر دے۔ پھر وہی کہا، پھر تیسری مرتبہ فرمایا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بوڑھی عورت کے دل کی طرف خیال کیا۔ اس نے اپنے لڑکے کو عذاب میں دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اس کو

معاف کر دیا۔ رب نے عذاب دور کیا۔ خدائے تعالیٰ ہر شخص کو ماں باپ کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کسی چیز پر غیر اللہ کا نام

-1 کہا جاتا ہے کہ کسی چیز پر اللہ کے بغیر کسی کا نام آجائے تو وہ حرام ہو جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نام کے ساتھ کسی دوسرے کا نام آجائے تو شرک ہو جاتا ہے۔ میں ایک دفعہ حیدر آباد میں تھا۔ سنا کہ ایک شخص نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی فاتحہ کی بریانی پکا کر لوگوں کو کھلائی اور پڑوسی کے مکان میں بھی کچھ کھانا تحفۃً بھیج دیا۔ پڑوسی مرد اس وقت گھر میں موجود نہ تھا اس کی عورت تھی کھانا لے لیا۔ جب مرد واپس آیا تو مرد نے یہ سنتے ہی اس کھانے کو (جو عمدہ قسم کی بریانی تھی) اپنے گھر کے باہر موری غلاظت کی بہتی تھی اس میں لے جا کر پھینک دیا۔ نہ صرف پھینک دیا۔ نہ صرف پھینک دیا بلکہ جوتے سے اس کو روند ڈالا اور کہا کہ اس پر غیر اللہ کا نام آیا ہے۔ اس لئے یہ کھانا تو خنزیر سے بھی زیادہ پلید ہو گیا اور کھانے کے لائق نہ رہا۔

-2 اب اس بارے میں مسئلہ سناتا ہوں غور سے سنو۔ پنجاب میں ایک دن گھوڑے پر سوار کسی گاؤں میں جا رہا تھا۔ راستہ میں کھیت تھے ایک زمیندار نے کھیت میں سے آکر میرا گھوڑا روک کر کہا کہ مسئلہ سمجھاؤ۔ میں نے کہا کہ پوچھ لے۔ کہنے لگا رات ہمارے گاؤں میں ایک مولوی آیا۔ اس نے ساری رات ہماری نیند خراب کی اور یہی کہتا رہا کہ جس چیز پر غیر اللہ کا نام آئے وہ حرام ہو جاتی ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟ میں نے کہا کہ یہ کھیت کس کا ہے؟ جس پہ تم اور میں کھڑے ہیں۔ کہنے لگا میرا

ہے۔ اس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا۔ میں نے دریافت کیا یہ بچہ کس کا ہے۔ کہنے لگا میرا ہے۔ اس کے ساتھ بیل بھی تھے، میں نے پوچھا کہ یہ کس کے ہیں جواب دیا کہ میرے ہیں۔ اس پر میں نے کہا کہ مولوی کے کہنے کے مطابق تیرا کھیت تجھ پر حرام ہو گیا اور تیرا بچہ بھی حرام کا ہوا اور تیرے بیل بھی تیرے لئے حرام ہو گئے۔ اس وجہ سے کہ ان پر تیرا نام آیا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ میں نے مسئلہ سمجھ لیا۔ میں نے اس سے کہا کہ اس سے آگے بھی سمجھ لے۔ اس مولوی سے میری طرف سے پوچھو کہ اس کی ماں پر کس کا نام پکارا جاتا تھا۔ رب کی بیوی پکاری جاتی تھی یا اس کے باپ کی بیوی۔ یاد رکھو کہ کوئی چیز کسی انسان پر حلال نہیں ہو سکتی، مسجدوں پر غیر اللہ کا نام پکارا جاتا ہے۔ مثلاً ٹیپو خاں کی مسجد، پھر اس میں غیر اللہ کے نام کے بعد نماز کس طرح ادا کی جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے زمین کو بھی کسی نہ کسی کی ملکیت قرار دیا ہے۔ قرآن شریف: اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔ یعنی زمین تو ہماری ہے جس کو چاہیں ہم اس کا وارث بنا دیتے ہیں ورنہ اگر اللہ کی زمین کہی جائے تو اس کا استعمال کسی کے لئے جائز نہیں ہوتا اگر کہا جائے کہ فلاں کی زمین ہے اور فلاں کا باغ ہے اور فلاں کا گھر ہے تو اب اس میں غیر اللہ کے نام آجانے سے اس نام والے کو اور دوسرے لوگوں اس کی اجازت سے استعمال جائز ہوا۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ ستر جگہ رسول پاک ﷺ کا ذکر فرمایا ہے۔ تین چار جگہ تو میں بتا دیتا ہوں:

☆ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔

(سود کے متعلق، پ ۳، ربع اول، رکوع ۳)

☆ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْهُمْ فَاسِقُوْنَ۔

(پ۱۰، ربع چہارم، رکوع ۳)

☆ اَلَا اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ لَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى۔ (پ۱۰، ربع سوم، رکوع ۴)

☆ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔

(پ۱۰، سورۃ توبہ، ربع سوم، آخری رکوع)

ایسی صورت میں ان لوگوں کے عقیدہ کے مطابق اللہ کے نام کے ساتھ کسی کا نام آجائے تو وہ شرک ہو جاتا ہے۔ سارا قرآن شریف شرک سے بھرا ہوا ہے۔ نعوذ باللّٰہ۔

فاتحہ وغیرہ کی تاریخ مقرر کرنا

کہا جاتا ہے کہ تاریخ مقرر کر کے فاتحہ وغیرہ کرنے سے معاملہ حرام ہوتا ہے۔ غور کیا جائے کہ ایسا کہنے والے کی ماں کی شادی کے وقت اس کے نکاح کے لئے تاریخ مقرر کی گئی تھی۔ یا بغیر تاریخ گھر میں گھس گئے تھے۔ اگر تاریخ مقرر کرنے سے حرام ہو جاتا ہے تو اس کی ماں بھی اس کے باپ پر حرام ہو جاتی ہے۔ شریعت مطہرہ نے جتنے بھی احکام دیئے ہیں سب میں تاریخ مقرر ہے بغیر تاریخ کوئی چیز نہیں مثلاً روزہ، حج وغیرہ۔

درود شریف کی فضیلت

1- درود شریف کے پڑھنے میں اور سلام کے بھیجنے میں عبادت ہے۔ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے سے دس نیکیاں پڑھنے والے کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔

2- خدائے تعالیٰ نے اپنے محبوب حضور ﷺ پر درود شریف پڑھنا اپنے ذمہ لیا ہے۔ نہ صرف اپنے ذمہ بلکہ فرشتوں کو بھی یہ خدمت مقرر کی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

حضور ﷺ پر ستر ہزار فرشتے ہر صبح ستر ہزار فرشتے ہر شام درود شریف پڑھتے ہیں۔

پردہ

دنیا کے بادشاہ کے قانون کو جو نہ مانے اس کو باغی قرار دیا جاتا ہے اور وہ قابل سزا ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ خدائی قانون کی خلاف ورزی کرنے پر کسی کو سزا نہیں دی جاتی۔ ایسا شخص کس درجہ کا مجرم ہوگا کوئی دانہ ننگا نہیں پیدا فرمایا گیا۔ اس سے ہم کو سبق لینا مقصود ہے کہ پردہ ہونا چاہئے۔ وہ لوگ دیوث ہیں جو اپنی عورتوں جوان بیٹیوں کو پردہ میں نہیں رکھتے دیوث کی نسبت حضرت ﷺ نے فرمایا کہ

''اس کو جنت کی بو نہیں آئے گی۔''

ذکر

ایک شخص نے یہ کوشش کی کہ اس کے دل کو چین و آرام نصیب ہو۔ اس نے دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار جا رہا ہے۔ اس نے خیال کیا کہ گھوڑے پر سوار ہونے سے میرے دل کو آرام ملے گا۔ پس گھوڑا خرید لیا۔ پہلے تو صرف اس کو اپنی جان کی فکر تھی، اب گھوڑے کی جان کی۔ اس کے باندھنے کا، اس کے دانہ چارہ کا، یہ فکر بھی دامن گیر ہو گیا۔ اس نے کہا کہ میں سمجھا تھا کہ گھوڑا خریدا تھا آرام ملے گا۔ مگر اس میں اور زیادہ فکر پیدا ہو گیا۔ ایک شخص پالکی میں جا رہا تھا

اس شخص نے دیکھ کر پالکی خرید لی پہلے تو اس کو صرف اپنا فکر تھا اب پالکی اٹھانے والے آٹھ آدمیوں کا ان کے کھانے پینے کا رہائش کا فکر بھی دامن گیر ہو گیا۔ اس نے کہا کہ میں نے پالکی اس لئے خرید لی تھی کہ دل کو آرام ملے گا مگر میں اور زیادہ فکر میں مبتلا ہوا پھر اس نے سوچا بادشاہی تخت پر بیٹھنے سے شاید دل کو آرام ملے گا۔ جس طرح ہو سکا کوشش کر کے بادشاہ کے تخت پر بیٹھا۔ ساری رعیت کے جتنے غم تھے سب اکیلے بادشاہ کی جان پر آ گئے۔ آخر کو وہ ناامید ہو گیا اور کہہ اٹھا کہ دنیا بے آرامی بے چینی، پریشانی اور آلام کا گھر ہے۔

ایں کمال آمد کہ بافر زند و زن
از ہمہ فرزند و زن فارغ بدن
دریں دنیا کسے بے غم نباشد
اگر باشد بنی آدم نباشد

آخر کو وہ شخص جو دل کے چین کا طالب تھا اور دنیا کو غموں اور فکروں کا گھر قرار دے چکا تھا اور دنیا میں رہ کر دل کا آرام نصیب ہونے سے بالکل ناامید ہو گیا تھا۔ اپنے مقام سے نکل گیا، چلتے چلتے ایک درویش کی خدمت میں بیٹھ گیا۔ جب تک اس کی خدمت میں بیٹھا رہا اس کے دل کو آرام رہا، سکھ رہا، اس نے اس وقت یہ شعر پڑھا:

نا سکھ گھوڑے پالکی نا سکھ چھتر کا چھان
یا سکھ ہر کی بھگت میں یا سکھ سنتا مان

دل کو آرام اس وقت مل سکتا ہے یا خود ذکر کرے یا ذکر کرنے والوں کی صحبت میں جا کر بیٹھے۔ مثلاً ایک نابینا دھوپ میں جا رہا ہو۔ سخت گرمی کی حالت میں ایک درخت آئے اور نابینا اس کے نیچے بیٹھ جائے مگر اس نابینا سے کوئی یہ نہ

کہے کہ درخت ہے تو بھی اس کو معلوم ہو جائے گا کہ دھوپ کے مقابلہ میں اب آرام ہے۔ یہ ایک فطری بات ہے اسی طرح دل کو چین اسی وقت آئے گا جب اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھے یا خود ذکر کرے۔ ذکر کرنے والوں کے دل میں اللہ تعالیٰ دنیا اور دنیا والوں سے استغنا پیدا کرتا ہے۔

-2 حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام صوبیداروں کو حکم دیا کہ اپنے اپنے علاقوں میں کوئی کامل بزرگ ہو تو اس کی بادشاہ کو خبر پہنچانا۔ دریائے گنگا کے کنارے ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے، یوپی کے صوبیدار نے بادشاہ کو اطلاع دی، حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وزیر سعد اللہ خان کو ساتھ لیا (جس نے پنجاب میں سنگ لرزان کی مسجد بنوائی ہے جو آج تک اس کی یادگار ہے۔) اور اس بزرگ کے پاس جانے کے لئے نکلے، جب بزرگ کے قریب پہنچے، بزرگ نے دور سے دیکھا کہ کوئی آ رہے ہیں بیٹھے تھے تو لیٹ گئے، بادشاہ اور وزیر بزرگ کے پاس جا کر کھڑے رہے۔ وزیر نے کہا کہ بادشاہ سلامت تشریف لائے آپ نے سلام تک نہ کیا۔ بزرگ فرمانے لگے تو آدمی سمجھدار معلوم ہوتا ہے مگر یہ بات تو نے سمجھ کی نہیں کی۔ باہر سے آنے والے پر فرض ہے کہ وہ سلام کرے نہ کے لیٹے ہوئے پر سلام کرنا فرض ہے۔ سلام کرنا تم پر فرض تھا کہ تم باہر سے آئے تھے۔ غلطی تمہاری، اس کا ذمہ میرے اوپر لگاتے ہو۔ بادشاہ نے کہا کہ فی الواقع غلطی ہوئی۔ معافی مانگ۔

آپ لیٹے ہوئے تھے، وزیر نے کہا کہ ٹانگیں کب سے لمبی کی ہیں فرمایا کہ جب سے ہاتھ کھینچ لئے ہیں۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا پھر معافی مانگ۔ جب یہ آ رہے تھے تو بزرگ کے پاس کتا تھا۔ وہ ان کو بھونکنے لگا، بزرگ نے کہا کہ

بھونکتا کیوں ہے۔ تیرے ہم جنس آئے ہیں۔ وزیر نے عرض کی کہ حضرت ہم آپ کی زیارت کو آئے آپ نے ہم کو کتے سے تشبیہ دی۔ بزرگ نے فرمایا کہ تو اپنے مالک کا اتنا فرماں بردار نہیں جتنا یہ کتا فرماں بردار ہے۔ یہ کتا ہر وقت میرے پاس رہتا ہے۔ بھوکا ہو یا پیاسا، جو حکم اس کو کرتا ہوں وہ من وعن مانتا ہے۔ تم تو اس طرح اپنے مالک کا حکم نہیں مانتے۔ پھر بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ معافی مانگ لے۔ عرض کی حضرت میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیں۔ کسی کا قرض آپ کے ذمہ ہو تو فرمائیں، ادا کر دیا جائے گا، فرمایا کہ میرے ذمہ نہ کسی کا قرض ہے اور نہ مجھے کوئی ضرورت ہے۔ بادشاہ اور وزیر سلام کر کے واپس چلے گئے اور اپنے صوبیدار کو خط لکھا کہ جن بزرگوں کی تم نے تعریف کی تھی، ہم نے ان کو اس سے زیادہ پایا، جو کچھ تم نے لکھا ہے یہ ہے اللہ کا ذکر کرنے والوں کا اطمینان اور استغنا از مخلوق۔

3- جو لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے ہوں ان کے اندر سے جو دھواں نکلے گا وہ اللہ تعالیٰ کا نور ہے۔ نور کے اندر سے نور نکلے گا۔

4- اگر دس ذاکر ہوں، ایک غافل تو ذاکر غافل کو بھی نورانی کر دیں گے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کی صحبت میں رہنے سے اطمینان ملے گا۔

5- ذکر کی دو قسمیں ہیں:

☆ زبان سے

☆ دل سے

ایک دفعہ بھی اللہ کا لفظ زبان سے نکلا تو وہ زبان کا ذکر ہوا۔ دل سے ایک مرتبہ اللہ کو یاد کیا تو تین کروڑ پچاس لاکھ مرتبہ ذکر زبان کے برابر ہوگا۔ یہ دل کا ذکر ہے سارے جسم کی رگیں تین کروڑ پچاس لاکھ ہیں۔ دل سے یہ سب ساری

رگیں لگی ہوئی ہیں۔ ایک دفعہ دل سے اللہ کا نام لیا تو ساری رگیں بھی اللہ تعالیٰ کا نام لیتی ہیں۔

-6 جتنے ذکر ہیں سب سے اللہ کا ذکر بڑھ کر ہے۔

-7 یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا۔

ترجمہ: ''ذکر کثرت سے کرو، کثرت کی کوئی حد نہیں اتنا ذکر کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں۔''

-8 اللہ کا ذکر کرنے والوں کی خلقت میں یہ حال ہے کہ کپڑا پہننے کو نہیں۔ جسم کو مٹی لگی ہوئی ہے۔ لوگوں کے دروازہ سے نکال دیا جاتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے پاس ان کا یہ حال ہے کہ ان کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ کرتا ہے۔

خاکساراں جہاں را بحقارت منگر
توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

-9 اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا جس زمین پر بیٹھ جائے یا جس زمین پر گزر جائے وہ زمین فخر کرتی ہے کہ ہمارے اوپر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ہے۔ پس جس جگہ نیکوں کا گزر ہو جائے وہاں قیامت تک رحمت آتی ہے۔ ظالموں کے پاس بیٹھنے کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔

-10 اس شخص کا دل جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا۔ اس کی مثال زندہ و مردہ کی ہے۔ حضرت ثابت بن نعمان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زیارت کرنے والے سے فرمایا کہ جس وقت میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہوں، اس وقت سارے جہان میں یہ مشہور ہوتا ہے کہ میں مر گیا۔

11- جتنی عبادتیں اور جتنے نیک کام ہیں ان سب میں بزرگ عبادت رب کی یاد ہے۔ شہادت سے بھی بڑھ کر رب کی یاد ہے۔

12- اطمینان ظاہر اور چیز ہے اور اطمینان قلب اور چیز۔ سچے دل سے کلمہ شریف پڑھ لیا اس کو مومن کہیں گے۔ مگر دل کو آرام نصیب ہوگا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے، بیوی بچے، مال و دولت، گھوڑا، ساز و سامان، گھر کسی میں اطمینان نہیں۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ رب نے جتنی نعمتیں بخشی ہیں اپنے بندوں کو، ان ساری نعمتوں میں اطمینان قلب سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔

13- دریا میں کشتی پانی کے اوپر رہتی ہے جتنا پانی زیادہ ہوگا اتنا ہی کشتی کو آرام ملے گا اگر وہی پانی کشتی میں آ گیا۔ تو کشتی ڈوب جائے گی۔ دل کشتی ہے، دنیا کے رنج و غم پانی، سب کی کشتی ڈوبی ہوئی ہے۔ مگر اللہ کے بندوں کی کشتی یعنی ذاکروں کی کشتی تیرتی ہوئی ہے، مولانا روم فرماتے ہیں۔ ع

آب در کشتی ہلاک کشتی ست

لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰكُمْ۔

یہ خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اچھے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں۔ ع

نہ سودائے خود شان پر نہ پروائے کس

14- صوفیائے کرام نے جو مقرر کیا ہے وہ یہ ہے کہ چوبیس ہزار سانس رات دن میں آتا ہے ہر سانس پر ذکر کیا جائے۔ جو دم غافل سو دم کافر۔ آنکھیں، کان، زبان، ہاتھ اپنے اپنے فرائض کے لئے، دل اپنے ذکر

کے لئے اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ پس جو کام دل کا ہے وہی اس سے لینا چاہیے۔ اس پر کوئی خطرہ یا غم گزرنے نہ پائے۔

-15 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہے۔ اس کے ساتھ ہم شیطان کو مقرر کر دیتے ہیں۔ دیکھو قرآن شریف:

و من یعش عن ذکر الرحمن نقیض له شیطانا فهو له قرین۔

چوں دلت بے یاد الہت بود
دیو ملعون یارو ہم راہت بود

-16 لِكُلِّ شَيْءٍ مِصْقَالَةٌ وَّ مِصْقَالَةُ الْقَلْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ۔ دل کی صیقل کرنے کے لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے کوئی آلہ رب نے پیدا نہیں کیا۔

متفرق ارشادات

-1 مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو حضور ﷺ نے کیوں ہجرت فرمائی۔ وجہ یہ ہے کہ اگر آپ مکہ شریف میں ہی تشریف رکھتے تو اسی جگہ آپ کا مزار شریف بنایا جاتا۔ تو سارے اقوام کا اعتراض ہوتا کہ مسلمان اپنے پیغمبر کی قبر کو سجدہ کرتے ہیں۔ اس لئے حضرت ﷺ کو مدینہ جانے کا حکم ہوا تاکہ کوئی اعتراض کسی قوم کا عائد نہ ہو۔

-2 وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ۔ آپ ﷺ کی ذات کو ہم نے رحمۃ للعالمین بنایا ہے اس لئے آپ کی وجہ سے کافروں کو بھی عذاب نہیں دیا جاتا۔ دنیا میں وہ بچے ہوئے ہیں آپ ﷺ کی ذات وجہ سے۔

بعض لوگوں نے اس آیت شریف کے یہ معنی کئے ہیں کہ جن میں آپ تشریف رکھتے ہیں ان کو عذاب نہیں دیا جاتا۔ یہ غلط معنی ہیں۔

3- جن کے دل میں نورِ ایمان ہے ان کی پیشانیوں سے وہ نور ظاہر ہوتا ہے. جن کے دل سیاہ ہیں ان کی پیشانیوں سے وہی ظاہر ہوگا۔

4- وضو کا پانی جس جگہ لگے گا وہ دوزخ میں نہ جلے گی۔

5- قبلہ شریف کی تعظیم کے لئے نزدیک و دور والوں کے لئے یکساں حکم ہے۔

6- مسئلہ سناتے ہیں تو کہتے ہیں کہ نا اتفاقی پھیلاتے ہیں حالانکہ ہم تو سب کو ایک کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تم کو ایمان بچانا ہو تو وہی پرانا دین قائم رکھو۔ جو اپنے باپ دادا کا دین ہے۔ آج کل ایمان کے ڈاکو بہت پیدا ہو گئے ہیں ان سے بچو ان کی صحبت میں مت جاؤ۔

طوبیٰ کی چھاؤں تجھ کو مبارک ہو زاہد
ہم کو تو اپنے سایہ دیوار سے غرض

7- ایک بزرگ تھے ان کے پاس پانچ سو روپیہ تھے ایک دن ایک مولوی سے فرمایا کہ طاق میں ایک تھیلی ہے اس کو لاؤ، جب تھیلی لائی گئی تو فرمایا کہ پانچ رکھ لو۔ باقی مدرسہ میں لے جا کر دے دو۔ مولوی صاحب نے عرض کی کہ آپ کو پیسہ سے بڑی محبت تھی۔ یہ کیا معاملہ ہے فرمایا کہ میں کل فلاں وقت مرنے والا ہوں، اس لئے چاہتا ہوں کہ محبت والی چیز کو اپنے ساتھ ہی لے جاؤں، یہاں نہ چھوڑوں، جب میں مر جاؤں تو ان پانچ روپیہ سے میری تجہیز و تکفین کرنا۔ مولوی صاحب 495 روپیہ مدرسہ میں دے آئے اور دوسرے دن جب وقت مقررہ پر

بزرگ کے پاس گئے تو معلوم ہوا کہ وہ مردہ ہیں۔ حسب وصیت ان پانچ روپوں میں سے کفن دفن کا انتظام کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو روپیہ زندگی میں دیا گیا وہ آخرت کا توشہ ہوتا ہے اور وہ ساتھ آتا ہے جو روپیہ چھوڑ دیا اس کا ثواب نہیں ملتا۔ ہر چیز خرچ سے کم ہوتی ہے۔ مگر خدا کی راہ میں دینے اور خرچ کرنے سے وہ بڑھتی ہے۔ اس طرح خرچ کرنے سے اس کا ثواب دوگنا سے سات سوگنا تک ملتا ہے۔

8- ایک عیسائی پادری نے حضرت ﷺ کا نام ادب سے نہیں لیا۔ ایک بھنگی تھا، اس نے اس کو کہا ادب سے نام لے۔ اس پادری نے نہ مانا۔ بھنگی نے پادری کو لاٹھی سے مارا، وہ مر گیا، مقدمہ رجوع عدالت کیا گیا۔ جج نے تصفیہ کیا کہ پادری نے اشتعال دلایا، بھنگی کا قصور نہیں وہ بری کر دیا گیا۔ وہ بھنگی ہی ایمان دار تھا، باقی سب بے ایمان، گو بھنگی میں عمل نہ تھا۔ لیکن اس میں حضور ﷺ کی محبت تھی۔

9- ایک تین برس کا بچہ اگر اس کو ماں کی گالی دی جائے تو وہ غصہ میں آتا ہے اور گالی دینے والے سے لڑنے لگتا ہے۔ بلکہ اس کو مارتا ہے اس زمانہ کے مسلمان ہیں کہ ان میں اس تین برس کے بچہ کی اتنی سمجھ بھی نہیں ہے۔ ہر روز حضور ﷺ کی شان میں گستاخیاں ہوتی ہیں۔ جو ہمارے ماں باپ سے ہزار درجہ افضل ہیں۔ مگر ہم کو کبھی اس کا خیال تک نہیں آتا۔

10- درویشوں کے پاس خالی ہاتھ نہ جانا چاہیے۔

11- حکم ہے کہ قرآن شریف نیچے اور اس کے اوپر تفسیر رکھنی جائز نہیں۔

12- آدمی کو چاہیے کہ خود علم دین حاصل کرے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو اپنی اولاد

کو دینی تعلیم دلائے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو علم دین حاصل کرنے والوں کی مدد کرے۔

-13 کُلُّ جَدِیْدٍ لَذِیْذٌ۔ دنیا کی ہر نئی چیز کو پسند کر سکتے ہو لیکن دین وہی پرانا قدیم ہی اختیار کرو۔ جس کو تمہارے باپ دادا نے اختیار کیا تھا۔

-14 جھوٹے نبی کی شناخت:

☆ کسی نبی کا نام مرکب نہیں ہوا، مفرد ہی رہا، مثلاً نوح، عیسیٰ موسیٰ علیہم السلام جس کا نام مرکب وہ جھوٹا نبی ہے۔

☆ کسی نبی کا دنیا میں کوئی استاد نہ تھا۔ اگر کوئی دنیا کے استاد سے سبق سیکھ کر پیغمبری کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا نبی ہے۔

☆ جس پیغمبر پر وحی نازل ہوئی اس نے وحی نازل ہوتے ہی نبوت کا اعلان کر دیا، جو شخص سیڑھی در سیڑھی مدارج طے کر کے آخر میں نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔

☆ کسی پیغمبر نے عمر بھر جھوٹ نہیں کہا۔ جو شخص ایک دفعہ بھی جھوٹ بولے وہ جھوٹا نبی ہے۔

-15 معراج شریف کی صبح کو ابوجہل نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے طعن کے طور پر کہا تھا اور واقعہ معراج کی تکذیب کی تھی لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تصدیق فرمائی۔ اس لئے صدیق کہلائے۔ پس جو شخص معراج شریف کی تصدیق کرے وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیروکاروں میں سے ہے اور جو تکذیب کرے وہ ابوجہل کے۔

-16 آج پیران عظام پر حملے ہوا کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان نیک بندوں کے طفیل میں دوسروں کو رزق ملتا ہے۔ اس لئے

پیران عظام پر حملہ سے بچنا چاہئے۔

-17 دعا کے دو پر ہیں:

☆ اکل حلال

☆ صدق مقال۔

جو حلال سے کما کے کھائے اور سچ بولے اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

-18 یاد رکھنے کا مسئلہ، ہل چلانا روزہ، نماز، حج ہے۔ بیج ڈالنا زکوۃ ہے۔

-19 سود حرام قطعی ہے اس میں بنکوں کا سود بھی شامل ہے۔ جو شخص سود لیتا ہے اس کی نسبت حکم ہوا ہے کہ اس نے ستر مرتبہ ماں کے ساتھ زنا کیا۔ سود لینے والا خدا سے جھگڑتا ہے جھگڑا کر کے کوئی کیا نتیجہ حاصل کرے گا۔ سود لینے والا خدا کے سامنے ایسا کھڑا رہے گا جیسے کہ آسیب زدہ یعنی لڑکھڑاتا ہوا کبھی اس کو اطمینان حاصل نہ رہے گا۔

-20 ایک عورت چار مردوں کو دوزخ میں لے جائے گی۔ باپ، بڑا بھائی، شوہر اور بڑا بیٹا۔ کہ انہوں نے اس کو مسائل شرعی نہیں سکھائے۔

-21 حدیث شریف کوڑھی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے۔ بدعقیدہ لوگوں سے جسمانی روحانی دونوں طرح کا نقصان ہے۔ لہٰذا ان کی صحبت سے بچنا چاہئے۔ ورنہ ایمان سلامت رہنا مشکل ہے۔

-22 اللہ تعالیٰ کی ذات تصور میں نہیں آسکتی اگر کوئی تصور میں لائے تو کافر ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس کی ذات پاک تصور وغیرہ سے پاک اور بالکل بری ہے۔

-23 قبروں کا بنانا حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے ثابت ہے۔ جتنے پیغمبر گزرے ہیں سب کی قبریں بنتی رہتی ہیں۔

-24 دنیا میں پیغمبر 124,000 اور رسول 313، الوالعزم 6 اور مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم 1

آئے۔

-25 مدینہ شریف میں حاضری کے زمانہ میں آداب کا لحاظ ضرور رکھنا چاہئے۔ کم از کم صورت مسلمان کی بنانی چاہئے، کرزن فیشن فرنچ کٹ وغیرہ سے پرہیز ضروری ہے۔

-26 راہ خدا میں جو کچھ دینا ہو وہ اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے دینا چاہئے۔ مرنے کے بعد ہمارے نام پر نہ بیوی دے گی نہ بچے بلکہ ہماری قبر پر فاتحہ پڑھنے کے لئے آنا تک مشکل ہوگا۔

-27 جو شخص تم سے مانگتا ہے وہ دراصل تم پر احسان کرتا ہے۔ اس وجہ سے کہ ایک پیسہ تم سے مانگتا ہے اور خدائے تعالیٰ اس کا اجر تم کو سات سو تک دیتا ہے۔

-28 نماز میں جس طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا ضروری ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر بھی درود پڑھنا ضروری ہے ورنہ نماز کامل نہیں ہوسکتی۔

-29 سید کو زکوٰۃ لینا درست نہیں ہے اس لئے کہ وہ مال اسی کا صدقہ ہے۔

-30 بیش از قسمت پیش از وقت کچھ نہیں ملتا۔

-31 دل خدائے تعالیٰ نے اپنے ذکر کے لئے پیدا کیا ہے پریشانیوں کے لئے نہیں پیدا کیا۔

-32 پہلی امتوں میں جو لوگ گناہ کرتے تو ان کے چہرہ مسخ ہوتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک میرے نام لیوا جو ہیں ان کے چہرے نہ بدلیں گے۔

-33 قیامت اس وقت آئے گی جب کہ اللہ کا کوئی بندہ اللہ کا نام لینے والا نہ رہے گا۔

-34 بزرگانِ دین کا ادب کرو اگر وہ ناراض ہو جائیں تو پھر کہیں بھلائی کی امید نہیں۔ ایک کا مردود سب کا مردود۔ ایک مرغی کسی انڈے کو گندا کر دے تو ہزار قابل مرغیوں کے نیچے اس انڈے کو رکھا جائے کبھی اس میں بچہ پیدا نہیں ہوسکتا۔

-35 جو شخص بندہ کا شکریہ ادا نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا۔

-36 خدا کا کلام خدا ہی کے لئے پڑھو۔ دنیا کے لئے پڑھنا ایسا ہے گویا لعل دے کر کوڑیاں لینا یہ اور بات ہے کہ اللہ کے لئے پڑھنے کے بعد اس کے طفیل میں اللہ تعالیٰ خود دنیا کا فائدہ بھی دے دے۔

-37 جس میں غیرت نہیں اس میں ایمان نہیں۔

-38 دعوت کا قبول کرنا سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تین میل فاصلے پر بھی کوئی دعوت دے اور پکا ہوا ادنیٰ کھانا ہو تب بھی اس کی دعوت میں جانا چاہیے۔

-39 خدائے تعالیٰ نے دو چیزیں اپنے بندوں کے لئے بنائی ہیں:

☆ جہنم

☆ جنت

جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں ان کے لئے جہنم ہے۔ اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت والے ہیں ان کے لئے جنت ہے۔ جو لوگ یہ فکر کرتے ہیں کہ ہم مرنے کے بعد جہنم میں جائیں گے یا جنت میں ان کو سوچ لینا چاہئے کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں یا ان کے ساتھ محبت کرنے والے۔

-40 ایک بزرگ فرماتے تھے کہ جس دن میرے پاس لینے کے لئے زیادہ آدمی آتے ہیں۔ اس دن میں بڑا خوش ہوتا ہوں اور جس دن کوئی نہیں آتا مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ جو کوئی مجھ سے لینے کے لئے آتا ہے وہ

دراصل لینے کے لئے نہیں آتا بلکہ دینے کے لئے آتا ہے۔ مجھ کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے میرے دروازہ پر اس کو بھیجا مجھ کو اگر اس کے دروازے پر بھیجتا تو میں کیا کرسکتا۔ مالک دونوں کا ایک ہے۔

41- وَ مَنْ یَتَوَلَّهُمْ مِنكُمْ فَإِنَّهُ مِنهُمْ۔ (پ۶، سورۃ مائدہ ربع سوم کا آخر)

ترجمہ: ''جوان کے (کافروں کے ساتھ ہوا وہ ان میں سے ہوا۔''

42- قرآن پاک کے سورۃ الحمد شریف کی آیت: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَO صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ سے تقلید کا ثبوت اور اس کی ضرورت ثابت ہے۔

43- وَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر تھے یہ حکم کہ صرف ایک پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب کی تابعداری کرو۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ ایک امام کی تقلید فرض ہے۔

44- جتنی مخلوقات ہوگی سب کی قبروں میں اندھیرا ہوگا مگر تہجد پڑھنے والے کی قبر میں اندھیرا نہ ہوگا اس میں روشنی ہوگی۔

45- دنیا میں اس طرح رہو جس طرح ایک مسافر رہتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دنیا پل ہے اس کے آگے پیچھے لمبا سفر ہے۔

46- حضرت ابراہیم زمانہ بادشاہی میں شکار کو گئے۔ تھک کر ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ وہاں ایک کنواں بھی تھا۔ ایک سوار مسافر آ گیا۔ وہ بھی درخت کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ مسافر نے ایک ٹکڑا نکالا منہ میں ڈالا۔ ابھی وہ حلق میں گیا بھی نہیں۔ مسافر نے کہا مولیٰ تیری کن کن نعمتوں کا شکر ادا کروں۔ روٹی کا، ٹھنڈے پانی کا، درخت کے سایہ کا، حضرت صاحب مدہوش ہو گئے کہ میں اتنی نعمتوں سے متمتع ہوں مگر کبھی شکریہ ادا نہیں کیا۔

47- انسان دو صفات کا مجموعہ ہے:

☆ اچھی صفات یعنی ملکوتی، ان کی ترقی سے انسان فرشتوں سے بڑھ سکتا ہے۔

☆ بری صفات یعنی شیطان۔ ان کی ترقی سے انسان شیطان سے بڑھ جاتا ہے۔

48- موت اور نیند دو چیزیں ہیں روح واپس نہ آئے تو موت، روح واپس آئے تو نیند۔

49- دنیا کا مال و دولت خدا کی راہ میں روک نہیں ہے مگر جب کہ دل میں اس کی جگہ ہو۔

50- نعم الامیر علی باب الفقیر
بئس الفقیر علی باب الامیر

51- گر بعد فقر سب دنیا پر ہوا فقیر
کم بخت پاک ہو کے پلیدوں میں جا ملا

52- انسان بدعمل ہو تو ہو لیکن خدا کرے بدعقیدہ نہ ہو۔

53- بدعقیدہ لوگوں کی صحبت میں مت رہو بلکہ ان کے بیٹھنے کی جگہ پر بھی مت بیٹھو۔

54- جب مومن کامل پل صراط پر سے گزرے گا تو دوزخ کی آگ کہے گی: جُزْ یَا مُؤْمِنُ۔ اے مؤمن جلدی سے گزر جا کہ تیرے نور کی وجہ سے میری آگ ٹھنڈی ہوئی جاتی ہے۔

55- سر خاک پر رکھ کر انسان پاک ہو جاتا ہے۔
کیا حق ہے زمین پہ پاؤں رکھنے کا ہمیں
رکھا نہیں جب سجدہ میں سر اک دن بھی

-56 شتر بے مہار منزل مقصود کو نہیں پہنچتا جدھر جائے گا، ڈنڈے کھائے گا۔
قطار کا اونٹ خواہ کتنا ہی دبلا اور بیمار کیوں نہ ہو ضرور منزل پر پہنچے گا۔

-57 جسم برتنے کے لئے دیا گیا ہے نہ کہ پالنے اور موٹا کرنے کے لئے۔

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سایہ تلے
حشر تک سوتا رہے گا خاک کے سایہ تلے

-58 حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھ پر سلام بھیجے گا، میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔

-59 اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کا مخلوق کے سامنے یہ حال ہے کہ کپڑے پہننے کو نہیں، جسم کو مٹی لگی ہوئی ہے۔ دروازوں سے ان کو نکال دیا جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے دربار میں ان کا یہ حال ہے کہ ان کی زبان سے جو نکل جاتا ہے اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے۔ (حدیث صحیح کی یہی تفسیر ہے۔)

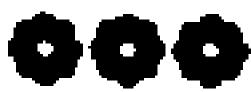
-60 جو سید ہے وہ خدا کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا اور جو ڈرتا ہے وہ سید نہیں ہوتا۔

-61 حد سے گزرے تو ولی، بے حد سے گزرے تو پیر اور حد، بے حد دونوں سے گزرے تو فقیر۔

-62 ایمان محبت رسول ﷺ کو کہتے ہیں۔ رسول پاک ﷺ سے جس قدر محبت ہو گی اس قدر ایمان سالم و کامل ہو گا۔ جس قدر محبت میں کمی ہو گی اس قدر ایمان میں نقص ہو گا۔

-63 پیر کے لئے رہبر کے لئے بلکہ ہر انسان کے لئے علم کا بقدر ضرورت سیکھنا فرض ہے۔

-64 جان جائے تو جائے پر نماز نہ جائے۔



مکتوبات شریف

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طویل عُمر مبارک میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مکتوبات سپُرد قلم فرمائے۔ ابتداء میں بیشتر خط قلم مبارک سے خود تحریر فرماتے تھے۔ کام زیادہ ہوتا تو کسی خادم خاص کو حکم دیتے اور وہ آپ کے املا کے مطابق لِکھ دیا کرتے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہمیشہ بعد کو سُنانے کا حکم دیتے اور ضروری اصلاح فرماتے۔ عمر مبارک کے آخر میں عموماً دوسروں سے خطوط لکھوائے ہیں۔ اور کمتر خود تحریر فرمائے ہیں۔ یارانِ طریقت کے پاس حضور کے نامہ ہائے مُبارک بطور تبرّک بکثرت اب بھی محفوظ ہیں۔

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط میں علاوہ خیر خیریت کے اور بہت سی کام کی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ سفر کے حالات، عام مفید معلومات، علمی مسائل، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، دینی، اخلاقی اور تصوّف کی باتیں۔ غرض آپ کے خطوط علم وحکمت اور دلچسپی وافادیت کا نادر ذخیرہ پیش کرتے ہیں۔ اگر ان کو شائع کر دیا جائے تو یارانِ طریقت اور عامۃ المسلمین سب کے لئے یکساں فیض اور برکت کا سامان فراہم کریں گے۔ اس لئے مکتوبات عالی میں سے بھی صرف چند خطوط افادۂ وافاضہ کے واسطے درج کئے جاتے ہیں۔ البتہ اس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ مکتوبات کے مندرجات میں زیادہ سے زیادہ تنوع ہو تا کہ ہر رنگ کے مطالب پیشِ نظر ہو جائیں۔

ان خطوط سے حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوبِ تحریر بھی سامنے آجائے گا۔

آپ کو اشعار لاتعداد یاد تھے۔ اور انہیں موقع اور موضوع کے لحاظ سے ایسے برمحل چسپاں فرماتے تھے کہ آپ کے بلند ادبی ذوق اور علمی گہرائی کا نقش جم جاتا تھا۔ روزمرّہ گفتگو اور خطبات ومواعظ میں بھی حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب یہی تھا۔

اور مکتوبات میں بھی بہ کثرت اشعار تحریر فرماتے تھے۔ ان چند خطوط کے مطالعہ سے بھی آپ کے اسلوبِ نگارش اور بلند ادبی ذوق کا اندازہ کرنا ممکن ہوگا۔

مکتوب نمبر ا

بنام حضرت حافظ انور علی صاحب صدیقی رہتکی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ شیشن جج رہتک

مجمع مکارم اخلاص مخلصم حضرت حافظ صاحب زاد مجدکم

اَلسَّلَامُ علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ فقیر بخیریت ہے اور آپ کی خیر و عافیت کے واسطے دُعا کرتا ہوں۔ حال یہ ہے کہ اللہ نے آپ کی اور فقیر کی دِلی مراد پوری کی۔ یعنی① مولوی صاحب کو آپ کے پاس ایک کلرک آف دی کورٹ کی صورت میں بھیج دیا۔ اب آپ بھی ان سے کام لینے میں کوتاہی نہ فرمائیں اور دین کے کاموں میں ان سے مدد لیں۔ اسی شراب کہن سے اہلِ دل کے دلوں کو ایک دفعہ اور مست کر کے دکھلا دیں۔

فقیر حیران ہے کہ ایّام ملازمت میں تو چشمۂ فیض اس طغیانی پر ہو کہ ایک موج ابھی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوئی کہ دوسری تیار۔ کسی میں قانونِ عشق کے بیش بہا موتی نظر آ رہے ہیں۔ کسی میں سلوک اپنا رنگ دکھا رہا ہے۔ مگر اب جو فرصت ہوئی تو ہماری امیدوار آنکھیں اب تک راہ تکتی رہیں۔ مگر کتاب ضخیم تو درکنار، ایک ورق بھی تازہ مضامین کا ہم تک نہ پہنچا۔ مانع بخیر باد۔

حضرتِ من! اگر چہ فقیر کا کچھ کہنا لقمان کو حکمت سکھانا ہے۔ مگر دل آپ جیسے بُلبل گلشنِ توحید کی خاموشی کا بردبار نہیں ہو سکتا۔ ناچار دل کی بے قراری زبان پر آ ہی جاتی ہے۔ اس واسطے فقیر چند کلمات لکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور وہ یہ ہیں۔ سُن لیجئے کہ دنیا گزشتنی ہے اور اس کے اعمال باقی ہیں۔ ان پر جو ثمرات

① یعنی حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوری بی-اے رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ اوّل حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز۔

مرتب ہوں گے وہ ابدالآباد تک قائم رہیں گے۔ عجب حال ہے کہ ایک جوہر حادث کے اُوپر جو اعراض قائم ہوں وہ قدیم تو نہ ہوں۔ مگر پائیداری میں ابد کے پرلے کنارے سے مِلے ہوئے ہوں۔ اسی مسئلے پر غور فرما کر آپ بھی کمر باندھیں اور اپنے واقع ترین دست وزبان کو بے کار نہ رکھیں۔ آپ کا لکھا ہزاروں دلوں پر سے نقشِ گناہ مٹا دینے کو کافی ہے۔ آپ کے قلم کی روانی حشر کے میدان میں مجاہدین کی تیغ کی روانی کے ساتھ ساتھ قدم مارے گی۔

علم تصوّف پر ماہوار رسالہ جاری ہوتے ہوتے یہ دن آئے۔ مولوی صاحب بھی خدا خدا کر کے وہاں مقرر ہوئے۔ مگر اب تک فقیر کی وہ مراد بَر نہ آئی۔ اب دوبارہ بطور یاد دہانی کے تحریر روانہ کی جاتی ہے کہ آپ وہ رسالہ جاری فرما دیں۔ یا اس کے مضامین فقیر کے پاس روانہ کر دیں۔ فقیر چھپوانے وغیرہ کا بندوبست کرے گا۔ یا رہتک ہی میں جاری کر دیں۔ ہر کار خیر ہے۔ آپ بھی فرصت کو غنیمت جانیں اور جس قدر ہو سکے کوشش کریں۔ دنیا چند روزہ ہے۔ مخلوقِ خدا کو ہدایت ہو جائے گی۔ آپ خالق کی رضا کے حق دار ٹھہریں گے۔ لکچر ''صُوفی ازم فلاسفی'' کا پانچواں حصہ بھی تیار ہو جائے تو اس سے بڑھ کر کیا ہو گا۔ اور ثبوت تصوّف، جواز تصور شیخ، حقوق شیخ، و آداب مریدین پر بحث کر کے ان مسائل کو عام فہم بنانا از حد ضروری امر ہے۔ فقط

الراقم

جماعت علی عفی عنہ

۱۷ر جولائی ۱۹۰۳ء

مکتوب نمبر۲

بنام جناب حاجی حافظ انور علی صاحب رہتکی رحمۃ اللہ علیہ

مجمع مکارم اخلاق مخلصم جناب حافظ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

طالب خیریت بخیریت

قبل ازیں ایک نیاز نامہ خدمت جناب میں بھیجا گیا تھا۔ تا حال اس کا جواب موصول نہیں ہوا۔ مانعش بخیر۔ دوبارہ مکلف ہو کر امیدوار ہوں کہ جناب بہت جلد جواب سے سرفراز فرما دیں تا کہ اطمینان ہو۔ اپنی صحت اور چگونگی مزاج مبارک کی بابت ضرور اطلاع بخشیں تا کہ باعثِ تسکین خاطر ہو۔

جناب نے جیسا ارشاد فرمایا تھا ''احسان'' میں مضمون درج نہ ہو گا۔ بلکہ اپنا علیحدہ رسالہ حسب منشائے جناب اسی ماہ میں نکالا جائے گا۔ نام اس کا ''انوار الصوفیہ'' قرار پایا ہے۔ سرِ دست جلسۂ خدّام الصوفیہ کر کے چند ایک مقاصد اور اغراض رسالہ مرتب کیے گئے ہیں۔ جو بعد میں جناب کے ملاحظہ کے واسطے ارسال کیے جائیں گے اور مفصلہ ذیل یاروں نے وعدہ کیا ہے کہ ایک ایک ماہ کا رسالہ اپنے خرچ پر چھپوا کر مشتہر کریں گے۔

1- فقیر
2- میر حبیب اللہ صاحب آنریری مجسٹریٹ امرتسر
3- شیخ حسین بخش صاحب سوداگر سیالکوٹ
4- ڈاکٹر ہدایت اللہ اسسٹنٹ سرجن جہلم
5- حسن الدین

6- خان صاحب غلام نبی بی اے

7- میر عبدالعزیز صاحب امرتسر

8- میاں غلام محی الدین صاحب سوداگر امرتسر

9- میاں محمد الدین صاحب ٹھیکیدار

10- بابو محمد امین صاحب کلرک۔

11- مولوی خورشید احمد بی-اے۔ ڈسٹرکٹ انسپکٹر، ڈیرہ غازی خان۔

غرض کہ اور بہت سے اصحاب بھی آمادہ ہیں۔ جو رسالہ اپنے خرچ سے مشتہر کریں گے۔ مولوی محمد حسین صاحب کو بھی فرمادیں کہ وہ بھی خوشی سے ان لوگوں میں شامل ہوں جو اپنے خرچ سے ایک ماہ کا رسالہ چھپوانا اور مشتہر کرنا اپنا فخر جانتے ہیں۔

جو مضمون آپ نے پہلے اجلاس خدام الصوفیہ منعقدہ مسجد شاہی لاہور میں پڑھا تھا، وہ خوش نویس کو بغرض کاپی دے دیا گیا ہے۔ مگر بتیس یا چالیس صفحے کے رسالے کے واسطے جو رسالہ ''احسان'' کی تقطیع کے برابر ہوگا، آپ کا وہ مضمون کافی نہ ہوگا۔ اس واسطے مضمون ''صوفی وتصوف'' جو آپ نے لکھا ہے، وہ بھی ارسال کردیں۔ جتنا تیار ہوا اتنا ہی ارسال فرمادیں۔ باقی کا حصہ دوسرے نمبر میں درج کیا جائے گا۔ فقیر نے مضمون لکھ کر تیار کیا ہوا ہے۔ مگر پہلے وہ آپ کی نظر سے گزرنا ضروری ہے۔ جناب مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی ادام اللہ فیوضھم کی خدمت میں مضمون لکھنے کے واسطے درخواست کی گئی ہے اور مولوی محمد حسین صاحب کو بھی تاکید کریں کہ وہ مضمون لکھیں۔

مضمون وغیرہ مولوی عظیم صاحب مدرس اسلامیہ اسکول لاہور کے پاس بروقت پہنچ جایا کریں۔ بالفعل یہ قرار پایا ہے کہ آپ کے ہر دو مضامین پہلے نکلیں۔

بعدہٗ مولوی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی اور مولوی محمد حسین صاحب کا مضمون نکلے گا۔

پہلے رسالہ کا ٹائٹل پیج اور تمہید و دیباچہ وغیرہ کا نمونہ لکھ کر بھیج دیں تا کہ وہی عبارت اورعنوان رسالہ کے ٹائٹل پیج میں درج ہو۔

فقیر کا ارادہ ہے کہ ہندوستان کے گدی نشین صوفیائے کرام اور تمام خواندہ یاروں کو رسالہ مفت ارسال کیا جائے۔ اس واسطے التماس ہے کہ آپ بھی اس بارے میں اپنی رائے مبارک دے کر اطلاع دیں کہ کتنی جلدیں رسالہ کی کافی ہوں گی۔ غرض مفصل ہدایات سے اس بارے میں مشکور فرمائیں۔

اور اگر ضرورت ہو تو حافظ ظفر علی صاحب کو آپ کی خدمت میں مضمون صاف لکھنے اور ہر طرح امداد دینے کے واسطے بھیج دیا جائے کیونکہ جناب کے مضمون کو صاف کر کے لکھنے اور اس کے متعلق ہر طرح کا کام کاج کرنے کے واسطے ایک لائق منشی کی ضرورت ہوگی۔

اپنا لکھا ہوا مضمون اور مولوی محمد حسین کا تحریر کیا ہوا مضمون تو مولوی محمد عظیم صاحب مدرس اسلامیہ اسکول کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ یہ بھی تحریر فرمائیں کہ آپ کی خدمت میں کتنی جلدیں روانہ کی جائیں اور ہر طرح کی ہدایت متعلق رسالہ مفصل طور سے لکھ بھیجیں۔

فقط

والسلام ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

حاجی صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب و منشی نبی بخش صاحب اور صاحبزادگان کو السلام علیکم بصد اشتیاق

راقم فقیر جماعت علی عفی عنہٗ

مؤرخہ ۴ر جون ۱۹۰۴ء

مکتوب نمبر ۳

بنام جناب حاجی حافظ انور علی صاحب رہتکی رحمۃ اللہ علیہ

مجمع مکارم اخلاق و منبع فیوض و برکات جناب حافظ صاحب ادام اللہ فیوضکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

الحمد للہ کہ جناب کا نوازش نامہ ملا۔ مگر مطالعہ سے ناسازی طبیعت گرامی کا حال معلوم ہوا۔ جو باعث رنج و ملال ہے۔ خداوند کریم آپ جیسے صاحب کمالات ظاہری و باطنی کا فیض جاری رکھے اور صحتِ جسمانی عطا فرما کر کافۃ النّاس کو عموماً اور اصحابِ طریقت کو خصوصاً آپ کے فیض لامتناہی سے مستفیض کرے۔ میری دُعا ہے کہ آپ جیسے خضر صورت مبارک بزرگوار کا سایہ مدّت مدید تک نیاز مندوں کے سر پر قائم رکھے تاکہ آپ کی زندہ مثال اور ملفوظات سے دوبالا لطف عقیدت مندوں کو حاصل ہو۔ آمین!

میرے خیال میں اگر آپ معجون فنجوش کا استعمال فرماویں تو مفید ہوگا۔ اگر یہ معجون مفید ہو اور وہاں دستیاب نہ ہو سکے تو میری طرف لکھیں۔ آپ کے پاس پہنچ جائے گی۔ آپ کا خط مجھے کشمیر میں ملا۔ میں اگرچہ بظاہر آپ سے بہت دُور ہوں۔ مگر دِل سے بہت قریب ہوں۔

در راہ عشق مرحلۂ و بعد نیست
می بینمت عیان و دُعا می فرستمت

پہلا رسالہ چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔ اُمید ہے کہ آپ کی خدمت میں پہنچا ہوگا اور ملاحظہ میں آیا ہوگا۔ بجائے چالیس صفحات کے تیئیس پر ختم ہوا اور یہ بظاہر آپ کے ارشاد کی تعمیل ہے کہ مضمون مکمل ہر رسالہ میں نکلے نامکمل نہ ہو اور چونکہ

یہ مضامین اتنے صفحات کے لئے کافی تھے۔ اس لئے اور کوئی مضمون جزوی طور پر اضافہ نہ کیا گیا۔

فقیر کا ارادہ ہے کہ اگلے رسالہ نمبر۲ میں آپ کا کُلی مضمون ''قانون تصوّف'' نکلے۔ اس لئے اطلاعاً گزارش ہے کہ اگر اس مضمون کا کوئی حصہ کسی پہلو سے باقی ہوتو پورا کر کے سیکرٹری خدّام الصوفیہ کے پاس لاہور بھیج دیں۔ تا کہ سارا مضمون مکمل طریق پر اسی رسالہ میں شائع ہوا اور لکھائی اور صحت کاغذ اور تقطیع کے بارے میں جو نقص پہلے رسالہ میں پائے جائیں، ان کی نسبت سیکرٹری کو ہدایت کی جائے کہ دور کرے اور اگلے رسالہ نمبر۲ میں ان کو دُور کرنے کا خیال کرے۔

''ضرورت شیخ'' پر مَیں نے چند اوراق لکھے ہیں۔ وہ آپ کے مطالعہ میں آئے ہوں گے۔ مگر خیال ہے کہ اگر آپ قلم اٹھائیں تو ہر پہلو سے اسی مضمون پر قلم فرسائی کر کے جامع مضمون لکھیں تا کہ یہ مضمون بھی مکمل حیثیت سے ایک ہی رسالہ نمبر۲ میں چھپ جائے۔ کشمیر میں ان قلمی نایاب کتب کا ذخیرہ جمع کرنے کا مجھے خیال ہے جو لائبریری مجوزہ کے واسطے مفید ہے۔ کتاب ''لوائح جامی'' ہر دو حصص ایک ساتھ میرے خیال میں چھپنے چاہئیں۔ ملفوظات حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کر کے چھپوانا ضروری ہے۔ اگر فرصت ملے تو ترجمہ کا اہتمام میں خود کروں گا۔

پنجاب میں شدّتِ گرمی سے اختلاج قلب کا عارضہ تکلیف دیتا تھا۔ اس لئے کشمیر کی سرد آب و ہوا میں آنا ضروری ہوا مگر یہاں آ کر دوبارہ تکلیف ہو گئی۔ اب آرام ہے۔

اس ترجمہ کو کتاب کی صورت میں چھپوایا جائے یا اس ترجمہ کو ایک کالم میں اور اصل کو ایک کالم میں ترتیب دے کر رسالہ کا ایک نمبر بنایا جائے۔

اس غرض سے کہ سیکرٹری کے پاس مضامین کا ذخیرہ رہے۔ مناسب ہوگا کہ آپ کے تحریر شدہ مضامین اگلے نمبروں کے واسطے اس کے پاس پہنچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے صحت بخشی ہو اور توانائی جسمانی عطا فرمادی ہو تو اطلاع بخشیں۔ تا کہ حافظ ظفر علی صاحب پسروری کو کتابت کے واسطے اور مسودہ مضامین کو صاف کرنے کی غرض سے رہتک بھیج دوں۔ مجھے آپ کی رنجوری طبع کا از حد فکر ہے۔ اطلاع فرمائیں کہ اب مزاج کیسا ہے تا کہ اطمینان ہو۔

ساخت کشمیر کی جو چیز مطلوب ہو، ہر وقت پہنچنے اطلاع کے آپ کی خدمت میں بھیج سکتا ہوں یا بروقت واپسی ہمراہ لا کر پیش کر سکتا ہوں۔ اُمید ہے ضرور کوئی نہ کوئی چیز یہاں کی آپ کو پسند ہوگی اور ضرور مطلع فرمائیں گے اور دیگر کاروبار لائقہ سے یاد فرماتے رہا کریں گے۔

مولوی محمد حسین صاحب کو بھی مضامین نویسی کے واسطے تاکید کریں۔ اگر اجازت بخشیں اور مرضی مبارکہ کے موافق ہو تو ''کلام المفید'' میں سے ''آداب الشیخ والمرید'' ترجمہ کر کے ایک رسالہ مرتب کیا جائے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کے مضمون ''قانونِ تصوف'' پر نظرِ ثانی کروں۔ میں تو آپ جیسے بزرگوار کے لکھے ہوئے مضامین کو بے عیب سمجھتا ہوں اور ان پر کسی قسم کی جرأت کرنا داخل بے ادبی۔ ''ہر چہ خوباں کنند خوب آں آید۔'' جو آپ کے قلم سے نکلے گا اس میں کلام کرنا بے ادبی سمجھتا ہوں۔

الراقم جماعت علی عفی اللہ عنہٗ
از سری نگر، مہاراج گنج
۱۰ر جولائی ۱۹۰۴ء

مکتوب نمبر ۴

(بنام جناب حاجی حافظ انور علی صاحب رہتکی رحمۃ اللہ علیہ)

مجمع مکارم اخلاق مخلصم جناب حافظ جی صاحب زاد محبتکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

طالب خیریت بخیریت، آپ کا عنایت نامہ نہایت انتظار کے بعد شرف صدور فرما ہوا۔ الحمد للہ کہ اس شافی مطلق نے آپ کی ذات منبع فیوض والبرکات کو صحت بخشی ہے۔ اللھم زِد فزد۔ ع

این دُعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

آپ کی برکت سے اس ہفتہ میں جو قلمی نایاب کتابیں دستیاب ہوئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ از تصنیفات حضرت امیر کبیر علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ پچیس رسالہ جات۔ منجملہ ان کے یہ ہیں: رسالۂ عقلیہ، رسالۂ درویشیہ، رسالۂ فقیریہ، رسالۂ ہمدانیہ، رسالۂ وجودیہ، رسالۂ مشارب الاذواق، رسالۂ فقیریہ، رسالۂ ہمدانیہ، رسالہ وجودیہ، رسالہ مشارب الاذواق، رسالۂ سیر الطالبین، رسالۂ قدوسیہ، رسالۂ حل مشکل، رسالۂ اعتقادیہ، رسالۂ نوریہ، رسالۂ صفدریہ، رسالۂ معرفت زہد، رسالۂ شرح قصیدہ میمیہ ابن فارض رحمۃ اللہ علیہ۔ مکتوباتِ امیریہ، وارداتِ امیریہ وغیرہم ہیں۔ اور مکتوبات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔

اور سب سے زیادہ خوشی جن کتابوں کے حصول سے ہوئی ہے وہ مقامات حضرت امیر کلال صاحب قدس اللہ سرّہ العزیز از تصنیفات حضرت خواجہ نقشبند صاحب مشکل کشا قدس اللہ سرّہ العزیز۔ و مقامات نقشبندیہ از تصنیف حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس اللہ سرّہ العزیز ان دونوں نایاب کتابوں کے حصول کی آپ کو بھی مبارک باد دیتا ہوں۔ الحمد لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

جما دے چند دادم جاں خریدم
بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

میرے سفرِ کشمیر کا مقصد و علّتِ غائی و ماحصل گویا یہ دونوں کتابیں ہیں۔ اور نیز ایک رمدِ کامل صوفی مجذوب کی زیارت ہے۔ وہ صاحب فی الحقیقت فنا فی اللہ ہیں۔

اور رسالۂ حضرت روز بہان بقلی رحمۃ اللہ علیہ و غایت المکان و ذکر الصالحین وغیرہ چالیس کتابیں دستیاب ہو جائیں گی۔

لِلّٰہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

اور ایک ہفتہ تک فقیر کشمیر میں مقیم ہے۔ انشاء اللہ اس ہفتہ میں چند اور کتابیں تصوف کی دستیاب ہو جائیں گی۔ یہ سب آپ کی برکت و توجہ کا نتیجہ ہے۔

اور آج مولوی خیر شاہ صاحب کی طرف خط لکھوں گا۔ وہ اگر فارغ ہوئے تو حاضر خدمت ہو جائیں گے اور مولوی محمد حسین صاحب بی اے کو بھی ترجمۂ رسالہ کے واسطے تاکید فرمادیں۔ آج کل تعطیلیں ہیں۔ پھر ان کو فرصت نہ ہوگی۔

اور ان کتابوں کا دستیاب ہونا امدادِ غیبی ہے۔ لوگ خود بخود لا کر دے رہے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انجمن خدام الصوفیہ کے واسطے یہ فال مبارک ہے اور انجمن موصوف کا با اخلاص ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مجھے اُمید نہیں بلکہ یقین کامل ہے کہ یہ انجمن تمام ہندوستان کی انجمنوں سے طالبانِ حق کے واسطے زیادہ تر مفید و مفیض ہوگی۔

رسالہ نمبر اوّل کی خوشنودی اور اظہار مسرّت کی نسبت ہر ایک جوانب و اطراف سے خطوط بکثرت آرہے ہیں اور سب یارانِ طریقت آپ کی مدح اور ثنا خوان و شکرگزار ہو رہے ہیں اور آپ کا مضمون پڑھ کر آپ کے حق میں دُعائیں کر رہے ہیں۔ چنانچہ آج رات کو کوہاٹ سے بابو محمد امین صاحب ملازم بارک ماسٹری کا اسی مضمون کا خط آیا ہے۔ جس میں آپ کے مضمون کی تعریف کے علاوہ آپ

کی کمال درجہ کی شکر گزاری کا اظہار کرتے ہیں اور اس جگہ بسری نگر محلہ مہاراج گنج میں مولوی غلام رسول صاحب میر واعظ نے عصر گھڑی کی نسبت خواہش ظاہر کی ہے۔ آپ ان سے بذریعہ خط و کتابت فیصلہ کر لیویں اور سرہند شریف کے واسطے بھی ضرور دو گھڑیاں سنگِ مرمر کی تیار کرا دیں اور امرتسر کے واسطے بھی دو گھڑیاں سنگ مرمر کی تیار کرادیں۔ قیمت کا فقیر ذمہ دار ہے۔

اور رسالہ نمبر ۲ کی تعداد اشاعت سات سو کی گئی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہزار تک پہنچ جائے گی۔ (رسالہ سے مراد ماہنامہ ''انوار الصوفیہ'' ہے۔) اور رسالہ ''الاحسان'' کا جاری رہنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ ایڈیٹر لکھتا ہے کہ ستر خریداروں نے انکار کر دیا ہے اور دن بدن انکار کرتے جاتے ہیں اور ویلیو واپس آ رہے ہیں۔ فقیر نے دوسو سے زیادہ خریدار اس کو دیے ہیں۔ بلکہ قریباً تین سو خریداروں کے نام ان کے پاس بھیج چکا ہوں مگر میری کوشش سے کیا ہو سکتا ہے جب ایڈیٹر خود ہی کچھ نہ کرے بلکہ صوفیائے کرام کے نام کو دھبہ لگا کر بدنام کرے تو فقیر کیا کرے۔ اکثر یارانِ طریقت اس کی شکایت کے خطوط میرے پاس بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محض آپ کے فرمان کی تعمیل کر کے ہم اس رسالہ کو خرید رہے ہیں۔ ورنہ وہ خریداری کے لائق نہیں۔ اور درحقیقت بات بھی سچ ہے۔ فقیر خود اس معاملہ میں حیران ہے۔ ع

نہادم نخل خرما خار بردار

یا ع

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم!

اور مولوی محمد حسین صاحب و حاجی صاحب و صاحبزادہ صاحبان کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہیں اور سب یاران و پرسان حال کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔

الراقم

جماعت علی عفی اللہ عنہ

از سری نگر کشمیر
مکان خواجہ نورالدین صاحب بچہ
مہاراج گنج۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۰۴ء

مکتوب نمبر ۵

بنام جناب حافظ ظفر علی صاحب پسروری خلیفۂ مجاز۔ مدیر انوار الصوفیہ لاہور
مطبوعہ رسالہ مذکور بابت شعبان ۱۳۲۳ھ، جلد ۲، نمبر ۲

اَب تو جاتے ہیں میکدے کو میر
پھر ملیں گے خدا لائے!

مجمع مکارم اخلاق مخلصم حافظ جی صاحب زاد مجتبکم۔
اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ طالب خیریت بخیریت۔
فقیر نو تاریخ ماہ شعبان المعظم لاہور سے چل کر گیارہ تاریخ کو بمبئی پہنچا اور تیرہ دن تک بمبئی میں قیام کر کے تین دن سے قرنطینہ میں وارد ہوا۔ جو بمبئی سے باہر چند میل کے فاصلہ پر ایک جزیرہ میں پہاڑ کے اوپر واقع ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ پانچ دن کے بعد کل آگبوٹ پر سوار ہو کر چلے جائیں گے۔ آپ کی اور بعض یاران دُور دراز مثلاً ملک گلگت و کلکتہ و پشاور و کوہاٹ و کوئٹہ و بیکانیر وغیرہم کی چلنے کے وقت ملاقات نہ ہونے کا افسوس باقی رہا۔ ع

داغِ حسرت وصل تک دل میں کھٹکتا جائے گا

اگر زندگی باقی رہی تو انشاء اللہ تعالیٰ ملاقات ہو جائے گی۔ ورنہ امید ہے کہ دعائے مغفرت سے فراموش نہ فرمائیں گے۔
خط کے عنوان پر جو شعر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ فقیر کا میکدہ اور حقیقی وطن مدینہ شریف ہے۔ جہاں سے ہمارے آباؤ اجداد رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین مسافرانہ طور پر ہندوستان تشریف لائے تھے۔ تو اب بقول ''حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ'' فقیر اپنے اصلی وطن کو جاتا ہے۔ شعر:

ہمیں دنیا سے کیا مطلب عدم کے رہنے والے ہیں
ادھر بھی ہم تلاش جلوۂ احمدؐ میں آ نکلے

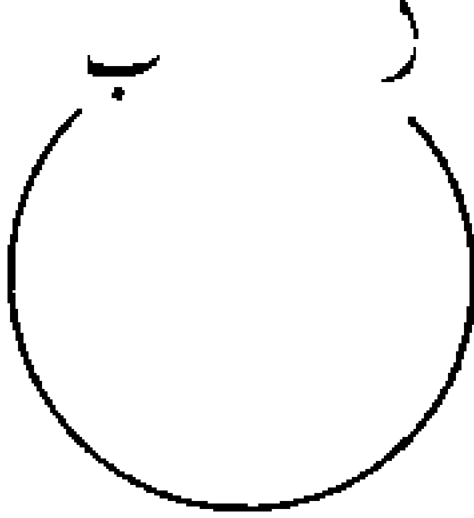
فقیر کی حالت اس مسافر کی ہے جو کسی دوسرے مُلک میں جا کر ایک مدت تک لوگوں کے ساتھ مانوس ہو گیا ہو اور پھر وہ مسافر اپنے اصلی وطن کو چلنے لگے اور اس وقت لوگ اس کی جدائی میں اس کے رُوبرو گریہ وزاری کریں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ فقیر کی اس ناگاہ جدائی سے یاروں کو بہت صدمہ پہنچا ہے۔ مگر ان ہزار دلوں کے مقابلہ میں صرف فقیر کے ایک دل کے صدمہ کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس مجبور پر کیا گزرتی ہوگی۔ ع

دِل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں!

مگر کیا کیا جائے، تقدیر سے تدبیر کو چارہ نہیں۔ فقیر کو اپنے یاروں کے ساتھ جس قدر محبت ہے، اس کو میں جانتا ہوں یا میرا خدا۔ دُنیا میں آ کر مجھ سے اور تو کوئی کارنمایاں نہیں ہو سکا مگر اس کے فضل وکرم اور شفاعت حضرت رسولِ مقبول ﷺ کے بعد اگر کچھ میرے پاس ہے تو مخلوقِ خدا کی دینی خدمت اور یارانِ طریقت کی محبت ہی ہے جو اُمید ہے کہ ذریعۂ نجات ہوگی کیونکہ مجھ کو ان کے ساتھ محض خالصاً لوجہ اللہ محبت ہے۔ کسی اپنی ذاتی غرض ومطلب پر مبنی نہیں اور نہ ہی ان سے کسی قسم کی توقع ہے بلکہ خدائے تعالیٰ کے فضل وکرم سے فقیر کے نزدیک مخلوق کا عدم ووجود مساوی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

باقی رہی یاروں کی محبت وہ مجھ کو ضرور ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی بفرمان خداوند کریم قائم رہے گی اور یہ محبت ایسی نہیں کہ دُور چلے جانے سے اس میں فرق آ جائے۔ بلکہ بظاہر جتنا دور ہوتا جاؤں گا، دِل سے اتنا ہی

نزدیک ہوتا جاؤں گا۔ بقاعدۂ اقلیدس دیکھو دائرہ



نقطۂ الف نقطۂ باء سے ایک حیثیت سے تو بہت دُور ہے اور دوسری حیثیت سے بہت ہی نزدیک ہے۔ شعر:

در راہِ عشق مرحلۂ قرب و بُعد نیست
می بینمت عیان و دُعا می فرستمت

انشاءاللہ فقیر اپنی منزل پر پہنچ کر بھی اپنے یاروں کو فراموش نہیں کرے گا بلکہ ان کی سعادتِ دارین کے واسطے دُعائے خیر کرتا رہے گا۔ جو خدمت فقیر کے سپُرد کی گئی ہے، اس کے ادا کرنے میں فقیر نے تو جان تک سے بھی فرق نہیں کیا۔ ع

گر قبول افتد زہے عِزّ و شرف آیندہ اختیار بدست مختار

اور مجھ سے جہاں تک ہو سکا، کسی یار کے ساتھ حتی الامکان سختی نہیں کی اب یاران طریقت کا فرض ہے کہ ان کو جو کچھ فرمان ہے، اس کی تعمیل میں سرِ مُو فرق نہ کریں اور ذکر، فکر، مراقبہ، سحر خیزی، اتباعِ شریعت میں کوشش کرتے رہا کریں۔ سال ہائے گزشتہ کی طرح اس سال بھی ہر شہر میں شبینہ ضرور کریں۔ انشاء اللہ اس کی برکت سے ان کی سب مشکلات دینی و دنیاوی آسان ہو جائیں گی اور سب یاران و پرسان حال کو السلام علیکم بصد اشتیاق۔

ہر کہ باشد زحال ما پُرساں
یک بیک را سلام ما برساں

جو یار خط لکھنا چاہے وہ اس پتہ پر لکھے۔ مکّہ شریف، معرفت شیخ محمد حسین شیخ عبداللہ صاحبان مطوّف۔ مگر خط رجسٹری شدہ ہونا چاہئے اور نیز اس پر اُردو و انگریزی دونوں زبانوں میں پتہ لکھنا چاہئے اور ٹکٹ دو آنے کا ہونا چاہیے۔

راقم

جماعت علی عفی عنہ

از قرنطینہ، بمبئی ۲۵؍شعبان ۱۳۲۳ھ

مکتوب نمبر ۶

بنام جناب حافظ ظفر علی صاحب پسروری خلیفۂ مجاز، مدیر انوار الصوفیہ لاہور

مجمع مکارم اخلاق مخلصم حافظ صاحب زاد محبتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، طالب خیریت بخیریت۔

فقیر جب سے آیا ہے آپ کا کوئی محبت نامہ نہیں پہنچا۔ جس سے حقیقتِ حال منکشف ہوتی۔ خدا تعالیٰ مانعش بخیر فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ آپ بواپسی ڈاک تحریر فرمائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کل ۲۵؍دسمبر ۱۹۰۵ء کو ہم مدینہ شریف سلطانی راہ سے جائیں گے اور بشرطِ زندگی حج مُبارک تک مکّہ شریف آجائیں گے۔

اور فقیر کو خاص حرم شریف میں بعد از نماز ظہر وعظ سُنانے کی خدمتِ با سعادت مِل گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فقیر کی پہلی خدمات بھی مقبول ہوئیں اور سعی مشکور ہوگئی ہے اور یہاں پر عین خانۂ کعبہ کے پاس اس دولت یا خدمت سے شرف یاب ہونے کی نعمت غیر مترقبہ نصیب ہوئی۔ الحمدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔ ع

لِلّٰہِ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

بفضلِ خدا یہاں کے فاضلِ اجل و عالمِ اکمل بارگاہِ الٰہی، زُبدۃ العارفین قدوۃ السالکین مولانا و استاذنا مولوی عبدالحق صاحب محدّث وصوفی سے حدیث شریف صحاح ستہ وموطائے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وموطائے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اجمعین کی و نیز دلائل الخیرات وحزب الاعظم کی اجازت وسند فقیر کو مل گئی ہے۔ ع

بریں مژدہ گر جاں فشانم رو است

مکہ شریف کی سکونت ہفت اقلیم کی بادشاہی سے فی الواقع بہتر ہے۔ خدا تعالیٰ فقیر کو بھی نصیب فرمائے۔ آمین یا مولی الکریم!!

اس جگہ تمام دُنیا کے میوہ جات موجود ہیں۔ حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی دُعا کا نتیجہ ان بے بہا میوہ جات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ آج کل اس جگہ انگور، انار، سیب، بہی، کیلا، مالٹا، سنگترہ، کھٹا، میٹھا، خربوزہ، تربوز، ککڑی، کھیرا، لیموں، گلگل، کھجور، گنا، پونڈا وغیرہ اور ہر قسم کی سبزی میتھی، پالک، کدو، حلوا کدو، خرفہ کا ساگ، لوبیا، بھنڈی، توری، دوسری قسم کی توری، کریلے، بھٹے ٹماٹر سُرخ، سیم کی پھلی، سویا وغیرہ وغیرہ بکثرت موجود ہیں۔ ہر ایک چیز بکثرت مل سکتی ہے اور سستی ملتی ہے بلکہ اکثر چیزیں تو ہندوستان سے بھی سَستی ہیں۔ کابلی بیدانہ انار جو لاہور میں چار آنے کو ملتا ہے، اس جگہ پیسے یا ڈیڑھ پیسے کو ملتا ہے۔ الغرض عجب رحمت و برکت کا ظہور ہے!!

فقیر بفضلِ خدا ہندوستان چھوڑ کر مکّہ شریف پہنچ گیا ہے۔ ہندوستان چھُوٹ گیا مگر یاروں کی محبت میرے دل سے نہیں چھوٹی۔ بقول حضرت استاذنا مولانا مولوی فیض الحسن صاحب قدس اللہ سرّہ العزیز:

کعبے بھی گئے پر نہ گیا عشق بتوں کا
زمزم بھی پیا پر نہ بجھی پیاس جگر کی

فقیر نے اپنے یاروں کو فراموش نہیں کیا۔ اور نہ دُعا سے غافل ہے۔ آپ تسلی رکھیں اور سب یاران و پُرسان حال کو السّلامُ علیکم بصد اشتیاق۔ ہر ایک کا نام لکھنے کی گنجائش نہیں۔

ہر کہ باشد ز حال ما پرساں
یک بیک را سلام ما برساں

راقم
جماعت علی عفی عنہ
از مکہ شریف

مؤرخہ ۲۸ شوال ۱۳۲۳ھ مطابق ۲۸/ دسمبر ۱۹۰۵ء

مکتوب نمبر ۷

بنام بابو محمد امین صاحب- بارک ماسٹر، کوہاٹ
مجمع مکارم اخلاق مخلصم بابو محمد امین صاحب زاد محبتکم

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحمۃُ اللہ وَ بَرکَاتُہٗ!

فقیر بخیریت ہے اور آپ کی خیریت کے واسطے دُعا کرتا ہے۔ جب سے آپ کوہاٹ گئے ہیں، آپ کا صرف ایک محبت نامہ آیا ہے۔ بعد ازاں آج تک انتظار ہے، خداوند مالغش بخیر کرے۔ بابو صاحب یہ سکوت نہیں چاہیے۔ ضرور وقتاً فوقتاً اپنے حالات سے فقیر کو اطلاع دیتے رہا کریں کیونکہ یہ ظاہری یاد دہانی توجہ غائبانہ کا سبب ہوتی ہے اور ذِکر، فکر، مراقبہ، سحر خیزی، اتباع شریعت میں ہرگز سُستی نہ کریں بلکہ جس قدر وقت آپ کا دفتر کے وقت سے بچے، اس کو خاص

مراقبے کے واسطے وقف کر دیویں، حتی الامکان اپنی ساری ہمت اور طاقت مراقبے ہی میں صرف کیا کریں اور اگر فقیر کی طرف سے جواب لکھنے میں دیر ہوا کرے تو بھی آپ ہفتہ وار اپنا حال تحریر کرنے میں دیر نہ کیا کریں تاکید ہے اور جو اسباب جا نماز وغیرہ وزیر آباد رہ گیا تھا وہ پہنچ گیا ہے بابو عمر دین صاحب پسروری آپ کے پاس آگئے ہوں گے۔ ان کی ملازمت یا ٹھیکے میں جس قدر کوشش ہو سکے دریغ نہ کریں۔ بار بار تاکید ہے۔ ان کی حالت قابلِ رحم ہے۔ سب یاران و پرسان حال کو سلام علیکم۔ بابو عمر دین صاحب کو السّلام علیکم ذکر فکر مراقبہ کی تاکید ہے۔ پسرور میں سب طرح خیریت ہے۔ ظفر علی پسروری سے سلام علیکم۔ میاں امام دین صاحب، محمد شفیع صاحب، مختار احمد صاحب کو سلام علیکم۔ رمضان شریف کو غنیمت جان کر اس میں زادِ آخرت مہیا کرنے کی کوشش کریں اور خدا نے چاہا تو اس سال ضرور فقیر آپ کے پاس پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ تسلی رکھیں۔

فقط

الراقم جماعت علی عفی عنہٗ

از علی پور سیداں

۱۰ ر رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ

مکتوب نمبر ۸

بنام بابو محمد امین صاحب، کوہاٹ

مجمع مکارم اخلاق مخلصم بابو محمد امین صاحب زاد تحبتکم

السّلامُ علیکُم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ فقیر بفضل خداوند ذو الجلال بخیر و عافیت ہے اور آپ کی ترقی دارین کے واسطے ہر دم دُعا کرتا ہے۔ فقیر آپ کے پاس سے روانہ ہو کر بخیر و عافیت تمام پہنچ گیا ہے۔ آپ کا محبت نامہ آیا تھا مگر فقیر

چونکہ سفر میں تھا، اس واسطے جواب میں توقف ہوا۔ آپ خدایادی اور اتباع شریعت میں ساعی رہیں۔ باقی ہم پیشہ یار لوگوں کی چھیڑ چھاڑ کی پرواہ ہرگز نہ کیا کریں۔ اگر وہ آپ کو چھیڑتے ہیں تو واقعی بُرا کرتے ہیں مگر انصاف شرط ہے کہ آپ صوفی ہو کر ایسی ایسی ناچیز باتوں پر انتقام کشی پر آمادہ ہیں۔ کیا اہل اللہ کے نزدیک انتقام کشی جائز ہے اور پھر ایسی ایسی خفیف باتوں پر۔ صوفی کے دل کا وزن پہاڑ سے بھی زیادہ ہونا چاہیے۔ مخالف ہواؤں سے اس کو ہرگز جنبش نہ چاہیے بلکہ دنیا داروں کی ہرزہ گوئیوں پر ہرگز خیال نہ کریں اور خداوند کریم کی عنایات کا انتظار رکھیں۔ وہ کارساز اگر خوش ہے تو بیڑا پار ہے اور اگر خداوند عالم سے تو معاملہ درست نہ ہو، اور مخلوق ساری خوش ہے تو کچھ بھی نہیں۔ آپ خیال خدا پر رکھیں اور ذکر، فکر، مراقبہ، سحر خیزی اور اتباعِ شریعت میں ساعی رہیں اور یاران کو ساتھ لے کر سب یاران مِل کر حلقہ کیا کریں۔ سب یاران و پُرسانِ حال کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ و تاکید مراقبہ۔

الراقم

جماعت علی عفی عنہ

از لاہور۔ ۲/ جون ۱۹۰۳ء

مکتوب نمبر ۹

بنام محمد امین صاحب، کوہاٹ

من نمی گویم سمندر باش یا پروانہ باش

گر خیال سوختن داری بیا مردانہ باش

مجمع مکارمِ اخلاق مخلصم بابو محمد امین صاحب زاد مجدکم

السَّلَامُ عَلَیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

فقیر تادمِ تحریرِ ہذا بفضلِ خداوند خیر و عافیت سے ہے اور آپ کی خیریت و بہبودی دارین کے واسطے دُعا کرتا ہے۔ آج ایک محبت نامہ آپ کا موصول ہوا۔ اس میں درج ہے کہ خط کئی بار لکھے جا چکے ہیں۔ مگر فقیر نے جواب نہیں دیا۔ مخلص من! فقیر کو یاد ہے کہ فقیر اکثر آپ کے محبت ناموں کے جواب باقاعدہ تحریر کرتا رہا ہے۔ شاید کسی ایک کے جواب میں بوجہ اس کے کہ فقیر سفر میں تھا، کوتاہی ہوگئی ہوگی اور فقیر کی طرف سے جواب کا لکھا نہ جانا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ فقیر نے آپ کو فراموش کر دیا ہے۔ یا خدانخواستہ فقیر آپ سے ناراض ہے۔ بلکہ جواب کا لکھا نہ جانا کبھی تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ فقیر سفر میں ہو یا کبھی اس وجہ سے کہ فقیر کو بوجہ کسی کام کے فرصت نہ ہو ورنہ فراموشی کی وجہ سے تو فقیر نے ہرگز سکوت کبھی اختیار نہیں کیا۔ آپ تسلّی رکھیں اور ذکر فکر مراقبہ سحر خیزی اور اتباعِ شریعت میں ساعی رہا کریں۔ فقیر دُعا سے غافل نہیں ہے اور دنیاوی ترقی کے واسطے اپنے دِل کو پراگندہ نہ رکھیں۔ جس اَحسنُ الخَالِقین نے آپ کو احسن تقویم میں پیدا کیا اور جس نے آسمان میں آپ کے رِزق کا ذخیرہ تیار کیا، اور جس نے کرامت کا تاج آپ کے سَر پر رکھ کر آپ کو اشرف المخلوقات کا خطاب عطا فرمایا اور ہر ایک شے آپ کی خاطر پیدا کی، وہ کیا آپ کو اس حالت میں رکھ سکتا ہے، جو اس کے نزدیک آپ کے واسطے مناسب نہ ہو۔ آپ اس کے سابقہ انعام کا شکریہ ادا کئے جائیں اور آئندہ اس کی عنایتوں کے اُمیدوار رہیں۔ شعر:

دوستاں را کجا کند محروم
آنکہ با دشمناں نظر دارد

کے مضمون کو پیشِ نظر رکھیں اور دُنیاوی فضول خیالات دُور کرنے کا عمدہ ترین نسخہ کثرتِ استغفار ہے۔ اس کو آپ بھی معمول بنائیں اور اپنا حال تحریر

کرتے رہا کریں۔

اصلی مقصود خلقت انسان کا ذکر الٰہی اور اظہارِ عبودیت ہے، جو آپ کا اور ہر ایک بشر کا فرضِ منصبی ہے۔ اس میں کوتاہی جس قدر ہو، اسی قدر نالائق بندہ کی تصور ہوتی ہے، خواہ وہ بندہ کروڑوں روپے جمع کر لے، یا سینکڑوں فرزندوں کا والد ہو جائے اور اگر یادِ الٰہی میں کمی نہ ہو تو پھر خواہ وہ ایک روپیہ بلکہ ایک پیسہ بھی پاس نہ رکھتا ہو اور زن و فرزند ان سے بھی اس کو حصہ نہ ہو، پھر بھی وہ خدا کا تابعدار اور شکر گزار بندہ کہلانے کا حق دار ہے۔ حکم الٰہی:

لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا۔

ترجمہ: ''کچھ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے۔''

اس پر گواہ عادل ہے۔

آپ بھی اپنے قلب کو ایسے ایسے خطرات سے جو ناشکری پیدا کریں صاف رکھ کر اس احکم الحاکمین کی خدمت گزاری کیے جائیں اور موت و حشر کا خیال رکھا کریں۔ جس قدر نعمتیں زیادہ تحویل میں ہوں گی، اسی قدر حساب بھی زیادہ اور سخت ہوگا اور حساب خدا کا سخت ہے۔ فقیر آپ کی ترقی دُنیا و دین کے واسطے دست بدعا ہے۔ آپ بھی فقیر کو فراموش نہ کریں اور شب بیداری جس قدر ہو سکے اس میں سُستی نہ کیا کریں۔ اسی سے دُنیا و دین کے مقاصد حل ہو جائیں گے۔ حافظ ظفر علی پسروری کی طرف سے وَ عَلَیْکُم السَّلام وَ رَحْمَۃُ اللہ وَ بَرَکَاتُہٗ۔

فقیر لاہور سے واپس آ رہا تھا کہ وزیر آباد ریلوے اسٹیشن پر آپ کے بھائی قطب الدین صاحب سے ملاقات ہوئی تھی۔ بخیریت و عافیت تھے۔ تسلی رکھیں، حسام الدین صاحب کا آپ کو کیا فکر ہے۔ وہ اپنے اللہ کو یاد رکھیں اور صوم

وصلوٰۃ کی پابندی رکھیں۔ وہی خدا کارساز اور مسبب الاسباب ہے اور آپ بھی ایسے ایسے فضول خیالات سے بچیں۔ بار بار لکھا جا چکا ہے کہ دل کو اس الجھن میں ڈالنا ضعفِ قلب کی دلیل ہے۔ ان جھگڑوں میں گرفتار رہنا گویا عمر کو ضائع کرنا ہے۔ آخر کو وہی ہوتا ہے جو اس قادر مطلق نے تجویز کر رکھا ہے۔ پھر اسیر غم رہنا کیا فائدہ۔ شعر:

چرا خود را اسیر غم ز فکر بیش و کم داری
کہ نگزارد ترا محتاج ایزد تا کہ دم داری

اُمید ہے کہ آپ اس تحریر پر کاربند ہوں گے۔ اور یک رُخہ ہو کر یادِ خدا کریں گے۔ سب یاران و پُرسان حال کو سلام علیکم۔

جماعت علی عفی عنہٗ

از علی پور سیداں۔ ۲۹ شوال ۱۳۴۰ھ

مکتوب نمبر ۱۰

بنام جناب پروفیسر الحاج مولانا عابد حسن صاحب فریدی۔ ایم اے، ایل ٹی، ایم آر اے ایس، خلیفۂ مجاز و (پروفیسر وصدر شعبہ فارسی و اُردو۔ سینٹ جانس کالج، آگرہ)

یا دم نمی کنی و زیادم نمی روی
عمرت دراز باد فراموش گار من

مجمع مکارم اخلاق مخلصم فریدی صاحب زاد محبتکم۔

السّلامُ عَلَیْکُم وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ!

طالب خیریت بخیریت، آپ نے فقیر کو بالکل فراموش کر دیا۔ آپ پر فقیر کو ہرگز ہرگز یہ توقع نہ تھی جو وقوع میں آئی۔ خدا تعالیٰ مانعش بخیر کرے۔ آمین ثم آمین۔ آپ ہفتہ عشرہ کے بعد اپنے ظاہری باطنی حالات سے مطلع فرماتے رہا کریں تو لطف سے بعید نہ ہوگا اور ذکر فکر مراقبہ سحر خیزی اتباع شریعت میں کوشش کرتے رہا کریں۔ اس کی برکت سے سب مشکلاتِ دینی و دنیاوی آسان ہو جائیں گی اور حکیم صاحب کو بعد سلام علیکم بصد اشتیاق مضمون واحد ہے اور فقیر پانچ مہینے کے سفر کراچی و کوئٹہ و بلوچستان کے بعد آج علی پور جا رہا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اب اُسی جگہ رہوں گا۔ اور گھر میں اور بچوں کو دیدہ بوسی و دُعا اور سب یاروں و پرسان حال کو السّلامُ علیکم اور حلقہ ہفتہ وار جاری رکھنے کی سخت تاکید ہے اور حضرت عرب صاحب کی خدمت کو اپنی سعادتِ دارین کا ذریعہ سمجھیں۔

فقط

الراقم جماعت علی عفی اللہ عنہ بقلم خود

از لاہور۔ ۳ دسمبر ۱۹۲۸ء

مکتوب نمبر ۱۱

بنام جناب الحاج بخشی مصطفیٰ علی خان صاحب و مہاجر مدنی (خلیفۂ مجاز) میسور

یا دم نمی کنی و زیادم نہ می روی
عمرت دراز باد فراموش گار من

یہ شعر حضرت آزاد صاحب اور باقی یاروں کو بھی سُنا دیں۔

مجمع مکارم اخلاق مخلصم بخشی صاحب زاد مجدکم۔

السَّلامُ علیکم و رحمۃ اللہ وَ بَرکاتُہٗ!

آپ کی دو تاریں اور ایک محبت نامہ پہنچا۔ ایک تار کا جواب تو اسی وقت لکھ دیا تھا اور دوسری کا آج لکھ دیا ہے اور آپ کے محبت نامہ کے جواب کے لکھنے میں اس واسطے تاخیر ہوئی کہ فقیر کی طبیعت اعتدال پر نہیں تھی۔ چنانچہ آج بھی ایک دوسرے مولوی صاحب سے لکھوا رہا ہوں۔ آپ جس دن سے تشریف لے گئے ہیں اس دن سے فقیر کی طبیعت پورے اعتدال پر نہیں آئی۔ اختلاج القلب کا دَورہ مغرب کے بعد ہو جاتا ہے۔ ضعف بے حد ہے۔ نماز بیٹھ کر پڑھتا ہوں۔ جماعت پیچھے کھڑی ہوتی ہے۔ مجھے شرم آتی ہے کہ پیچھے ساری جماعت تو کھڑی ہوتی ہے اور میں بیٹھا ہوا ہوتا ہوں۔ اس وقت میرے دِل کی جو حالت ہوتی ہے اس کو میں جانتا ہوں یا میرا خدا۔ جب سے عرس شریف گزرا ہے تب سے فقیر مختلف امراض میں مبتلا رہا۔

اک نہ اک عارضہ رہا مجھ کو
گر تھمے دست تو بخار آیا

پچھلے ہفتے ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب سول سرجن امرتسر سے میری عیادت کو آئے تھے، وہ اس بات پر زور دے رہے تھے کہ تم کسی ٹھنڈی جگہ پہاڑ پر یا کشمیر جلدی چلے جاؤ، حکیم آزاد صاحب والی دوائی دو دن کھائی تھی۔ اس نے سخت گرمی کی۔ اب اس انتظار میں ہوں کہ خدا تعالیٰ بارش کرے اور ٹھنڈ ہو جائے پھر اس کو شروع کروں گا کیونکہ اس میں بہت سے اجزا گرم معلوم ہوتے ہیں۔

اور آپ بار بار یہ لکھ رہے ہیں کہ میسور بنگلور والے ہزار ہا کی تعداد میں انتظار میں ہیں۔ فقیر کا اس مسئلے میں یہ اعتقاد ہے کہ جتنی فقیر کو اپنے یارانِ طریقت سے محبت ہے، ان کو اگر فقیر کے ساتھ اس سے دسواں حصہ بھی ہوتی تو

آج تک کسی اعلیٰ درجے پر پہنچ گئے ہوتے۔ فقیر نے تو اپنی ساری عمر یارانِ طریقت کی خدمت میں گزار دی اور تو دُنیا میں کوئی کام کر ہی نہیں سکا۔ نیل گڑھی سے لے کر قندھار اور کابل تک اور دارجیلنگ سے لے کر کشمیر کے پرلے سرے تک اسی خدمت کے واسطے تمام عمر فقیر دورے کرتا رہا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

ترجمہ: ''اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما بے شک تُو سُننے والا جاننے والا ہے۔''

اب وہ ساری قوتیں، سفر کی طاقت، سب سلب ہو چکی ہیں۔

پیری و صد عَیب چنیں گفتہ اند

جسمانی ساری قوتیں جواب دے چکی ہیں۔ ضعف بے حد بڑھ گیا ہے۔ فقیر سوچتا ہے کہ اگر سفر پر جاؤں اور وہاں جا کر اپنا فرض منصبی یعنی خدمتِ خلق نہ کر سکوں تو جانے کا کیا فائدہ۔ سفرِ حج پر جانے کے وقت سے عرس شریف تک میری تمام قوتیں قائم رہیں اور جتنی رب نے توفیق دی اس زمانے میں فقیر نے اپنا فرض منصبی ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی اور آئندہ بھی یہی نیت ہے کہ اگر خدا تعالیٰ توفیق دیں، اور قوتیں بحال ہو جائیں تو باقی زندگی کے ایام میں بھی انشاء اللہ اس فرض منصبی کے ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہ کروں گا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

آپ ان سب سے یہ کہیں کہ وہ سب بارگاہ الٰہی میں دُعا کریں کہ خداوند کریم مجھے صحتِ کاملہ عطا فرمائیں تو میں وہاں پہنچ کر ان کی خدمت کر سکوں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ ''فوائد الفواد'' میں فرماتے ہیں:

''اگر خداے بہ پرسد کہ نظام الدین چہ آوردی، امیر خسرو را

گرفتہ پیش خواہم کرد کہ یک کس را از مخلوق تو بندہ ساختہ
آوردہ ام"
یعنی آپ فرماتے ہیں کہ
"قیامت کے دن جب خدا تعالیٰ مجھ سے پوچھیں گے کہ تم کو
دُنیا میں بھیجا تھا، کیا کمائی کر کے لایا اور کیا عمل کیے تو اپنے
ایک خادم حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کو پکڑ کر پیش کر دوں گا کہ
اے مولیٰ! اور تو کوئی عمل نہیں کر سکا۔ دُنیا میں جا کر صرف عمل
کیا ہے تو ایک یہ کیا ہے کہ تیری مخلوق میں سے ایک کو تیرا
بندہ بنا کر لایا ہوں۔"

اگر ایک آدمی بندۂ خدا بن جائے تو اس سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ہو سکتی۔ فقیر نے تو اپنا سرمایۂ حیات صِرف ایک یہی مقصدِ عظمیٰ یہی خدمتِ خلقِ خدا رکھا ہوا ہے۔

اَب میں آپ کی توجہ ایک دوسری طرف منعطف کراتا ہُوں۔ اسے غور سے پڑھیں اوروں کو بھی اِس مسئلے سے آگاہ کر دیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ کنواں ایک جگہ قائم رہتا ہے۔ پانی پینے والے پیاسے دُور دُور سے وہاں آ کر پانی پیتے ہیں۔ کنواں دُور دُور گھر بہ گھر نہیں پھرتا۔ اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ آپ لوگوں کا فرض ہے کہ آپ سب علی پور آئیں اور پانی پئیں اور سیراب ہوں۔ میرا فرض نہیں کہ گھر بہ گھر ہر ملک میں جاؤں۔[1]

---

[1] حضرت مولانا حامد حسن صاحب قادری خلیفۂ مجاز رحمۃ اللہ علیہ یہاں یہ حاشیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "بخشی صاحب نے اس ارشادِ گرامی کے جواب میں لکھا تھا کہ" آنجناب اقدس کی مثال کنوئیں کی سی نہیں ہے۔ بلکہ ایک وسیع دریا کی ہے جو ہر طرف بہتا ہے ◀◀

چھیاسی برس کی عمر تو اس خدمتِ مخلوق میں گزار دی۔ اب بالکل رہ گیا ہوں اور معذور ہو گیا ہوں۔ مجبور ہو کر آپ کو یہ لکھ رہا ہوں ورنہ فقیر اپنے یاران طریقت کو نہ بھولا ہے اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ بھولے گا اور نہ ان کی جدائی منظور ہے، بقول شخصے:

جدائی تری کس کو منظور ہے
زمیں سخت ہے آسماں دُور ہے

آپ کے چلے جانے کے بعد حضور نظام کا ایک تار فقیر کی طلبی کی نسبت اور ایک آم کا ٹوکرا آیا تھا۔ فقیر نے جواب میں لکھ دیا بیمار ہوں۔ پھر ان کا جواب آیا: ''آرام کرو۔ جب اللہ تعالیٰ صحت بخشیں تب آجانا۔''

اور اس جگہ گرمی کی وہی حالت ہے جو آپ دیکھ گئے تھے اور عدن والے سیّد صاحب تا حال اسی جگہ مقیم ہیں۔ آج کل سیالکوٹ جانے کے واسطے فقیر کو مجبور کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلدی فقیر ان کو ہمراہ لے کر سیالکوٹ جائے گا۔ اس سال جس ملک میں فقیر کا آب و دانہ ہے، تا حال کوئی مستقل فیصلہ نہیں ہوا۔ عدن والے سید صاحب کے بچے کے گلے کا وہی حال ہے۔ دوا کی گئی لیکن تا حال کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ خدا تعالیٰ اس کو شفا نصیب فرمائے اور چاول جو آپ لے گئے تھے وہ خود استعمال کریں، حیدر آباد نہ بھیجیں۔ ان کو یہاں سے اور

◀◀ اور جس کی نہریں ہر طرف رواں ہیں۔ اسلامی بلاد کے ہر حصہ کے لوگ اس دریا کو اپنی طرف بہتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ اس سے مستفیض و مستفید ہوں۔ غریب برادرانِ طریقت کا اور دُنیا کے دھندوں میں پھنسے ہوئے لوگوں کا میسور و بنگلور جیسے دو ہزار میل دور دراز مقام سے خدمت اقدس میں حاضر ہونا دشوار ہے۔ اعلیٰ حضرت کی تشریف آوری ہو تو ہزاروں لاکھوں آسانی سے فیض یاب ہو سکتے ہیں۔''

بھیج دیں گے اور جدّہ شریف والے مصطفیٰ صاحب وکیلِ حجاج آپ کے پاس آویں تو فقیر کی طرف سے ان کے پاس بڑے افسوس سے ظاہر کریں کہ وہ جانے کے وقت مجھے مل کر نہیں گئے۔ بلکہ چوری چلے گئے اور ان کی جو خدمت میں کرنا چاہتا تھا وہ نہ کر سکا۔

دل کی دل ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی
ہائے اس گل سے ملاقات نہ ہونے پائی

اور ان کو تاکید کریں کہ وہ بخلوص قلب بارگاہ الٰہی میں دُعا کریں کہ اس وقت تک خدا تعالیٰ فقیر کو زندہ رکھے اور اپنی بارگاہ اور اپنے پیارے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں حاضری نصیب فرمائے تو انشاء اللہ تعالیٰ ان کی تلافی مافات کر دوں گا۔

اور آپ میرے وہاں آنے پر بار بار زور دے رہے ہیں۔ میرے اپنے کئی یار طریقت فوت ہو چکے ہیں، جن کے مزار شریف پر حاضر ہونا میرا اپنا فرض تھا۔ ع

بہ جنازہ گر نیائی بہ مزار خواہی آمد

کہ حاضر ہو کر ان کے لئے دُعائے مغفرت کرتا۔ دعائے مغفرت تو اَب بھی کر رہا ہوں۔ خدا تعالیٰ قبول فرمائے۔ جن میں سے عزیزم حاجی علیم اللہ خان صاحب مرحوم و میاں حاجی محمد حسین صاحب مرحوم کافی پلانٹر اور مخلصم عباس خان صاحب کی زوجۂ محترمہ جو بڑی عابدہ زاہدہ تھیں۔ جا کر ان کی فاتحہ خوانی کرنا بہت ضروری تھا۔ جس سے فقیر اپنے ضعف کی وجہ سے قاصر رہا۔ خدا تعالیٰ صحت اور توفیق بخشیں گے تو ضرور حاضر ہوں گا۔

آپ ذکر، فکر، مراقبہ، سحر خیزی، اتباع شریعت میں کوشش کرتے رہا کریں۔ اس کی برکت سے سب امورات دینی و دنیاوی آسان ہو جائیں گے۔

اور مخلصم میاں محمد شریف صاحب کلاتھ مرچنٹ کا محبت نامہ کل پہنچا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کل جواب لکھ دوں گا۔ ان کو بعد از السّلام علیکم بصد اشتیاق کہہ دیں اور حضرتِ آزاد صاحب کو بعد از السلام علیکم بصد اشتیاق کہہ دیں کہ اُنہوں نے تو فقیر کو بالکل فراموش کر دیا۔ خدا تعالیٰ فقیر کو وہ دِن نصیب نہ کرے کہ فقیر ان کو فراموش کرے اور مخلصم بخشی حیدر علی خان صاحب کے بچے کی علالت کا خط آیا تھا۔ اس کے بعد اُنہوں نے کچھ اطلاع نہیں دی اس کا کیا حال ہے۔ دن رات فکر دامنگیر ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو صحت بخشے! اور بخشی علیم اللہ خان صاحب مرحوم کے بچوں کی خبر گیری آپ کے اور بخشی حیدر علی خاں صاحب کے ذمّے فرض ہے۔ گورنمنٹ میسور اگر ان کو کچھ پنشن نہ دے، تو آپ کوشش کر کے ان کے بچوں کا وظیفہ ہی مقرر کروا دیں جب تک وہ تعلیم پاتے ہیں اور کوئی نیک بخت دیندار لڑکا مِل جائے تو ان کی بچیوں کی بھی شادی کرا دیں کیونکہ ان کی وفات کے بعد ان کے بچوں کے متولی پہلے بخشی حیدر علی خان صاحب ہیں اور پیچھے آپ ہیں۔

اور اپنے گھر میں سب کو السّلامُ علیکم بصد اشتیاق اور برخوردار مقبول احمد کو دیدہ بوسی اور دُعائے ترقی مدارج دارین۔ سب یاران و پُرسان حال کو السّلامُ علیکم!

ہر کہ باشد ز حال ما پرسان
یک بیک را سلام ما برسان

سب یاران کو اکٹھا کر کے ہفتہ وار حلقۂ ذکر کا بندوبست کریں اور جاری کریں اور یارانِ طریقت کی فہرست مرتب کر کے ان کی حاضری حلقۂ ذکر سے ہفتہ وار فقیر کو اطلاع دیا کریں۔ تا کہ تسلی ہوا کرے۔ کیونکہ اس گمراہی کے زمانے میں طریقت کی خدمت انجام دینا افضل عبادات سے ہے۔

اگر در خانہ کس است یک حرف بس است

اند کے پیش تو گُفتم غم دل تر سیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

الراقم

خادم الملّت والدّین سید جماعت علی شاہ عفی اللہ عنہ

بقلم خود از علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ

۱۴ جولائی ۱۹۳۹ء۔ ۲۶ جمادی الاوّل ۱۳۵۸ھ

جواب طلب جلد

فائدہ

جیسا کہ خود حضور نے فرمایا یہ خط آپ نے املا کروایا تھا۔لیکن آخر کی دو سطریں (''الراقم'' سے لے کر ''جلد'' تک) دستِ خاص سے تحریر فرمائی تھیں۔

مکتوب نمبر ۱۲

بنام جناب الحاج پروفیسر مولانا حامد حسن صاحب قادری (خلیفۂ مجاز (صدر شعبہ فارسی و اردو، سینٹ جانس کالج آگرہ)

مجمع مکارم اخلاق مخلصم قادری صاحب زاداللہ بقاکم

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ!

طالب خیریت بخیریت!

آج آپ کا خیریت نامہ بنام عبد اللطیف پہنچ کر کاشف حالات و موجب اطمینان ہوا۔ پہلے بھی آپ کے خطوط پہنچتے رہے ہیں مگر فرصت نہ ہونے کی وجہ سے جواب میں توقف ہوتا رہا۔

بے پناہ گیر سوالیوں کا صبح سے شام تک تانتا لگا رہتا ہے۔ چنانچہ گزشتہ ہفتے شمار کیا تو ایک دن میں ایک سو ایک کی تعداد تھی۔ ہر ایک کی سُننا، دلاسا دینا، مدد کرنا وغیرہم میں ہی تمام دن صرف ہو جاتا ہے۔ مولوی کے خط میں مَیں بھی تھوڑا بہت لکھ دیتا رہا ہوں۔

اس بات سے بڑی خوشی و خورسندی ہے کہ آپ لوگوں نے ملازمت کو نہ چھوڑا اور وہاں مقیم رہنے کا ارادہ کیے رکھا۔ اللہ تعالیٰ مُبارک کرے اور ہر طرح سے مامون و محفوظ بخیر و عافیت وصحت رکھے۔ آمین ثم آمین!

قبلہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ

''لینا دینا تو اُسی سے ہے مگر حیلہ کرنا پڑتا ہے۔''

حالی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

دیا تو نے یاں جس بہانے سے چاہا
ہنر کام آیا نہ علم و ادب کچھ

نیز فرمایا کرتے تھے کہ

''ملتے ہوئے کو چھوڑنا کفرانِ نعمت ہے۔''

چیزے کہ بے سوال رسد دادۂ خدا است
آں را تو رد مکن کہ فرستادۂ خداست

شعر مذکور ایک حدیث شریف کا فارسی میں ترجمہ ہے۔

الحمد للہ عرس شریف بخیر و خوبی انجام پذیر ہوا۔ سال گزشتہ کی نسبت بہت

زیادہ رونق تھی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت لامتناہی تھی۔ مجمع بڑا کثیر تھا۔ باوجودیکہ دکن، آگرہ، احمد آباد، مراد آباد، بیکانیر، بریلی وغیرہ۔ (حصہٗ ہندوستان) سے کوئی بھی شریک نہ ہوسکا۔

مولوی عبدالستار خان صاحب نیازی سابق ایم ایل اے مغربی پنجاب اور پیر صاحب مانکی شریف بھی تشریف لائے تھے اور تقریریں بھی کی تھیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

عزیز زاہد حسن صاحب ابھی تک یہاں نہیں پہنچے۔ آنے والے ہی ہوں گے۔ میں ابھی تو یہاں ہوں۔ البتہ انشاء اللہ تعالیٰ ۴ر شعبان کے عرس شریف کے بعد کوئٹہ جانے کا ارادہ ہے۔ تاریخ روانگی کا تعین اس کے بعد ہی ہوگا۔

اگر اپنی اور متعلقین اور یاروں کی صحت و عافیت سے مطلع کرتے رہا کریں۔ تو لطف سے بعید نہ ہوگا۔ جمیع پرسان حال اور سب یاروں کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم! اندرونِ خانہ سب کو دُعا۔ برخورداروں کو دُعا اور دیدہ بوسی۔

فقط وَالسَّلام والدعا

الراقم سیّد جماعت علی شاہ عفی اللہ عنہ

از علی پور سیّداں۔ ۳۰ر مئی ۱۹۴۸ء

فائدہ

حضرت مولانا قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ

”یہ مکتوب شریف مولوی عبداللطیف خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔ دستخط خود حضرت والا رضی اللہ عنہ نے اپنے دستِ مُبارک سے فرمائے ہیں۔“

مکتوب نمبر ۱۴

بنام جناب قایدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

قایدِ اعظم صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

گزشتہ ہفتہ میں ایک پیغام عزم حج کی مبارک بادی پر بھیج چکا ہوں۔ اب دوسری مرتبہ آپ کو مسلم لیگ کی کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں کیونکہ مسلم لیگ کی کامیابی کا سہرا ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں میں سے خداوندِ کریم نے آپ ہی کو نصیب فرمایا اور باوجود پانچ گروہوں کی سخت مخالفت کے خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے محض آپ کو کامیابی بخشی۔ حالانکہ مخالفین نے آپ کی مخالفت میں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں روپیہ صرف کر دیا۔ باوجود کروڑوں روپیہ صرف کرنے کے ان کو ساری رُوسیاہی اور ذلت نصیب ہوئی۔ اُنہوں نے کوشش کی کہ مسلمانوں کو آپ سے برگشتہ کر کے بقول کشمیریاں گاندھی کا کتا بنایا جائے۔ مگر سوائے تین شخصوں کے اور کسی کو بھی وہ گاندھی کا کتا نہ بنا سکے۔ ع

آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو

ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اس پیغام میں دوسری مبارکباد حضور نظام اور اہلِ حیدر آباد کو دیتا ہوں جنہوں نے آپ کو سونے سے وزن کر کے دس کروڑ مسلمانوں کی لاج رکھ لی۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک سونے سے وزن کرنے کی عزت، سوا آغا خاں صاحب اور آپ کے، کسی بادشاہ کو بھی کسی ملک کی قوم میں نصیب نہیں ہوئی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ساری دُنیا کے مسلمانوں سے برگزیدہ کر کے آپ کو یہ

مرتبہ نصیب فرمایا ہے۔

الراقم

سید جماعت علی عفی اللہ عنہٗ

از علی پور سیداں

۱۷ر جولائی ۱۹۴۶ء

مکتوب نمبر ۱۴

بنام جناب بابو غلام حسین صاحب کوہاٹی

مجمع مکارم اخلاق مخلصم بابو غلام حسین صاحب و جمیع یارانِ طریقت کوہاٹ زاد اللہ محبتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

طالب خیریت بخیریت۔ فقیر عرس شریف کے بعد کلکتہ کے یارانِ طریقت کے اصرار کے باعث قرعہ ڈالنے کے بعد وارجیلنگ کے قرعہ نکلنے پر دار جیلنگ پہنچا۔ وہاں رمضان شریف بخیر و خوبی گزار کر حیدر آبادی یاروں کی درخواست پر کلکتہ سے سیدھا دو رات دِن میں براہِ ریل حیدر آباد پہنچا۔ وہاں پر پچیس دن گزار کر میسور و بنگلور کے دو ڈیپوٹیشن آجانے کے باعث بنگلور پہنچا۔ پندرہ دِن وہاں گزار کر میسور پہنچا۔ ایک مہینہ وہاں گزار کر نیل گڑھی کے ڈیپوٹیشن آجانے کے باعث بسواری موٹر نیل گڑھی پہنچا۔ جو وہاں سے ایک سو میل کے فاصلے پر ہے۔ پندرہ دن وہاں گزار کر ملک لیابنیوں کی درخواست پر جہاں فقیر پہلے کبھی نہیں گیا تھا۔ اس ملک میں پہنچا۔ پندرہ دن وہاں گزار کر براہِ ریل بنگلور میں دو دن گزار کر بسواری موٹر میسور پہنچا۔ پانچ دن وہاں گزار کر ملک کڑک

والوں کی درخواست پر بسواری موٹر یہاں پہنچا۔ جہاں پانچ دن سے وارد ہوں اور پھر یہاں سے بلگنڈ و مرکارہ و میسور میں چند دن گزار کر سیدھا علی پور انشاء اللہ پہنچنے کا ارادہ ہے۔

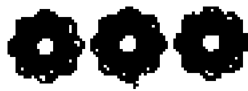
افسوس اس سال فقیر دربار شریف میں عرس شریف پر بھی حاضر نہیں ہو سکا۔ سب یاروں کو بعد سلام علیکم بصد اشتیاق اطلاع کر دیں۔ وجہ یہ تھی کہ اس سال مخالفین و معاندین وغیرہ نے میرے برخلاف ہزارہا کی تعداد میں اشتہارات وغیرہ تقسیم کیے تھے۔ اگر فقیر آج کل چلا آتا تو دشمن خوش ہوتے اور طریقۂ خواجگان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی بدنامی ہوتی اور تبلیغ دین پوری نہ ہوتی اور دشمنانِ دین کا داؤ چل جاتا۔ اس واسطے فقیر حاضری سے محروم رہا۔ انشاء اللہ تعالیٰ میسور کا الوداعی جلسہ ہو جانے کے بعد فقیر کا راہ میں کسی جگہ ٹھہرنے کا قصد نہیں۔ وَ الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ۔ ''اور علم اللہ کے ہاں ہے۔'' اور آپ کی رپورٹ دربارۂ حلقہ یارانِ طریقت کوہاٹ پہنچتی رہی۔ اس کو پڑھ کر دل بہت خوش ہوتا رہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔ سوائے کوہاٹ کے تمام ہندوستان میں اور کسی جگہ اتنی تعداد میں یارانِ طریقت جمع نہیں ہوتے۔ خدا تعالیٰ آپ لوگوں کی محبت و ہمت میں اور بھی زیادہ برکت بخشے۔ آمین ثم آمین۔ فقیر کوہاٹی یاروں پر جس قدر خوش ہے اور کسی جگہ کے یاروں پر اتنا نہیں۔ فقیر غائبانہ بھی ان کی سعادت دارین کے واسطے دُعا کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو اور سب یارانِ طریقت کو اپنی محبت میں مستغرق فرمائے۔ آمین ثم آمین اور دُنیا میں کسی کا محتاج نہ فرمائے۔ اور اس سال آپ کی ملاقات نہ ہونے کا جو صدمہ فقیر کے دل پر ہے۔ وہ احاطۂ تحریر و تقریر سے خارج ہے۔ آپ سب یارانِ طریقت کو تاکید کریں کہ وہ ذکر و فکر، مراقبہ، سحر خیزی، اتباع شریعت میں کوشش کرتے رہا کریں۔ اس کی برکت سے سب

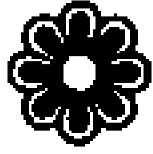
مشکلات دینی و دُنیوی آسان ہو جائیں گی۔

اور یہ ملک ایسا آباد ہے کہ تمام دُنیا میں کوئی ملک ایسا آباد نہیں۔ یہاں چار مہینے برابر بارش ہوتی رہتی ہے اور تمام ملک قدرتی گلزار ہے۔ ہر سال ایک سو ساٹھ انچ بارش ہوتی ہے۔ اور ہمارے پنجاب میں سارے سال میں صرف دو یا تین انچ بارش ہوتی ہے۔ آپ اس سے اس ملک کی آبادی کا قیاس کر لیں کہ اس کی سرسبزی و آبادی کے سامنے کشمیر بھی کچھ نہیں۔ سب یارانِ طریقت و پُرسانِ حال کو سلام علیکم بصد اشتیاق۔ یہ ملک پنجاب سے تین ہزار میل کے فاصلے پر ہے۔ سات دن میں یہاں سے پنجاب میں ریل پہنچتی ہے۔

ہر کہ باشد ز حال ما پرساں
یک بیک را سلام ما برساں

فقط الراقم جماعت علی
عفی اللہ عنہٗ بقلم خود
از ملک کڑک۔ ۱۲ ستمبر ۱۹۲۲ء





محمد کا گھرانا ہے گھرانا شہ جماعت کا
بھرا ہے ہر خزانے سے خزانہ شاہ جماعت کا

سخی ابن سخی کا فیض بھی سب سے نرالا ہے
وظیفہ خوار ہے سارا زمانہ شاہ جماعت کا

اسی دل میں نبی ﷺ کے عشق کے انوار ملتے ہیں
ہے جس دل کے جھروکوں میں ٹھکانا شاہ جماعت کا

جسے اہل نظر سب مرکز فیضان کہتے ہیں
وہ فردوس نظر ہے آستانہ شاہ جماعت کا

میرے ہاتھوں میں ہے محبوب کے محبوب کا دامن
خوش قسمت کہ ہے یہ دل نشانہ شاہ جماعت کا

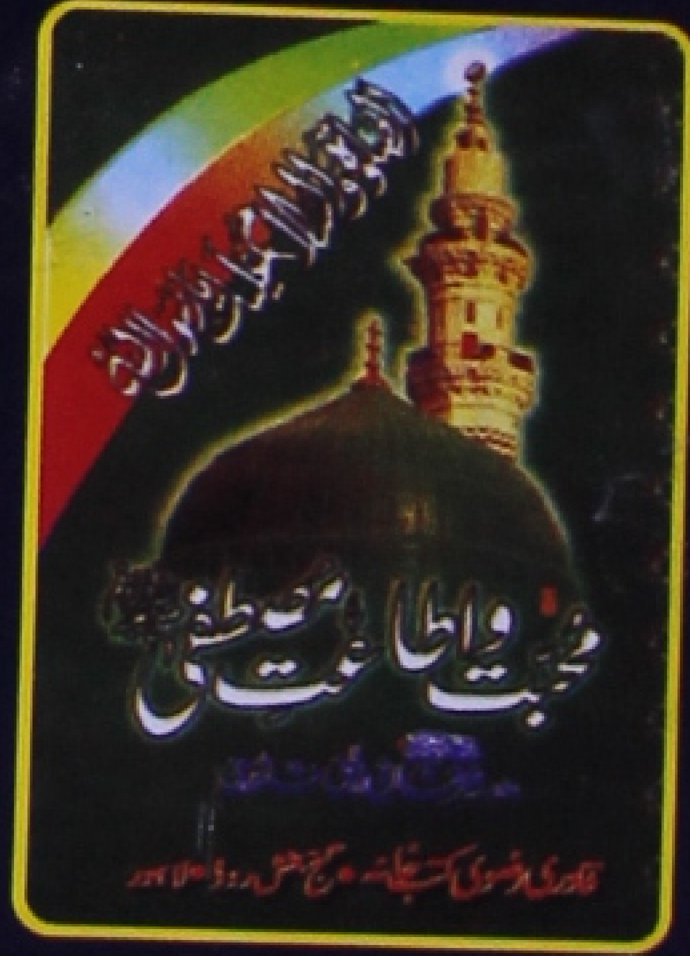
ڈرا سکتے نہیں اس کو غموں کی دھوپ کے تیور
تنا ہے جس کے سر پر شامیانہ شاہ جماعت کا

تجلی ولایت کا امیں ہے خاندان سارا
ہے کامل سب گھرانے کا گھرانا شاہ جماعت کا

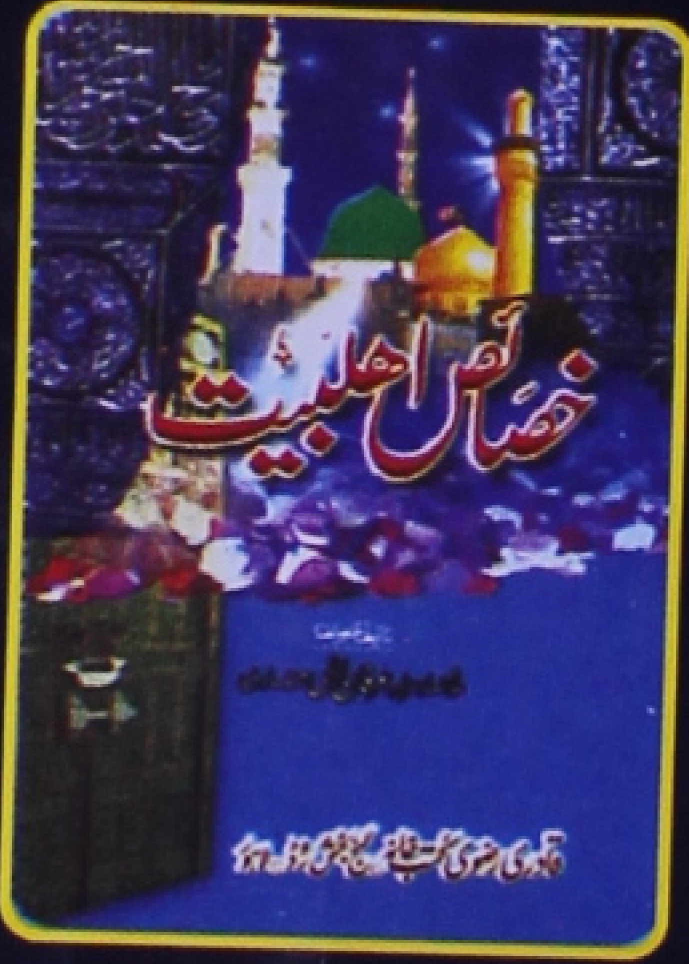
ولایت کے سبھی اسرار اس پر کھل گئے سارے
سنا جس نے بیان عارفانہ شاہ جماعت کا

غموں کا وار اے خالد کبھی اس پر نہیں چلتا
زباں پر جس کی رہتا ہے فسانہ شاہ جماعت کا

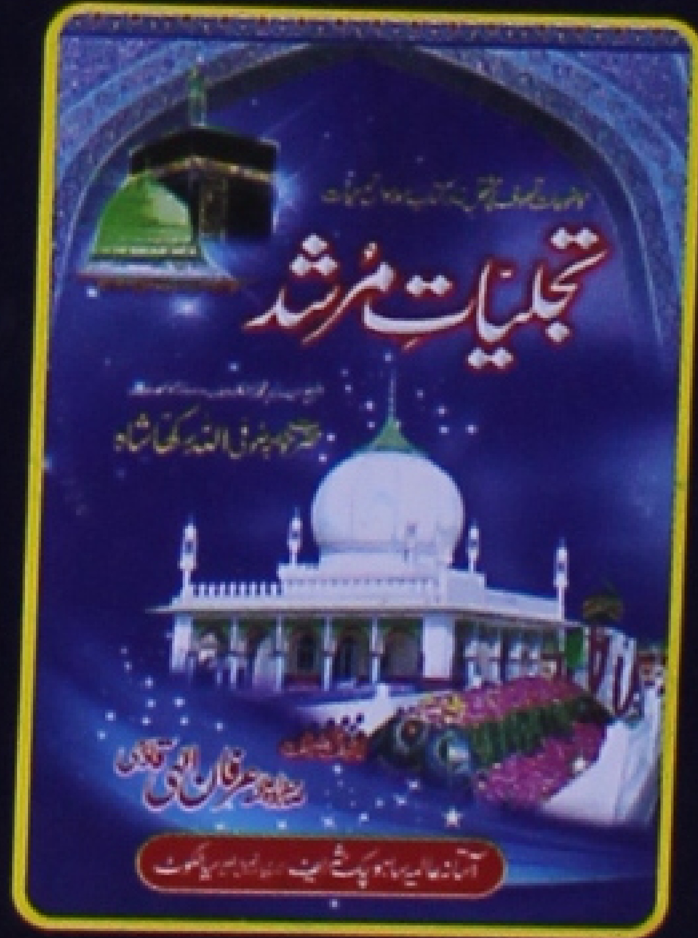
تصانیف صاحبزادہ عرفان الٰہی قادری صاحب



یہ کتاب عقائد اور عشق رسول ﷺ پہ لکھی گئی
جس کا مطالعہ ایمان کو تازگی اور قلب و روح کو
عشق رسول ﷺ عطا کرتا ہے



تفرقات سے ماورا فضائل اہلبیت اطہار
پہ لکھی گئی مقبول عام منفرد اور کثیر الاشاعت کتاب



روح کو تازگی اور دلوں کو جلا بخشنے والی بے شمار موضوعات
تصوف پر مشتمل نادر کتاب مع سوانح حیات شیخ الاسلام حضرت خواجہ
صوفی اللہ رکھا شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ



دکھی انسانیت کے لئے قرآنی وظائف، درود شریف
اور تاجدار ساہو چک شریف کے تجویز کردہ وظائف جو کہ اکثیر کا درجہ
رکھتے ہیں۔ ہر خاص و عام اوقات میں آزمودہ ہیں

قادری رضوی کُتب خانہ ۰ گنج بخش روڈ ۰ لاہور